دجّال

کون؟ کہاں؟ کب؟

یہودیان مسیحیان دجالیان

احادیث کی عصری تطبیق دعوتِ فکر لائحہ عمل

سنسنی خیز معلومات تہلکہ خیز انکشافات

تالیف

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

کون؟ کہاں؟ کب؟

احادیث کی عصری تطبیق، دعوتِ فکر، لائحہ عمل و تدابیر

مہدویات مسیحیات دجالیات

مفتی ابولبابہ شاہ منصور

الفلاح کراچی
0321-5728310

دجّال

حضرت مہدی، حضرت مسیح علیہما السلام اور دجالِ اکبر کے متعلق

مستند تحقیق، عصری تطبیق، دفاعی و اقدامی تدابیر

کتاب............دجال کون ہے؟
مصنف............مفتی ابولبابہ شاہ منصور
تعداد............گیارہ سو
طبع اوّل............1430ھ-2009م
ناشر............الفلاح کراچی

تقسیم کنندہ: ادارۃ الانور، کراچی

مکتبہ عمرو بن العاص، اردو بازار، لاہور	مکتبہ سید احمد شہید، اردو بازار، لاہور
مکتبہ فریدیہ E-7 اسلام آباد	ممتاز، کتب خانہ، پشاور
مکتبۃ العارفی، جامعہ امدادیہ، فیصل آباد	بیت الکتب، گلشن اقبال، کراچی

اسٹاکسٹ : مکتبۃ العصر، کراچی
0322-2111134

فہرست

دوسرا باب: مسیحیات

تیسرا باب: دجالیات

پہلا سوال: دجال کون ہے؟

دوسرا سوال: دجال کہاں ہے؟

تیسرا سوال: دجال کب برآمد ہوگا؟

انتساب

ان اہلِ ایمان کے نام

جو دجالی فتنہ کے ہمنواؤں کے غیر معمولی اقتدار

........نیز........

قدرتی قوانین و وسائل پر ان کے ہمہ گیر عالمی قبضے کے باوجود

ان کے سامنے سر جھکانے پر تیار نہیں

اور

ایمانی زندگی کے ساتھ جینا اور اسی پر مرنا چاہتے ہیں

اللھم اجعلنا منھم! برحمتك یا أرحم الراحمین.

مقدمہ

اکابر کے سائے تلے

خوبی یا خامی:

یوں تو یہ کتاب ''دجال'' کے متعلق ہے مگر ''دجالیات'' کا عنوان اس کے بالکل آخر میں ہے۔ کتاب کی ابتدا میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کا اور اس کے بعد سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کا تذکرہ ہے۔ ''مہدویات'' اور ''مسیحیات'' سے گزرنے کے بعد ہی ''دجالیات'' کا ذکر آپ کو دیکھنے کو ملے گا۔

یہ اس وجہ سے کہ دجال کے تذکرے سے پہلے اس کے خاتمے کے لیے مبعوث کی جانے والی روحانی شخصیات کا تذکرہ ہو جانا چاہیے۔ شر کی طاقتوں کا تذکرہ ہو اور اس کے خاتمے کے لیے خیر کی قوتوں کا ذکر خیر نہ ہو تو یہ مزاج شریعت کے خلاف ہے۔ لہٰذا قاری کو اصل عنوان (دجالیات) تک پہنچنے کے لیے دو تمہیدی عنوانات ''مہدویات اور مسیحیات'' کے مطالعے سے فراغت تک انتظار کرنا ہوگا اور ''مسیح الہدیٰ'' کے مطالعے کے بعد ہی وہ ''مسیح الضلالۃ'' کو پڑھ سکے گا۔ بعض کتابوں کے سرورق یا فہرست میں کچھ عنوانات پر کشش

انداز میں ہوتے ہیں لیکن متن میں ان کا تذکرہ نہیں ہوتا یا ایسی گرم بازاری نہیں ہوتی جتنی ان کی خبر گرم تھی۔ اس کے برعکس کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ متن میں ''اضافیات'' کا وسیع و عریض کھاتہ کافی کھلے ہاتھوں سے کھول لیا جاتا ہے لیکن سرورق میں ان کا ذکر ندارد۔ زیرِ نظر کتاب اسی دوسری قسم سے تعلق رکھتی ہے۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خوبی ہے یا خامی؟ لیکن یہ عرض ضرور ہے کہ اندازِ تالیف کی خامیوں پر کبھی مقصد تالیف کی اہمیت پردہ ڈال دیا کرتی ہے۔ قارئین سے التماس ہے کہ انداز سے قطع نظر کر لیں۔ مقصد کو پیش نظر رکھیں۔ ان شاء اللہ! کتاب کی مقصدیت آپ کو مایوس نہیں کرے گی۔

تقدیم و تاخیر:

یہ تو ایک بات ہوئی۔ دوسری یہ کہ اگرچہ زمانی تسلسل کے لحاظ سے واقعات کی ترتیب کچھ اس طرح بنتی ہے کہ پہلے حضرت مہدی کا ظہور ہوگا، پھر دجال کا خروج ہوگا اور پھر اس فتنۂ عظیم کے خاتمے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام آسمان سے اُتریں گے۔ ...... لیکن کتابی ترتیب میں حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر پہلے اور دجال کا بعد میں ہے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ رحمانی قوتوں کے نمائندوں کا ذکر اکٹھے ہو جائے اور پھر شیطانی طاقتوں کا تذکرہ اس کے بعد آ جائے۔ پھر جو چاہے جس صف میں شامل ہو یا جس فہرست میں نام لکھوانا پسند کرے۔ یہ نصیبے کی بات ہے۔

ابہام اور الجھنیں:

آخری اور تیسری بات یہ ہے کہ علاماتِ قیامت کے ابہام میں جو ابہام در ابہام پوشیدہ ہے، وہ بجائے خود ایک قیامت ہے۔ ان علامات کی عصری تطبیق میں جو پیچیدگیاں پیش آتی ہیں اور قوی ترین قرائن پر قائم اندازے جس طرح عین وقت پر قوی حقائق سے دور...... بہت دور...... پیچیدہ الجھنوں میں گھرے دکھائی دیتے ہیں، ان کی بنا پر یہ موضوع

جتنا دلچسپ ہے، زمانے کے حالات پر اس کی تطبیق اتنا ہی کٹھن اور حوصلہ شکن کام ہے۔ احتیاط کا دامن تھامتے ہوئے اور اکابر کی تشریحات کے سائے تلے پناہ لیتے ہوئے جو کچھ اس عاجز سے ہوسکا، پیش خدمت ہے۔ حتی الامکان اس بات کا خیال رکھا گیا ہے کہ احادیث کی عصری تطبیق کے شوق میں کہیں فرامین نبوی کو کھینچ تان کر کوئی مخصوص مفہوم نہ پہنایا جائے نہ مخصوص حالات کے مطابق بزورڈھالا جائے۔ صرف وہی بات کہی جائے جو اب صاف صاف سمجھ میں آتی ہے اور اس پر بھی اصرار نہ کیا جائے۔

......جانے یا اللہ!

یہاں یہ سوال ضرور اُٹھے گا کہ اس موضوع پر جو ''ماحضر'' جمع کیا گیا ہے، یہ اس سے قبل پیش خدمت کرنے میں کیا مانع تھا؟ اگر ہم آخری زمانہ سے قریب ہیں اور آخری زمانوں کے فتنوں کی اتنی ہی اہمیت ہے تو پھر آج تک اس موضوع سے صرف نظر کی کیا حکمت تھی؟ یہ مصلحت تھی یا مداہنت؟ دریدہ دانستہ چشم پوشی تھی یا ناواقفیت؟ یہ سوال بذات خود معقول اور برمحل ہے اور اس کا جواب کتاب کے پہلے مضمون میں مفصل ومدلل ہے۔ ہم عاجز انسانوں سے جو کچھ ہوسکتا ہے وہ الحمدللہ ہم کر گذرے۔ آگے رب کی باتیں وہی جانے۔ منگتوں کے پاس اللہ سے منت وزاری اور بندوں سے خیر خواہی کے علاوہ دھرا ہی کیا ہے؟؟؟

اتفاق میں اختلاف:

یہاں یہ بات واضح ہو جانی چاہیے کہ اس وقت دنیا میں موجود تین بڑے آسمانی مذاہب (اسلام، یہودیت، عیسائیت) کے ماننے والے، جو دنیا کی غالب اکثریت بھی ہیں، ایک ہستی کا انتظار کر رہے ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگی اور انسانیت کے لیے نجات دہندہ ثابت ہوگی۔ ہر آسمانی ملت میں اس ''مسیح موعود'' کا وعدہ کیا گیا ہے......لیکن

اس اجمالی اتفاق کے بعد تینوں ملتوں میں اس کی تفصیل میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اہلِ اسلام حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے آسمان سے نزول کے منتظر ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ وہ نازل ہوکر دجال کو قتل کریں گے۔ صلیب توڑ ڈالیں گے۔ خنزیر کو قتل کریں گے (یعنی دنیا میں صلیب کی عبادت موقوف اور اس پلید جانور کا گوشت کھانا بند کر دیا جائے گا) ٹیکس ختم کردیں گے۔ اور دنیا بھر میں عادلانہ اسلامی شریعت قائم کریں گے۔

عیسائی حضرات بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے منتظر ہیں۔ فرق یہ ہے کہ ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام مصلوب ہونے کے تین دن بعد آسمان پر لے جائے گئے اور پھر آخر زمانہ میں نازل ہوکر غیر عیسائیوں کا خاتمہ کردیں گے۔ اس دوران عیسائی حضرات آسمان کے بالاخانوں میں بیٹھ کر غیر عیسائی انسانیت کے خاتمے کا مشاہدہ کریں گے۔ جبکہ مسلمانوں کے نزدیک سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ پاک صحیح سالم آسمان پر لے گئے۔ یہودی ان کا بال بیکا نہیں کرسکے۔ پھر آپ نازل ہوکر یہودیوں کا خاتمہ کریں گے۔ اور یہودیوں کے ساتھ وہ عیسائی جو ''صہیونی عیسائی'' بن کر یہودیوں کے مددگار تھے، ان کا بھی خاتمہ ہو جائے گا اور بقیہ رحمدل و ہمدرد عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر اسلام لے آئیں گے۔

یہودی جس شخصیت کا انتظار کر رہے ہیں وہ حضرت داؤد علیہ السلام کی اولاد سے ''القائم المنتظر'' ہے اور یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اس کی بدولت تمام دنیا پر حکومت کریں گے۔ ''مسیا'' (یعنی المسیح الدجال، مسیح الشر والضلالۃ) کی آمد پر عالمی یہودی ریاست قائم ہو جائے گی۔ تمام غیر یہودی، یہودیوں کی اطاعت قبول کرلیں گے اور یہودی ان میں سے صرف اتنے افراد کو زندہ چھوڑیں گے جتنوں کی وہ اپنی خدمت کے لیے ضرورت محسوس کریں گے۔

آخری معرکہ:

ان تینوں امتوں کے نظریات میں یہ بات بھی قدرِ مشترک ہے کہ ''مسیحا'' کے ذریعے انسانیت کو نجات ملنے سے پہلے کرۂ ارض پر ایک زبردست اور تباہ کن جنگ برپا ہوگی۔ اس معرکۂ عظیم میں جسے 'ام المعارک'' یعنی جنگوں کی ماں کہا جاتا ہے، میں کم ازکم دو تہائی انسانی آبادی ملیامیٹ ہوجائے گی۔ زندہ بچ جانے والے ایک تہائی لوگ اس دنیا پر بلاشرکت غیرے حکومت کرے گی۔ اب وہ ایک تہائی قوم کون ہوگی؟ اور دنیا پر کس نظریے کے تحت حکمرانی کرے گی؟ اس کا فیصلہ ہونا باقی ہے اور یہ فیصلہ فلسطین کے قریب ''ہرمجدون'' کی وادی میں ہوگا جسے اہلِ مغرب ''آرمیگاڈون'' کہتے ہیں۔ عیسائی اور یہودی دونوں اس فیصلہ کن معرکے کی زبردست تیاری کررہے ہیں...... صحیح یہ ہے کہ کرچکے ہیں...... اور صرف ایک قیامت خیز دھماکے کے منتظر ہیں جو (معاذ اللہ) ''گنبد صخرہ'' کے انہدام پر ہوگا کیونکہ ان کے (فرسودہ نظریات اور من گھڑت مذہبی داستانوں کے مطابق) ہیکل کی مسمار شدہ عمارت ''گنبد صخرہ'' کے نیچے ہے۔ جب گنبد کی بنیادیں اکھڑ کر ہیکل کے آثار برآمد ہوں گے تو ''مسیا'' نکل آئے گا اور اس کی آمد پر وہ قتل عظیم برپا ہوگا جس کے بعد غیر یہودی و عیسائی انسانیت (خصوصاً اہلِ اسلام) کا خاتمہ ہوجائے گا اور اہلِ مغرب (یہودی یا عیسائی) بلاشرکت غیرے اس کرۂ ارض کے حکمران ہوں گے۔

واحد راہِ نجات:

اس اعتبار سے آج کی دنیا تیسری جنگ عظیم کے دہانے پر کھڑی ہے۔ وہ وقت دور نہیں جب مغرب و مشرق اس جنگ کی آگ میں جھونک دیے جائیں گے۔ فرق اتنا ہے کہ اہلِ مغرب نے اس کی تیاری کر رکھی ہے۔ وہ لوگ خود کو مادیت پسند کہلواتے ہیں اور غیبی حقائق و پیش گوئیوں کے قائل نہیں سمجھے جاتے...... لیکن انہوں نے در پردہ خود کو تورات و

انجیل اور تالمود کی تحریف شدہ پیش گوئیوں کے مطابق خود کو تیار کرلیا ہے...... جبکہ اہلِ مشرق آتش فشاں کے دہانے پر کھڑے ہو کر بھی اس ہولناک انجار سے بے خبر ہیں جس کی ان کے نبی پاک الصادق المصدق صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور ان کی دی گئی اطلاعات حرف بہ حرف پورا ہوتے ہوئے مکمل ہونے کے قریب پہنچ چکی ہیں۔ یہ کتاب اہلِ اسلام کی خدمت میں دہائی ہے، فریاد ہے، منت وزاری اور عاجزانہ التجا ہے۔ مغرب سے اُٹھنے والا طوفان عنقریب ہم پر چڑھ دوڑنے والا ہے۔ ہمیں اپنے نجات دہندہ قائدین حضرت مہدی وحضرت مسیح علیہما السلام کی معیت میں ایمانِ راسخ و عملِ صالح اپناتے ہوئے جہاد یعنی قتال فی سبیل اللہ کے لیے تیار ہو جانا چاہیے۔ یہی واحد، پہلی اور آخری متعین راہِ نجات ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی فکر نصیب فرمائیں اور قیامت سے پہلے جو قیامت ہماری منتظر ہیں، ان سے سرخروئی کے ساتھ گذرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین

پہلا باب

حضرت مہدی کون ہوں گے؟

حضرت مہدی کے ساتھی کون ہوں گے؟

حضرت مہدی کی جدوجہد کس نوعیت کی ہوگی؟

حضرت مہدی کب، کہاں اور کس طرح ظاہر ہوں گے؟

حضرت حارث و منصور کا کردار کیا ہوگا؟

مغرب کی عظیم الشان مادی طاقت کے خلاف آپ کیونکر کامیاب ہوں گے؟

حضرت مہدی کے نام ایک خط

دارالعلوم دیوبند کے سب سے پہلے مہتمم حضرت مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ ظاہری و باطنی علوم کے جامع تھے۔ نقشبندیہ خاندان کے اکابر میں سے تھے۔ آخر عمر میں ہجرت فرما کر مکہ مکرمہ آئے۔ وہیں اُن کی وفات بھی ہوئی اور وہیں قبر بھی ہے۔ آپ کو آخر زمانہ میں علاماتِ قیامت کے ظہور خصوصاً حضرت مہدی کی قیادت میں عالمی ایمانی جدوجہد سے خصوصی دلچسپی تھی۔ حضرت مہدی کا ظہور مکہ مکرمہ میں ہونا تھا۔ دوسری طرف انہیں یہ حدیث معلوم تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شیبی خاندان کو فتح مکہ کے موقع پر بیت اللہ کی کنجیاں سپرد کی ہیں۔ اور بیت اللہ چونکہ قیامت تک باقی رہے گا اس لیے مکہ میں چاہے سارے خاندان اُجڑ جائیں، شیبی کا خاندان قیامت تک باقی رہے گا۔

چنانچہ مولانا رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ کی جب آخری عمر ہوئی اور انہیں شدید اشتیاق تھا کہ حضرت مہدی کے ہاتھ پر بیعت اور ان کی قیادت میں جہاد نصیب ہو جائے، تو ان کو عجیب ترکیب سوجھی کہ جب یہ خاندان قیامت تک باقی رہے گا تو لامحالہ ظہور مہدی کے زمانہ میں بھی موجود رہے گا۔ جب حضرت مہدی کا ظہور ہوگا اور وہ کعبۃ اللہ کی دیوار سے ٹیک لگائے مسلمانوں کو بیعت کریں گے تب کعبۃ اللہ کی کنجیاں شیبی خاندان کے کسی فرد کے ہاتھ میں ہوں گی۔ چنانچہ اسی کے پیشِ نظر انہوں نے ایک حمائل شریف اور ایک تلوار لی اور ایک خط حضرت مہدی کے نام لکھا۔ اس خط کا مضمون یہ ہے: ''فقیر رفیع الدین دیوبندی مکہ معظمہ میں حاضر ہے اور آپ جہاد کی ترتیب کر رہے ہیں۔ ایسے مجاہدین آپ کے ساتھ ہیں جن کو وہ اجر ملے گا جو غزوۂ بدر کے مجاہدین کو ملا تھا۔ سو رفیع الدین کی طرف سے یہ حمائل تو آپ کے لیے ہدیہ ہے اور یہ تلوار کسی مجاہد کو دے دیجیے کہ وہ میری طرف سے جنگ میں شریک ہو جائے اور مجھے بھی وہ اجر مل جائے۔'' اور یہ تینوں چیزیں شیبی کے خاندان والوں کے سپرد کیں اور ان سے کہا کہ تمہارا خاندان قیامت تک رہے گا۔ یہ حضرت مہدی کے لیے امانت ہے۔ جب تمہارا انتقال ہو تو تم اپنے قائم مقام کو وصیت کر دینا اور ان سے کہہ دینا کہ وہ اپنے قائم مقام کو وصیت کرے اور ہر ایک یہ وصیت کرتا جائے یہاں تک یہ امانت حضرت مہدی تک پہنچ جائے۔'' (خطباتِ حکیم الاسلام: ج7، ص98)

ابتدائی تین باتیں

حضرت مہدی کے حوالے سے تین باتیں سمجھنا بہت اہم ہیں: (1) حضرت مہدی کون ہوں گے؟ (2) ظہور کے بعد کیا کریں گے؟ (3) کب ظاہر ہوں گے؟ ان کو اگر سمجھ لیا جائے تو اس موضوع سے متعلق بہت سی غلط فہمیاں ختم ہو جاتی ہیں۔ آج تک اس حوالے سے جو گمراہیاں پھیلائی گئیں یا جو غفلت برتی گئی، ان کی گنجائش بھی نہیں رہتی۔

پہلی بات: حضرت مہدی کون ہوں گے؟

سب سے پہلا سوال یہ ہے حضرت مہدی کون ہوں گے؟ اس سوال کا جواب دو طرح سے دیا جا سکتا ہے۔

1- حضرت مہدی کا غائبانہ تعارف:

حضرت کا غائبانہ تعارف تو متعین ہے کہ وہ حسنی سادات میں سے ہوں گے۔ ان کا نام نامی محمد یا احمد اور والد کا نام عبداللہ ہوگا۔ مہدویات کے محقق علامہ سید برزنجی فرماتے ہیں مجھے ان کی والدہ کے نام کے بارے میں کوئی صحیح روایت نہیں ملی البتہ بعض حضرات نے والدہ کا نام ''آمنہ'' تحریر کیا ہے۔ مہدی ان کا نام نہیں، لقب ہے۔ بمعنی ہدایت یافتہ۔ یعنی

اُمت کو ان کے دور میں جن امور کی ضرورت ہوگی اور جو چیزیں اس کی کامیابی اور برتری کے لیے ضروری ہوں گی اور پوری روئے زمین کے مسلمان بے تحاشا قربانیاں دینے کے باوجود محض ان چند چیزوں کے نہ ہونے کی وجہ سے کامیاب نہ ہورہے ہوں گے، حضرت مہدی کو قدرتی طور پر ان کا ادراک ہوگا اور وہ ان کوتاہیوں کی تلافی اور ان چند مطلوبہ صفات کو بآسانی اپنا کر اُمت کے لیے مثالی کردار ادا کریں گے۔ اور وہ کچھ چند سالوں میں کرلیں گے جو صدیوں سے مسلمانوں سے بن نہ پڑ رہا ہوگا؟ وہ ابھی پیدا نہیں ہوئے۔ عام انسانوں کی طرح پیدا ہوں گے۔ 40 سال کی عمر میں اُمت مسلمہ ان کو اپنا قائد بنائے گی اور ان کے ہاتھ پر بیعت کر کے کفر کے برپا کردہ مظالم کے خلاف وہ عظیم جہاد شروع کرے گی جس کا اختتام عالمی خلافت اسلامیہ کے قیام پر ہوگا۔ یہ تو ان کا سیدھا سادہ تعارف ہے جو اکثر احادیث میں موجود ہے۔

2- حضرت مہدی کا حاضرانہ تعارف:

جہاں تک بات حاضرانہ تعارف کی ہے تو اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ یاد رکھنی چاہیے کہ وہ شخص سچا مہدی کبھی ہو ہی نہیں سکتا جو مہدی ہونے کا دعویٰ کرے۔ دعوائے مہدویت اور حقیقی مہدویت میں آگ اور پانی کا تضاد ہے۔ اس کے کئی دلائل ہیں۔ چونکہ جھوٹے مدعی ہر دور میں فتنہ پھیلاتے رہے ہیں...... ہمارے زمانے میں بھی اس روحانی منصب پر فائز ہو کر دنیوی مفادات بٹورنے والوں کی کمی نہیں لہٰذا ہم جھوٹے مدعیوں کے فتنے کی تردید میں چند مضبوط دلائل پیش کرنے کی کوشش کریں گے:

(1) ''مہدویت'' ایک روحانی منصب ہے اور میرے شیخ و مرشد، محبوب العلماء والصلحاء حضرت مولانا پیر ذوالفقار احمد صاحب نقشبندی دامت برکاتہم اکابر کا ایک مقولہ نقل فرمایا کرتے ہیں: ''تصوف کے میدان میں مدعی کی سزا پھانسی ہے۔'' پھر بات یہ ہے کہ جتنی

سادات کو ظہور مہدی کا انعام ملا ہی اس لیے ہے کہ وہ اپنے جائز دعوے اور حق سے دستبردار ہو گئے تھے تو اب سچے مہدی کے لیے دعوے کے ذریعے یہ عظیم منصب حاصل کرنے کی کیا گنجائش رہ گئی ہے؟ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ نواسۂ رسول سیدنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ عظیم ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے سیدنا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں خلافت سے دستبردار ہو گئے تھے اور محض مسلمانوں میں اتفاق اور صلح کی خاطر اپنا یہ حق چھوڑ دیا۔ اس کے بدلے آخر زمانے میں جب امت کو اتفاق واتحاد کی ضرورت ہو گی تو اللہ پاک انہی کی اولاد میں سے ایک مجاہد لیڈر عالمی سطح پر خلافت کے قیام کے لیے منتخب فرمائیں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر کوئی چیز چھوڑ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو یا اس کی اولاد کو اس سے بہتر چیز عنایت فرما دیتے ہیں۔ چنانچہ محدود علاقے میں خلافت چھوڑنے کے بدلے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد کو عالمی خلافت کا انعام ملے گا۔ آپ کے حسنی ہونے کی دوسری وجہ علمائے کرام نے یہ لکھی ہے: جس طرح حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد سے بہت سے انبیائے کرام آئے اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کی نسل میں اللہ تعالیٰ نے صرف ایک نبی بھیجے جو "خاتم الانبیاء" تھے۔ اسی طرح حضرت حسین رضی اللہ عنہ کی نسل سے بہت سے اولیاء آئے جبکہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی اولاد سے ایک ہی بہت بڑے ولی آئیں گے جو "خاتم الاولیاء" ہوں گے۔ (دیکھیے: ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح: 10\147 اور مولانا ادریس کاندھلوی کی التعلیق الصبیح: 197/6)

(2) مہدویت کا از خود دعویٰ کرنے والے کے جھوٹے ہونے کی دوسری دلیل یہ ہے کہ حضرت مہدی تو حدیث شریف کی بیان کردہ واضح علامت اور سچے اللہ والوں کے طریقے کے مطابق امامت وعہدہ اور منصب قبول کرنے سے جتنا ان سے بن پڑے گا، گریز کریں گے حتیٰ کہ وہ سات علماء، جو دنیا کے مختلف حصوں (پاکستان وافغانستان، ترکی، شام،

مراکش، الجزائر، ازبکستان، سوڈان) سے حضرت مہدی کی تلاش میں آئے ہوں گے اور ہر ایک کے ہاتھ پر تین سو دس سے کچھ اوپر افراد نے بیعت کر رکھی ہوگی اور یہ سب مل کر شدت سے اس شخص کو تلاش کر رہے ہوں گے جس کے ہاتھ پر بیعت سے اُمت میں اتحاد و اتفاق ہوگا، مرکزی قیادت نصیب ہوگی، فتنوں کا خاتمہ ہوگا، یورپ کے صلیبیوں اور امریکا و اسرائیل کے یہودیوں کی سازشیں دم توڑ دیں گی اور حکومت الٰہیہ قائم ہوگی، یہ سب اہلِ علم وصلاح بھی ہوں گے اور اپنی اپنی جماعت سے موت تک جہاد کی بیعت بھی لیے ہوئے ہوں گے (اے اہلِ اسلام! علم دین، تصوف شرعی اور جہاد فی سبیل اللہ کے حاملین و داعیوں سے تم کہاں ورغلا لیے جاتے ہو؟) یہ ساتوں حضرات مل کر حضرت مہدی کو حرمین میں تلاش کریں گے۔ جب حضرت مہدی تک پہنچ جائیں گے اور ان میں تمام علامتیں پائیں گے تو تصدیق کے لیے ان سے پوچھیں گے: ''آپ فلاں بن فلاں ہیں؟'' حضرت مہدی ان کو خوبصورتی سے ٹالتے ہوئے کہیں گے: ''میں تو ایک انصاری ہوں۔'' یعنی اللہ کے دین کی مدد کرنے والا! اور یہ کہہ کر مکہ مکرمہ سے چھپ کر مدینہ منورہ چلے جائیں گے۔ یہ حضرات آپ کو تلاش کرتے کرتے مدینہ شریف پہنچ جائیں گے۔ حضرت مہدی امامت کا عہدہ دیے جانے سے بچنے کے لیے ان سے چھپ کر پھر مکہ مکرمہ آجائیں گے۔ یہ علمائے کرام بے تاب ہوں گے کہ ہم نے دنیا بھر میں جہاد کیا۔ اصلاحی کوششیں کیں۔ جان، مال، عزت آبرو کی بے حساب قربانیاں دیں۔ منزل پھر بھی ہاتھ آکے نہیں دے رہی۔ کفر کا زور ٹوٹ رہا ہے نہ کفریات کا غلبہ ختم ہو رہا ہے اور اس کی وجہ محض کسی جری اور اہل قائد کا نہ ہونا ہے۔ اُمت کو جس قائد کی ضرورت ہے، جس میں عقل و سوجھ بوجھ بھی ہو، جرأت و شجاعت بھی اور قدرت کی طرف سے ہدایت و نصرت بھی، اس کے قریب پہنچ کر بھی ہم پھر محروم رہ گئے۔ یہ آپ کو کھوجتے کھوجتے پھر حرم مکی آپہنچیں گے۔ اس طرح تین چکر حرمین کے درمیان لگیں

گے۔آخر کار یہ علماء تیسری مرتبہ حضرت مہدی کو حجر اسود کے پاس جالیں گے۔آپ کعبہ کے ساتھ چمٹ کر، چہرہ کعبہ کی دیوار پر رگڑتے ہوئے اُمت کی حالت پر رو رہے ہوں گے۔ یہ علماء آپ کو پہلے خدا کا واسطہ دے کر کہیں گے کہ اگر آپ نے بیعت کے لیے ہاتھ نہ بڑھایا تو جتنی اُمت مظلومیت کی حالت میں ماری جارہی ہے، اس سب کا گناہ آپ کے سر پر ہوگا۔ اس پر حضرت مہدی مجبور ہو کر مقام ابراہیم اور حجر اسود کے درمیان بیٹھ کر ان سے کہیں گے کہ آؤ! پھر آخری فتح تک اکٹھے جینے مرنے کا عہد کرتے ہیں۔امیر اور مامور کے اس عہد کو شریعت کی اصطلاح میں ''بیعت'' کہتے ہیں۔ چنانچہ وہ ان علمائے کرام سے شریعت کی اتباع اور مرتے دم تک جہاد پر بیعت لیں گے۔اس ہجرت اور جہاد کے نتیجے میں عالمی سطح پر خلافت اسلامیہ قائم ہو جائے گی۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت فرما کر جہاد کا عمل جاری کیا تھا۔ حضرت مہدی مدینہ منورہ سے مکہ مکرمہ ہجرت معکوس فرما کر جہاد کی سنت کو پھر سے زندہ فرمائیں گے اور مسلمانوں کی امیدوں، تمناؤں اور خوابوں کو تعبیر مل جائے گی۔

(3) ایک اور دلیل جو حُبِّ جاہ کے مریضوں کی طرف سے مہدی ہونے کا دعویٰ کرنے والوں کو جھوٹا ثابت کرتی ہے، یہ ہے کہ ظہور سے پہلے خود حضرت مہدی اپنے مقام سے ناواقف ہوں گے۔ان کی اپنی صلاحیتیں خود ان پر مخفی ہوں گی اور وہ ایک عام آدمی کی زندگی گزار رہے ہوں گے..... بھلا وہ کیسے مہدی ہونے کا دعویٰ کرسکیں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک روایت منقول ہے: عن علی قال: قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : "اَلْمَهْدِيُّ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ يُصْلِحُهُ اللّٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ". (ابن ماجه، باب خروج المهدی: ٤ / ٣١٠ و مسند احمد ١ / ١٠٦) ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے، اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں ان کو یہ صلاحیت عطا فرمادے گا۔

اس حدیث کی شرح میں شیخ عبدالغنی دہلوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "أي يُصلِحه اللّٰهُ في ليلةٍ أي يُصلِحه للإ مارةِ و الخلافة بغاءةً و بغتةً". (إنجاح الحاجة على هامش ابن ماجه) یعنی اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں اچانک ان کو امارت اور خلافت کی یہ صلاحیت عطا فرمادے گا۔

علامہ ابن کثیر رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں: "أي يتوبُ عليه و يُوَفِّقُهُ و يُلهِمه ويُرشدهُ بعدَ أن يكن كذلك". (انهاية في الفتن و الملاحم ۳۱/۱) یعنی اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی فضل وتوفیق سے سرفراز فرما کر پہلے انہیں (حقیقت کا) الہام کریں گے اور اس مقام سے آشنا کریں گے، جس سے وہ پہلے ناواقف تھے۔

حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں: ''ایک عمیق حقیقت اس سے حل ہو جاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں پر بعض ضعیف الایمان قلوب میں یہ سوال اٹھ سکتا ہے کہ جب حضرت مہدی ایسی کھلی ہوئی شہرت رکھتے ہیں تو پھر ان کا تعارف عوام وخواص میں کیسے مخفی رہ سکتا ہے؟ اس لیے مصائب وآلام کے وقت ان کے ظہور کا انتظار معقول معلوم نہیں ہوتا ہے۔ لیکن اس لفظ (يصلحه الله في ليلة) نے یہ حل کر دیا کہ یہ صفات خواہ کتنے ہی اشخاص میں کیوں نہ ہوں، لیکن ان کے وہ باطنی تصرفات اور روحانیت مشیتِ الٰہیہ کے ماتحت اوجھل رکھی جائے گی۔ یہاں تک کہ جب ان کے ظہور کا وقت آئے گا، تو ایک ہی شب کے اندر اندر ان کی اندرونی خصوصیات منظرِ عام پر آجائیں گی۔ گویا یہ بھی ایک کرشمۂ قدرت ہوگا کہ ان کے ظہور کے وقت سے قبل کوئی شخصیت ان کو پہچان نہ سکے گی اور جب وقت آئے گا، تو قدرتِ الٰہیہ شب بھر میں وہ تمام صلاحیتیں ان میں پیدا کر دے گی جن کے بعد ان کا مہدی ہونا خود ان پر اور تمام دنیا پر بھی منکشف ہو جائے گا۔

(ترجمان السنة: ٤/٤٠٤)

اس ساری تفصیل سے جو مستند کتابوں میں مذکور ہے (اس وقت بندہ کے سامنے دو درجن کے قریب کتابیں موجود ہیں جن کی فہرست اس کتاب کے آخر میں ہے) معلوم ہوا

کہ مہدی ہونا جہادی اور عسکری قیادت کے ساتھ ساتھ ایک طرح سے روحانی منصب ہے اور روحانیت کے مقام پر فائز لوگ منصب کا دعویٰ نہیں کیا کرتے۔ البتہ ان کی کارکردگی اور صلاحیت ایسی ہوتی ہے کہ لوگ عہدوں اور مناصب کو از خود ان پر صدقے واری کرتے ہیں۔ پھر مہدی کی مسند پھولوں کی سیج نہیں، کانٹوں بھرا تاج ہے۔ اس میں یوں نہیں ہوگا کہ مہدی موعود ہونے کا دعویٰ کر کے کوئی صاحب مسند نشین ہو جائیں، نذرانے وصول فرماتے رہیں اور اُمت کے مسائل حل کرنے اور اس کی کشتی کو منجدھار سے نکالنے کے لیے قربانی دینے کے بجائے خود ایک نیا مسئلہ بن کر صدر نشین ہو جائیں۔ مہدی ہونے کا مطلب پوری دنیائے کفر کی مخالفت، اس سے ٹکراؤ، جان پر کھیل کر مظلوم مسلمانوں کی امداد، آگ کے دریا سے گزر کر فتح کا حصول اور خون کا سمندر پار کر کے ''خلافت الٰہیہ علیٰ منہاج النبوۃ'' کا قیام ہے۔ اب فرمایئے کہ اس میں دعویٰ کی گنجائش کتنی ہے اور عمل و کردار کی سچائی کتنی ضروری ہے؟ مرزا قادیانی کی طرح کے مردودوں اور گوہر شاہی قسم کے پاجیوں کا یہاں کیا گزر ہے؟

یہاں یہ بات خصوصیت سے ملحوظ رہے کہ حضرت مہدی جس طرح کعبے کے پردوں سے چمٹ کر دیوار کعبہ پر منہ رگڑتے ہوئے اُمت کی بدحالی پر رو رہے ہوں گے، اسی طرح یہ سات علماء بھی ان کی جستجو میں بے چین و بے تاب ہوں گے۔ ان کے ساتھ موجود تین سو افراد بھی دنیا بھر سے ان کی تلاش میں حرمین پہنچ چکے ہوں گے اور اپنا سب کچھ امیر کے ایک اشارے پر لٹانے کے لیے تڑپ رہے ہوں گے۔ اُمت مسلمہ کے لیے امیر اور مامور کی یہ تڑپ اور کڑھن وہ چیز ہے جس پر اللہ تعالیٰ اُمت کی خدمت کا کام لیتے، مشکل چیزوں کو آسان کرتے اور صحیح وقت پر صحیح چیز کی غیبی توفیق عطا فرماتے ہیں۔ پس جسے حضرت مہدی کے متعلق معلومات کا شوق ہے، اسے پہلے تو اپنی حالت سدھارنی چاہیے، حقوق اللہ و حقوق العباد کی ادائیگی کا اہتمام کرنا چاہیے اور پھر اپنے بجائے اسلام کے لیے سوچنا چاہیے۔ اُمت مسلمہ کی بگڑی بنانے میں علماء، مشائخ اور مجاہدین کا ہاتھ بٹانا چاہیے۔ اپنے جان، مال، وسائل میں مسلمانوں کے لیے وافر حصہ رکھنا چاہیے۔ ایسے ہی لوگ یا ان

کی نسلیں اس مبارک لشکر میں شامل ہوسکتی ہیں۔ محض اندازے، قیاسات، تخیلات اور عمل کے بغیر حسب منشا نتائج کی اُمید یا قربانی کے بغیر نرے جذبات کسی کام کے نہیں۔

ان دو جوابوں کے بعد بعض قارئین کی نظر میں پہلا سوال ختم ہوگیا ہوگا لیکن درحقیقت یہیں سے یہ سوال ایک نئے پہلو سے سر اُٹھاتا ہے۔ حضرت مہدی کون ہوں گے؟ اس سوال پر اب تک جو بات ہوئی ہے وہ کتابی یا علمی اور ذہنی ہے۔ لیکن کیا محض اس سے تشفی ہوجاتی ہے؟ اس تخیلاتی تعارف کو عصری تطبیق کی شکل دیے بغیر بات پوری ہوجائے گی؟ یہ عاجز سمجھتا ہے کہ بات کو یہیں تک لاکر چھوڑنے سے گمراہ اور نفس پرست قسم کے لوگوں کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ جہاں چاہیں تطبیق کرتے پھریں اور جسے چاہیں مہدی مان کر اس کے لیے بہائی گئی جھوٹی روحانیت اور نفسیاتی مراعات کی گنگا میں ہاتھ دھوتے رہیں...... ہمارے ہاں چونکہ طبیعتیں اور دماغ فتنہ زدہ ہیں اس لیے جھوٹے مدعیوں کے پیچھے چلنے والے بہت ہیں اور سچے مہدی کی طلب رکھنے والے کم ہیں۔ کیونکہ جو یہ طلب رکھے گا اسے اس کے تقاضے بھی پورے کرنے پڑیں گے اور ناآسودہ حسرتوں اور تشنہ تمناؤں کے مارے ہوئے آج کے مسلمانوں کے لیے یہی وہ چیز ہے جس سے ہماری جان جاتی ہے۔ دوسری طرف یہ بھی حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے سچے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے قیامت کی طرح اس کی علامات کو بھی کسی قدر مبہم رکھا ہے۔ ان کی صحیح تعیین کسی کے بس کی بات نہیں۔ بہت سے محققین کے اندازے بھی غیر واقعی ثابت ہوئے ہیں۔ البتہ حتمی تعیین اور مکمل ابہام کے درمیان محض امکانی تطبیق اور ممکنہ مصداق کی حد تک بات کی جائے، اس کی صحت پر اصرار نہ کیا جائے، نہ اس کی بنیاد پر شریعت کے خلاف یا اکابرین کے مشرب سے ہٹ کر کوئی تاویل کی جائے اور علمائے کرام ومشائخ عظام کی توجیہات وتنبیہات کو قبول کرلینے کے لیے تیار رہا جائے تو زبان کھولنا شاید ممنوع نہ ہوگا، خصوصاً اس لیے کہ مقصد صرف اور صرف عامۃ المسلمین کو اصلاح نفس اور جدوجہد وجہاد کی دعوت دینا ہو۔ تو آئیے! ایک نظر ذرا اس پہلو پر ڈالتے ہیں۔ وباللہ التوفیق، وھو العاصم من الشرور والفتن۔

دم مست قلندر

دوسری بات: حضرت مہدی کون ہوں گے؟

حضرت مہدی کون ہوں گے؟ یہ سوال جتنا اہم ہے اتنا ہی اہم یہ ہے کہ ان کے ساتھ چلنے والے کون ہوں گے؟ امیر کی پہچان جتنا لازمی ہے اتنا ہی لازمی یہ بھی ہے کہ اس کے مامور اور اس کے گرد موجود جماعت کی پہچان ہوتا کہ حضرت مہدی کو کوئی پا سکے یا نہ پا سکے، ان صفات کو تو پا جائے جو موت سے قبل موت کی تیاری میں کام آسکتی ہیں۔

قارئین محترم! احادیث میں دو اشارے ایسے ملتے ہیں جن سے آخری زمانے کے کامیاب قائد اور اس کے خوش نصیب کارکن دونوں کی کسی قدر پہچان ہو جاتی ہے اور آدمی کو حق و باطل میں فرق کرنے، حق کے لیے قربانی دینے اور باطل کے خلاف ڈٹ جانے کا حوصلہ مل جاتا ہے۔ یہ دونوں احادیث بندہ کے سامنے عربی میں باحوالہ موجود ہیں۔ حوالہ مسلم شریف اور مشکوۃ شریف کا ہے۔ لیکن اگر ہم عربی عبارت کی طرف گئے تو یہ تحقیقی مضمون بن جائے گا جبکہ بندہ تحقیق کا اہل نہیں۔ تحقیق کے لیے ہمیشہ اپنے اکابر کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اللہ پاک نے ہمارے اکابر علمائے دیوبند کو جس علم اور تقویٰ سے نوازا، وہ راسخ ہے اور

جو فہم وبصیرت عطا کی، وہ کامل ہے ہماری خوش نصیبی یہ ہے کہ ان سے پوچھ پوچھ کر چلتے رہیں اور ان کی تقلید میں احتیاط اور نجات کو مضمر سمجھیں۔ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب دامت برکاتہم نے اپنے والد حضرت مفتی اعظم مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ کی لکھی ہوئی جس معرکۃ آلارا کتاب کی تحقیق وتلخیص کی ہے اور اس کے آخر میں ''فہرست علامات قیامت'' کے عنوان کے تحت تیسری علامت یوں تحریر ہے: ''نزول عیسیٰ تک اس اُمت میں ایک جماعت حق کے لیے برسرپیکار رہے گی جو اپنے مخالفین کی پروانہ کرے گی۔ اس جماعت کے آخری امیر امام مہدی ہوں گے۔'' (ص:142) اس میں آخری جملہ (اس جماعت کے آخری امیر امام مہدی ہوں گے) بہت اہم ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے حضرت مہدی نہ کسی غیر جہادی جماعت کے امیر ہوں گے نہ کسی اور قسم کے فکری یا تنظیمی گروہ کے، وہ جہادی جماعتوں کے آخری امیر ہوں گے۔ اہل حق کی تمام جہادی جماعتیں اور ان کے ذمہ دار اپنی اپنی جماعتوں کو ان کے ہاتھ میں دے کر ان کے ساتھ ضم ہوجائیں گے اور دنیا بھر میں الگ الگ جو کوششیں ہورہی ہیں، وہ حضرت مہدی کے جھنڈے تلے جب اکٹھی ہوں گی تو مجاہدین کی بے مثال قربانیاں اور حضرت مہدی کی ذہین اور جرات مند قیادت مل کر مسلمانوں کو وہ گمشدہ چابی واپس دلوادے گی جو عرصہ ہوا گم ہوگئی ہے اور فتح ونصرت اور ترقی وکامیابی کی گاڑی کے چاروں ٹائر (علم، تقویٰ، دعوت، جہاد) موجود ہونے کے باوجود چل کے نہیں دے رہی۔

اب مامورین اور کارکنوں کی پہچان کی طرف آیئے۔ مسئلہ ہی بالکل صاف ہوجائے گا۔ دنیا میں اس وقت مسلمانوں کے تین مخالفین ہیں: یہود وہنود (مشرکین)، عیسائی۔ حضرت مہدی کی جنگ عیسائیوں (یورپی یونین) سے ہوگی۔ ہندوؤں اور ارتدادی فکر کے شکار نام نہاد مسلم حکمرانوں کو حضرت مہدی کی طرف سے ہندوستان کے لیے تشکیل کردہ جانباز

شکست دے کر اور بیڑیاں لگوا کر گرفتار کر کے لائیں گے۔ یہود اور ان کے سربراہ الدجال الاعظم کے خاتمے کے لیے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔ اس کی ایک حکمت تو یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بے تحاشا ستایا۔ جان لینے کی کوشش کی۔ آپ کے حواریوں نے آپ کے گرد جانیں دے کر آپ کی حفاظت نہ کی۔ انہی یہود نے مشرکین کے ساتھ مل کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بہت ستایا۔ جان لینے کے درپے ہو گئے۔ آپ کے صحابہ نے آپ کے گرد اپنے جسموں کی دیوار کھڑی کر دی۔ مہاجر صحابہ تو نکلے ہی کشتیاں جلا کر تھے لیکن انصار کا حال بھی یہ تھا کہ جب تک ایک بھی زندہ تھا، ممکن نہ تھا کہ اس پر سے گزرے بغیر کوئی آپ تک پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ اس وفا اور فدائیت پر امت محمدیہ کو یہ انعام دیں گے کہ جس طرح اس امت کے شروع کے لوگوں نے اپنے پیغمبر کے ساتھ مل کر ''یہودِ مدینہ'' کے خاتمے کا کارنامہ انجام دیا، اسی طرح اس اُمت کے آخری لوگ ''یہودِ عالم'' کے کلی خاتمے کے لیے بھی دوبارہ بحیثیت امتی آئے ہوئے پچھلے پیغمبر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھی بن کر سابقین کی یاد تازہ کریں گے۔

دوسری وجہ یہ کہ دجال کو غیر معمولی سائنسی طاقتیں حاصل ہوں گی۔ مغرب میں مصروف کار تمام دنیا کے ذہین ترین دماغ جو کچھ ایجاد کر رہے ہیں، یہ دراصل دجال کے ظہور کے لیے میدان ہموار کر رہے ہیں۔ یہ اپنی ساری ٹیکنالوجی اس کے دامن میں ایسے ہی ڈال دیں گے جیسے کہ اہلِ حق میں سے خوش نصیب لوگ حضرت مہدی کا ظہور اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول ہونے پر اپنا سب کچھ ان کے پلڑے میں ڈال دیں گے۔ امریکا اور دنیا بھر سے کھنچ کر امریکا آئے ہوئے ذہین دماغوں کی ایجادات کہاں تک جا پہنچیں گی؟ اس کا اندازہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث سے لگایا جا سکتا ہے جس میں سائنس کے بل بوتے پر دجال کی غیر معمولی ''شعبدہ بازیاں'' بیان کی گئی ہیں۔ ایک تازہ

ترین ایجادسن لیجیے۔''برموداٹرائی اینگل'' نامی مقناطیس تکون میں جولہریں کارفرماہیں انہیں محفوظ کرلیا گیا ہے۔ان کواگر کسی انسان، جہاز یا کسی بھی دیوہیکل چیز پرڈالا جائے تو وہ ویسے ہی غائب ہو جائے گی جیسے برمودا کے تکون میں سالم ہوائی اور بحری جہاز غائب ہو جاتے ہیں۔ یہ چیز حاصل ہونے کے بعد محفوظ ہو چکی ہے۔عنقریب جب حالات کی بھٹی میں جنگ کی آگ مزید گرم ہوگی تو اس ایجاد کا استعمال مادہ پرستوں کی آنکھوں کو خیرہ کرڈالے گا اور وہ ارضی خداوؤں کی جھوٹی خدائی کے پہلے سے زیادہ قائل ہو جائیں گے جبکہ خدامست ملنگوں کواس کی ویسی ہی پروانہ ہوگی جیسا کہ سابقہ حدیث میں بیان ہوا ہےاور جیسا کہ آج دنیا اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے۔دجال اعظم کو حاصل اس طرح کی غیر معمولی سائنسی قوتوں کے مقابلے کے لیے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو غیر معمولی معجزانہ قوتیں دی گئی ہیں۔

جب حضرت مہدی کی یورپی عیسائیوں سے جنگ ہوگی اس میں حضرت کے ساتھ بارہ ہزار کے قریب مجاہد ہوں گے:

''بارہ ہزار کی تعداد کو کمی کی بنا پر شکست نہیں دی جاسکتی۔''(حدیث شریف)

دوسری طرف متحدہ یورپی فوج میں نو لاکھ ساٹھ ہزار کا ٹڈی دل ہوگا۔بارہ جھنڈے ہوں گے اور ہر جھنڈے کے نیچے اسی ہزار سورما ہوں گے۔(9,60,000=80x12)۔ یہ لوگ یورپ کے دروازہ قسطنطنیہ (استنبول) سے گزر کر شام کی سرزمین پر آئے ہوئے ہوں گے۔گویا ظاہر میں دونوں فریقوں میں کوئی جوڑ ہی نہ ہوگا۔اس پر''یورپین کولیشن'' حضرت مہدی اوران کے رفقا پر رحم کھا کرایک پیش کش کرے گی۔ایک آسان سا مطالبہ رکھے گی کہ یہ پورا کردو، ہم واپس چلے جاتے ہیں۔تم صرف اتنا کرو:''تم نے ہمارے جوآدمی قید کیے تھے اور وہ ہمارا مذہب چھوڑ کر تمہارا مذہب اپنا چکے ہیں، اب تمہارے ساتھ مل کر ہم سے

لڑنے کے لیے آئے ہیں، تم ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جاؤ، ہم صرف ان سے لڑنے کے لیے آئے ہیں۔ تم سے ہمیں کوئی سروکار نہیں۔''

آپ نے غور فرمایا: چند گوری چمڑی والے یورپی جنگی قیدی مسلمانوں کا حسن سلوک دیکھ کر مسلمان ہو چکے ہیں۔ وہ آبائی مسلمان نہیں، نومسلم ہیں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جادوگروں کی طرح ان کا ایمان اتنا کامل ہو چکا ہے کہ بارہ ہزار کے لشکر کے ساتھ شامل ہو کر ساڑھے نو لاکھ سے ٹکرانے کے لیے تیار ہیں۔ ان چند نومسلم افراد کی حوالگی پر دنیا کی ترقی یافتہ ترین متحدہ قوتوں کا لشکر واپس جانے پر تیار ہے اور چند ہزار ٹوٹے پھوٹے مجاہدین کی جاں بخشی اس سے مشروط ہے جنہیں موت سامنے نظر آ رہی ہے...... لیکن ان چند کامل الایمان جہادیوں کا جواب سنیے:

''اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ وہ اسلام قبول کر کے ہمارے بھائی بن چکے ہیں۔ ہم انہیں کسی صورت میں اکیلا نہیں چھوڑیں گے۔''

اللہ اکبر! بتائیے یہ جرأت اس وقت روئے زمین پر موجود کس طبقے میں ہے؟ کون ہے جو ایک سپر پاور نہیں، تمام سپر پاورز، تمام پارٹنرز، تمام نان پارٹنرز کو ٹکا سا جواب دے سکتے ہیں کہ ملک جاتا ہے تو جائے، حکومت چھنتی ہے تو سو بار چھنے، ہم کسی مسلمان کو کفار کے حوالے کرنے کی بے غیرتی کبھی نہیں کر سکتے۔ وہ اور ہوں گے جو چند ڈالروں کے عوض اہل بیت کو بیچتے ہیں اور پھر ماں کی گالی کھاتے ہیں۔

بتائیے! پہچان میں کوئی مشکل رہ گئی ہے؟ کوئی سمجھ کر بھی نہ سمجھے تو اس کی مرضی...... ورنہ کوئی حجاب، کوئی رکاوٹ، کوئی حائل نہیں۔

''جب تم دیکھو کہ خراسان کی جانب سے سیاہ جھنڈے نکل آئے تو اس لشکر میں شامل ہو جاؤ، چاہے تمہیں اس کے لیے برف پر گھسٹ کر (کرالنگ کر کے) کیوں نہ جانا

پڑے، کہ اس لشکر میں اللہ کے آخری خلیفہ مہدی ہوں گے۔''

یہاں پہنچ کر پہلا سوال کافی حد تک حل ہو چکا ہے۔ غائبانہ تعارف سے حاضرانہ تعارف تک کا مسئلہ کافی سنسنی خیز ہوتا ہے۔ اس میں بہت لوگ یا تو نہایت جلدی کرتے ہیں اور جھوٹے مدعیوں کو سچا سمجھنے لگتے ہیں (ایک جھوٹے مدعی شہباز کاذب کی حال ہی میں گرفتاری کے بعد فیصل آباد سینٹرل جیل میں اس کے چیلوں نے پیش گوئیاں جھوٹی ثابت ہونے پر ٹھکائی لگائی ہے) اور کچھ لوگ اس کے نہایت دور دراز اور طویل المیعاد ہونے کے قائل ہیں۔ دراصل صحیح تعیین تو ممکن ہی نہیں، نہ اس مسئلے کی نہ اس جیسے دیگر مسائل کی، لیکن مکمل ابہام بھی قابلِ قدر روش نہیں۔ حتمی انجام اور حتمی تعیین کے درمیان کا راستہ محتاط اور محفوظ رویہ ہے۔ حدیث شریف میں ایک اور جملے کی کچھ وضاحت کے بعد ہم آگے چلیں گے۔ فرمان نبوی ہے: ''نزول عیسیٰ تک اس زمین میں ایک جماعت حق کے لیے برسرپیکار رہے گی جو اپنے مخالفین کی پروانہ کرے گی۔''

اس میں جماعت حق کی دو مخصوص صفات بیان کی گئی ہیں: (1) جہاد اور مسلسل جہاد۔ (2) مخالفین کی پروا نہ کرنا۔ آج کون سی سرزمین ہے جہاں جہاد نامی فریضہ مٹ جانے کے بعد زندہ ہوا اور مسلسل زندہ ہے۔ دنیا میں جہاد کی کوئی قسم نہ ہوگی جو یہاں نہ لڑی گئی ہو۔ منکرین، ملحدین، باغیین، مرتدین اور اب متحدہ کافرین کے خلاف غرضیکہ ہر نوع کا جہاد یہاں ہوا اور ہو رہا ہے۔ مخالفین کی پروانہ کرنا (قراری دا، ہش شی نشتہ: سب ٹھیک ہے۔ کسی قسم کا کوئی مسئلہ نہیں) یہ کس کا تکیہ کلام اور مخصوص مزاج ہے؟ نیوز ویک کی تازہ رپورٹ ہے:

''طالبان جس قسم کی RESILIENCE اور FEROCITY کا مظاہرہ کر رہے ہیں، اس سے واشنگٹن اور نیٹو تنظیم کے دوسرے دارالحکومتوں میں خطرے کی

گھنٹیاں بجنا شروع ہوگئی ہیں اور SOUL SEARCHING کا ایک نیا دور جنم لے رہا ہے کہ ایک نسبتاً RAGTAG بغاوت نے کس طرح دنیا کی طاقتور ترین افواج کو اپنے قریب تک آنے سے روکا ہوا ہے۔"

سبحان اللہ! ایک طرف ایک ایسی بکھری ہوئی منتشر اور ٹوٹی پھوٹی بے وسائل جماعت ہے جن کا اپنا ملک بھی اس کے خلاف ہے۔ دوسری طرف 143 ایسے ممالک ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی دنیا کے کسی ملک کو دھمکی دے تو اس کے اوسان خطا ہو جائیں...... لیکن نتیجہ کیا ہے؟ جو آج سے سات آٹھ سال پہلے تھا کہ فضائی حملوں سے ابتدا ہو کر واپس فضائی حملوں پر بات چلی گئی ہے۔ قریب آنا تو دور کی بات ہے، زمین پر آنے کی جرات کرنا مشکل ہوگیا ہے۔ 43 ممالک "ایساف" میں شامل ملکوں کو اچھی طرح گننے کے بعد سامنے آئے ہیں۔ مادی طاقت کے لحاظ سے تو امریکا اکیلا ہی کافی تھا۔ کسی کو گھر بیٹھے آنکھیں ہی دکھادے تو اس کا کام ہو جاتا ہے۔ فون کردے تو کندھے کے بیچ ہی بھول جاتے ہیں۔ اس سے اکیلے بن نہ پڑا تو "اجمعوا امرکم وشرکائکم" کے تحت اس نے نیٹو کو پکارا۔ 26 ممالک دوڑے چلے آئے۔ جبکہ دنیا فتح کرنے کے لیے ان میں سے دس بھی کافی تھے...... لیکن بات پھر بھی نہ بنی۔ غیر منظم اور غیر تربیت یافتہ جنگجو پھر بھی بھاری پڑنے لگے تو نان نیٹو ممالک کو ملا لیا گیا۔ دس مزید پارٹنرز کے آنے سے بات 36 تک جا پہنچی۔ اب تو زمین کے علاوہ کسی اور سیارے کو روندنا بھی ممکن تھا...... لیکن معلوم ہوا کہ افغان قوم جب سے مسلمان ہوئی، چیزے دیگر است۔ چنانچہ سات کے قریب نان نیٹو اور نان پارٹنر بھی آپہنچے۔ ان میں "بی مینڈکی کو بھی زکام ہوا" کے مصداق سنگاپور جیسے ناک کے چھینٹے بھی شامل ہیں اور نیوزی لینڈ جیسے دور دراز واقع جن کا طالبان سے کوئی سروکار نہیں، بھی موجود ہیں۔ ان 43 ممالک کے بعد خود اپنا ملک افغانستان بھی خلاف ہے۔ حضرت طالوت کے

قلیل لشکر کا جالوت کے متحدہ لشکر سے مقابلے کے بعد، بدر اور احزاب کے بعد، ایوبی کی صلیبی جنگوں کے بعد، کیا انسانی تاریخ میں کسی نے ایسا منظر دیکھا ہوگا کہ ایک طرف تو 44 ممالک اور دوسری طرف کوئی ملک نہیں، فوج نہیں، منظم طاقت نہیں، بکھری ہوئی ''لاہوت لامکان'' میں رہنے والی جماعت جس کا کوئی فرد سرِعام اپنی شناخت بھی نہیں کرواسکتا...... لیکن اس کی خود اعتمادی کا حال یہ ہے کہ پوری دنیا کی خوفناک ترین عسکری طاقتوں کی اسے ذرا برابر پروا نہیں۔ ''دم مست قلندر'' کا نعرہ لگاتے تو بہت سے لوگ ہیں لیکن نبھایا اسے کسی کسی نے ہی ہے۔

کامیابی کا راز

دوسرا سوال: حضرت مہدی کی جدوجہد کیا ہوگی اور کس طرح ہوگی؟

حضرت مہدی کے متعلق دوسرا اہم سوال یہ ہے کہ ظہور کے بعد ان کے جدوجہد کی نوعیت کیا ہوگی اور جو کچھ کریں گے وہ ان کے لیے کیونکر ممکن ہوگا؟ بیعت جہاد کے بعد قیامِ خلافت تک انہیں دنیا بھر کی ترقی یافتہ ترین طاقتوں سے جس قیامت خیز معرکہ آرائی کا سامنا ہوگا، اس کی گرمی سے وہ کیونکر سرخرو ہوکر نکلیں گے؟ جبکہ آج کی دنیا میں سیاسی، فکری، معاشی، عسکری غرض ہر سطح پر طاغوتی طاقتیں ناقابلِ شکست طور پر غالب نظر آ رہی ہیں۔ زمین پر اور سمندروں میں ان کی حکمرانی ہے۔ فضا اور خلا میں ان کی برتری کا شور ہے۔ بظاہر ایسی کوئی صورت مستقبل قریب میں دور دور تک نظر نہیں آتی کہ مسلمان اس غلبے کے طلسم کو توڑ سکیں گے؟ ایک ایک ملٹی نیشنل کمپنی کا بجٹ کئی مسلم ملکوں سے زیادہ ہے۔ ایک ایک تھنک ٹینک ایسا ہے کہ اکیلا ہی مغرب کو سو سال کی منصوبہ بندی کر کے دے رہا ہے۔ اتحاد بھی ان میں ایسا ہے کہ امریکا اور روس آپس میں روایتی دشمنی اور بعد المشرقین کا عملی مصداق ہوتے ہوئے بھی پاکستان کی مخالفت میں بغیر کسی کی ترغیب کے خود بخود فطرتاً اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

پھر دوسروں کا تو کہنا ہی کیا، ان کا اتحاد تو وجود میں ہی ''دہشت گردی'' کے خاتمے اور ''عالمی حکومت'' کے قیام کے لیے آیا ہے۔ دنیا بھر کی معیاری ترین یونیورسٹیاں مغرب میں ہیں۔ امریکا میں 5758 یونیورسٹیاں ہیں۔ جبکہ پوری مسلم دنیا کے 57 ملکوں میں یونیورسٹیوں کی مجموعی تعداد صرف 500 ہے اور پورے عالمِ اسلام میں ایک بھی یونیورسٹی ایسی نہیں جسے دنیا کی ٹاپ 500 یونیورسٹیوں میں شمار کیا جاسکتا ہو۔ مغربی حکومتیں پوری مسلم دنیا کے ذہین ترین دماغوں اور اعلیٰ ترین ہنرمندوں کو پرکشش مراعات کے عوض کھینچ کر اپنے طلسم میں جکڑ لیتی ہیں اور پھر وہ ہمیشہ وہیں کا ہو کر رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں کے ہاتھ فقط نااہل، مفاد پرست اور حب الوطنی سے عاری کچرا مال ہی موجودہ بیوروکریسی کی شکل میں باقی رہ جاتا ہے۔ مسلمانوں میں نظم وضبط، تعلیم وتربیت، اعلیٰ اخلاقیات، بلند نظری، اجتماعیت، صبر وتقویٰ...... غرضیکہ ہر وہ چیز جو کسی انسانی گروہ کو قوم اور فتح گر کو فاتح بناتی ہے، ہر اس چیز کی ایک ایک کر کے کمی پائی جاتی ہے۔ مسلمانوں کی ذہانت کا لوہا تو آج بھی دنیا مانتی ہے مگر یہی ذہانت اور بے مثال صلاحیت مغرب کے آنگن میں روشنی پھیلانے کے علاوہ کسی کام آ کے نہیں دے رہی؟؟؟ جوں جوں وقت آگے بڑھ رہا ہے، ہر صبح مغرب کی کسی نئی انوکھی ترقی کی نوید اور ہر شام مسلمانوں کی مزید بدحالی کی خبریں لا رہی ہے۔ اس صورتِ حال میں کیا ہم یہ تسلیم کرلیں کہ حضرت مہدی کسی ''ماوراء الفطرت'' قوت کے مالک ہوں گے کہ ان تمام مادی قوتوں کو طبعی قوانین سے ہٹ کر شکست دینا ان کے لیے ممکن ہوگا؟ کیا محض خلافِ عادت ظاہر ہونے والی کرامتوں سے وہ ان تمام سائنسی ایجادات کو پامال کر ڈالیں گے جن کی مثال انسانی تاریخ میں نہیں مل رہی یا اس میں ان کی اور ان کے ساتھیوں کی فکری، عملی اور عسکری جدوجہد کا عمل دخل بھی ہوگا؟ اور اگر ہوگا تو اچانک یہ کایا کیسے پلٹ جائے گی کہ مغرب کے حق میں رُخ کر کے چلنے والی ہوائیں مشرق کے مظلوموں کے لیے دادرسی کی

نوید بن جائیں گی؟؟؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ دنیائے کفر کے اس فتنہ خیز غلبے کا توڑ حضرت مہدی کی بے لوث اور اہل قیادت اور مسلمانوں کی بکھری ہوئی صلاحیت اور منتشر جدوجہد دونوں مل کر کریں گی۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت مہدی کے ہاتھ پر اللہ تعالیٰ محیر العقول کرامات کو بھی ظاہر فرمائے گا لیکن ان کی جو سب سے بڑی کرامت ہوگی وہ یہ کہ جب وہ اپنے ساتھیوں کو گناہوں سے سچی توبہ کروا کر مٹی ہوئی سنتوں کو زندہ کریں گے تو اس کی برکت سے ان کے تمام ساتھیوں کو یکسوئی اور یک فکری نصیب ہو جائے گی۔ ان سب کی سوچ ایک، فکر ہی نہیں، انداز فکر بھی ایک اور طرز عمل بھی ایک ہوگا۔ ان کے دل سے حسد و بغض، کینہ و عناد نکل جائے گا۔ باہمی اختلافات اور امیر کی نافرمانی کی نحوست سے آزاد ہو جائیں گے۔ وہ جینے مرنے میں حضرت مہدی کی کامل اطاعت کریں گے اور موت کو سامنے دیکھ کر بھی منہ نہیں موڑیں گے۔ موت سے مراد طبعی موت ہی نہیں ہوتی، طبیعت کی موت بھی ہوتی ہے یعنی آج کل بہت سے لوگ قربانیاں دے رہے ہیں۔ موت کو خوشی خوشی گلے لگا رہے ہیں لیکن بات جب نفس کی موت کی آتی ہے تو وہ اس پر ویسا غلبہ نہیں پا سکتے جیسا کہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرتے ہوئے اس نبوی تربیت کا مثالی مظاہرہ کیا تھا۔ حضرت مہدی کی بے نفسی اور اجتماعی مقصد کے حصول کی لگن اور اس لگن میں فنائیت اس قدر واضح ہوگی کہ تمام روئے ارض کے صالح مسلمان اپنے آپ کو مٹا کر اپنا سب کچھ ان کو سونپ دیں گے اور ان پر ویسا اعتماد کریں گے جیسا کہ سلطان صلاح الدین ایوبی پر اس دور کے مسلمانوں نے کیا تھا۔ تاریخ کے طلبہ پر یہ بات مخفی نہیں ہونی چاہیے کہ پورے یورپ کی صلیبی افواج کے اتحاد کے مقابلے میں سلطان کی اپنی فوج (مصر و شام کی فوج) کچھ اتنی زیادہ نہ تھی البتہ مختلف علاقوں سے آئے ہوئے مجاہد قبائل جب ان کو دیکھتے

کہ وہ میدان جنگ میں گھوڑے پر سوار ایک جانب سے دوسری جانب تک یوں چکر لگا رہے ہیں جیسے اکلوتے بچے کی ماں اس کی تلاش میں بولائی بولائی پھرتی ہے۔ آنکھوں میں آنسو ہیں اور زبان پر ایک ہی نعرہ ہے: ''یا لـلاسلام، یا للاسلام!'' ''اے مسلمانو! اسلام کی مدد کرو۔ اے مسلمانو! اسلام کی خبر لو۔'' تو یہ قبائل جو اپنی عصبیت، سرکشی اور انفرادی مزاج میں مشہور تھے، سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر سلطان کے ساتھ جینے مرنے کا عہد کر لیتے تھے اور تاریخ گواہ ہے کہ سلطان کے پاس خرچ نہ ہوتا تو اپنے خرچ پر، اپنے اسلحے سے، اپنے جی جان سے میدان میں ڈٹے رہتے تھے اور سلطان کا ساتھ چھوڑ کر جانے کو کفر وارتداد سے زیادہ سخت عار والی بات سمجھتے تھے۔ ان کو یقین تھا کہ اگر شکست ہوئی تو سلطان ان کو چھوڑ کر بھاگے گا نہیں اور اگر فتح ہوئی تو اس کے فوائد سلطان خود ہرگز نہیں سمیٹے گا بلکہ یہ سارے ثمرات ونتائج اسلام کی جھولی میں جائیں گے۔ اگر آج کی قیادت اپنے کارکنوں کو یہ یقین دلادے تو خدا کی قسم! کایا پلٹنے میں اتنے ہی دن لگیں گے جتنے قائد کو اپنی بے نفسی اور اسلام کے لیے فدائیت وفنائیت ثابت کرنے میں لگتے ہیں۔

حضرت مہدی کی کامیابی کا راز یہی ہوگا کہ وہ بیعت سے پہلے ہی قیادت کی اس ممتاز صفت کو ثابت کر دیں گے (اس کی تفصیل پہلے گزری ہے) تب دنیا بھر میں بکھرے ہوئے قابل ولائق علماء، طلبہ (یا طالبان)، مجاہدین، انجینئر، ڈاکٹر، پروفیسر، سائنس دان، سرمایہ دار، انتظام کے ماہر، عسکریت سے واقف...... غرضیکہ مختلف مہارتوں کے حامل افراد اپنا سب کچھ اسلام کی خاطر ان کے قدموں میں لاڈالیں گے اور دل سے ان کی کامل اطاعت کرتے ہوئے اپنے آپ کی، اپنی انا کی، اپنی خواہشات اور مزاجوں کی انفرادیت کی مکمل نفی کر ڈالیں گے۔ یہ وہ یادگار منظر اور وہ مبارک روحانی کیفیت ہوگی جو بدر سے پہلے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورے کے دوران آسمان نے دیکھی تھی، جس نے ''حطین''

کے معرکے سے قبل ایوبی کی آنکھیں ٹھنڈی کی تھیں اور جسے ناٹو اور نان نیٹو ممالک کا اتحاد آج آنکھوں سے دیکھ رہا ہے اور جسے دنیا ایک بار پھر بالآخر آخری معرکے سے قبل دیکھے گی اور جب دیکھے گی تو سارے اسٹائل اور ہیروشپ، ساری چوکڑیاں، اُڑن کھٹولیاں، ساری پروازیں بھول جائے گی۔

''افغانستان اور پاکستانی قبائلی علاقوں میں لڑائی کے شدت اختیار کرنے کے بعد عالمی تجزیہ نگاروں نے یہ کہنا شروع کردیا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کو آٹھ سال گزرنے کے بعد اب یہ واضح ہو رہا ہے کہ جنگ دراصل اتحادی نہیں بلکہ القاعدہ اور طالبان جیت رہے ہیں۔ اسی تناظر میں یورپ کے کئی اعلیٰ عہدیداروں نے القاعدہ کے ساتھ امن معاہدوں کے لیے راہ ہموار کرنا شروع کردی ہے۔ ناروے کے دارالحکومت اوسلو سے شائع ہونے والے مقامی اخبار ''ڈاگس اویسن'' نے لکھا ہے کہ ناروے شاید اب مسلم گروپوں سے اپنے تعلقات بہتر بنانے کی پالیسی پر عمل کر رہا ہے۔ اخبار کا مزید لکھنا ہے کہ جب نائب وزیر خارجہ سے اس بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے پیچھے ہٹ رہے ہیں تو ان کا کہنا تھا کہ دراصل دوستوں کے ساتھ تو امن اور مذاکرات چلتے ہی رہتے ہیں مگر حقیقی امن کے لیے ان لوگوں کے ساتھ بھی امن مذاکرات ہونے چاہییں جنہیں آپ اپنا دشمن قرار دیتے ہیں۔ نائب وزیر خارجہ رائے مونڈ یوہانسن کا کہنا تھا کہ وہ اس معاملے میں تنہا نہیں ہیں بلکہ دیگر یورپی ممالک بھی یہ خواہش رکھتے ہیں۔ واضح رہے کہ اس سے کچھ ہی قبل سوئزرلینڈ بھی اس خواہش کا اظہار کرچکا ہے کہ وہ القاعدہ اور اسامہ بن لادن سے مذاکرات اور امن معاہدہ کرنا چاہتا ہے اور اس سلسلے میں کسی بھی ابتدائی اقدامات کے لیے بالکل تیار ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ امریکا کی واپسی کے بعد انتقامی کارروائیوں کا نشانہ بنے۔''

تین خوش نصیب طبقے

چند سال قبل بندہ ایک مجلس میں کچھ نوجوانوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ بات عالمِ اسلام کے حالات اور مسلمانوں کو درپیش ہمہ جہت معرکہ آرائی کے حوالے سے ان کے کردار کی طرف مڑ گئی۔ ایک صاحب لاتعلق سے بیٹھے تھے۔ نوجوان مایوسی کی باتیں کرتے، امکانیات کے فقدان کا شکوہ کرتے اور میں انہیں حوصلہ دلاتا کہ سفر ایک ہزار میل کا ہو تو پھر بھی شروع ایک قدم سے ہی ہوتا ہے۔ اتنے میں ان بڑے صاحب سے نہ رہا گیا۔ بندہ سے مخاطب ہو کر بولے:

''مولانا صاحب! آپ بچوں کو ویسے ہی ورغلا رہے ہیں۔ سیدھے سادھے مان کیوں نہیں لیتے کہ آپ سورۂ فیل پڑھ کر پھونکنے سے میدان نہیں مار سکتے۔ مغرب بہت آگے جا چکا ہے۔ آپ کے تصور سے بھی بہت آگے۔''

''آپ مغرب کو جتنا آگے دیکھ رہے ہیں، ہم اس کو اس سے بھی بہت آگے دیکھ رہے ہیں، موجودہ زمانے کے معلوماتی انسانوں کے تصور سے بھی آگے، کافی آگے جاتے ہوئے دیکھ رہے ہیں۔ جب تک مغرب کی مصنوعی طاقت، فطری قوتوں سے آگے (بظاہر نہ

کہ حقیقت میں) نہ جائے گی، آخری معرکہ ہی برپا نہ ہوگا۔ اور آخری معرکہ کو سورۂ فیل والے ہی جیتیں گے بشرطیکہ ان کو سورۂ کہف بھی یاد ہو۔''

محترم موصوف تو ہکا بکا ہو کر بندہ کی شکل دیکھنے لگے کہ یہ کیسا جھرلو گھماؤ قسم کا آدمی ہے، بات کو کہاں سے کہاں پھیر دیتا ہے؟ ان کو تو کچھ نہ سوجھی البتہ جن نوجوانوں سے گفتگو چل رہی تھی، ان میں سے ایک بولا:

''جناب شاہ صاحب! لگتا تو یہی ہے اگر حضرت مہدی بھی آجائیں تو ان کو حالات سدھارنے میں بہت عرصہ لگے گا۔''

''نہ میرے عزیز نا! چند سال بھی نہ لگیں گے۔ اس لیے کہ مغرب کی چکا چوند جو آپ کو نظر آرہی ہے، اس میں مسلمانوں کا خون پسینہ شامل ہے تو یہ چراغ جل رہے ہیں۔ اب مغرب اپنی اس کامیابی کے پیچھے مسلم دنیا کے قابل ترین دماغوں اور محنتی ترین باکمال ہنرمندوں کی موجودگی کا اعتراف کرے یا نہ کرے بلکہ ان کی محنت پر بھی اپنا ٹریڈ مارک لگالے...... لیکن ایک دنیا جانتی ہے کہ مسلمان اپنی قیادت کی طرف سے حوصلہ افزائی اور اعتراف و تحسین نہ ہونے کی وجہ سے مغرب کی چاند گاڑی کو اپنی صلاحیتوں سے ایندھن دے رہے ہیں۔ گوروں میں اتنے جینئس نہیں پیدا ہوتے جتنے ہم میں...... ہم سے مراد عالمِ اسلام اور بالخصوص پاکستان ہے...... پیدا ہوتے ہیں۔ جب اجتماعیت کی پُرخلوص آواز لگے گی اور قیادت کا بے لوث پن سامنے آئے گا تو یہ سب دوڑے دوڑے آئیں گے تب آپ گرمیِ بازار دیکھیے گا۔''

''لیکن آپ تو ایک مضمون میں کہہ رہے تھے کہ دنیا میں اس وقت مختلف علوم وفنون میں خصوصاً جینیاتی اور عسکری سائنس میں یہودیوں کا بہت بڑا حصہ ہے۔ ان کے نوبل انعام یافتہ سائنس دانوں کی کھیپ ہے جو ان کو دجال کی قیادت میں دنیا پر غلبہ دلانے اور

موت پر بھی قابو پانے کے لیے کام کر رہی ہے۔''

''یہ بات آپ نے خوب اُٹھائی ہے۔ دنیا کی تاریخ کو یکسر تبدیل کر دینے والی ہر ایجاد کے پیچھے یہودی ہیں۔ مثلاً: مائیکرو پروسیسنگ چپ'' کے پیچھے سٹینلے۔ نیوکلیئر چین ری ایکٹر کے پیچھے لیو۔ آپٹیکل فائبر کیبل کے پیچھے پیٹر۔ ٹریفک لائٹ کے پیچھے چارلیس ایڈلر۔ اسٹین لیس اسٹیل کے پیچھے بینوسٹرس۔ وڈیو ٹیپ کے پیچھے چارلس کنسبرگ...... یہود نے مائنڈ کنٹرول ٹیکنالوجی حاصل کی ہے جس سے وہ انسانی ذہنوں کو اپنی مرضی کے مطابق پھیرنے کی صلاحیت کسی قدر حاصل کر چکے ہیں۔ یہ دجال کا سب سے بڑا ہتھیار ہوگا۔ اس کا نام ایم کے الٹرا ہے۔ سی آئی اے جیسے ادارے کے ڈائریکٹر سیلن فیلڈ نے 1977ء میں سرعام تسلیم کیا تھا کہ لاکھوں ڈالرز جادو ٹونے، نفسیات اور روحانیات کے مطالعہ پر خرچ کیے گئے ہیں۔ موسیقی کی دھنوں میں ''بیک ٹریکنگ'' کے ذریعے بیہودہ شیطانی پیغامات (مثلاً: Kil your Mum) ریورس ٹریک میں چھپا کر پوری دنیا میں نشر کیے جا رہے ہیں۔ 1940ء میں ایک امریکی یہودی سائنس دان نکولا ٹیسلا نے (موت کی شعاعیں) Deat lhray ایجاد کرنے کا اعلان کیا۔ 1987ء سے یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں زمین کی قدرتی گردش کو متاثر کر کے ''زمین کی نبض'' سے چھیڑ چھاڑ کی کوششیں شروع ہیں حتیٰ کہ زمین کا مقناطیسی میدان ختم ہو جائے گا اور اس کی گردش تھم کر حدیث شریف میں بیان کردہ ظہور دجال کی علامات کے مطابق سست ہو جائے گی۔ ایک دن ایک سال کے برابر، پھر ایک دن ایک ماہ کے برابر، پھر ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا۔ آکسفورڈ کی پروفیسر سوس گرین فیلڈ نے کہا ہے کہ انسانی دماغ کی پوری میموری کمپیوٹر میں فیڈ کرنا ممکن ہو چکا ہے۔ اس پروفیسر صاحبہ نے اگلے مرحلے کا انکشاف نہیں کیا۔ وہ ہم جیسے فقیر کیے دیتے ہیں۔ اگلا عمل اس کا عکس ہوگا یعنی کسی کمپیوٹر کی میموری کسی انسانی ذہن میں اپ لوڈ کر دی جائے گی

تاکہ سپرمین (الدجال الاعظم) کا راستہ ہموار ہوجائے گا جو وقتی طور پر غیر فانی لگے گا۔ یہودی سائنس دانوں نے انسانی جینیاتی کوڈ پڑھ لیا ہے۔ یہ تین ارب حروف کا امتزاج ہے۔ مذکورہ کامیابی کو انسانی تاریخ کی سب سے بڑی کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ یہ سب محیرّ العقول قسم کی ایجادات اپنی جگہ...... لیکن جب حضرت مہدی آئیں گے تو صالح اور قابل مسلمانوں کے علاوہ (لگتا ہے) دو قسم کے طبقے ان کے ساتھ شامل ہوجائیں گے:

(1) ایک تو وہ یہودی جو آج کل کی متعصب سیاسی یہودیت یعنی صہیونیت سے بیزار ہیں۔ (صہیونیت سے مراد سیاسی اسرائیلیت ہے۔ اس لیے صہیونی ہر وہ شخص ہے جو اسرائیل کا حامی ہو، چاہے وہ غیر یہودی ہو یا غیر اسرائیلی) ان کے خیال میں جب یہودی ریاست کا قیام اور یہودیت کا عالمی غلبہ ''مسیحا'' کی قیادت میں ہوگا، وہی یہود کو تاریخی ذلت سے نجات دلائے گا، تو اسرائیل کے قیام کے لیے لاکھوں فلسطینیوں کو گھر سے بے گھر دربدر کرنے اور اس کے استحکام کے لیے ہزاروں کو قتل کرنے اور کرتے رہنے کی ضرورت ہی کیا ہے؟ کیوں نہ ہم مسیحا کا کام اس کے ذمہ چھوڑ دیں اور اس مقصد کے لیے اپنے یہودیوں کو نہ مروائیں جو وہ مسیحا کی آمد سے پہلے حاصل کرہی نہیں سکتے۔ یہ معتدل فرقہ ''حسیدی'' کہلاتا ہے۔ یہ اس کا قدیم نام ہے۔ ان کا جدید نام ہیریڈی ہے۔ یہ انتہائی قدیم مذہبی یہودی ہیں جن کے اصل مراکز نیویارک اور لندن ہیں۔ ان کو یقین ہے کہ صہیونی تحریک نے جو اسرائیل قائم کیا ہے وہ درحقیقت ''نفرت کی ریاست'' کا وہ خطہ ہے جس میں تورات کی پیش گوئی کے مطابق یہودی آخری زمانے (اینڈ آف ٹائم) میں آکر زمانے میں اکٹھے ہوں گے اور اللہ کے غضب و انتقام کا شکار ہوکر نابود ہوجائیں گے۔

ربائی ہرش ان کا مشہور مذہبی رہنما ہے۔ عرفات کی فلسطینی اتھارٹی میں یہودی معاملات کا جو وزیر رکھا گیا تھا وہ اسی طبقے سے تعلق رکھتا تھا۔ مشہور فلسفی اور ماہر لسانیات نوم

چومسکی بھی اگرچہ اس فرقے سے نہیں لیکن وہ اس نظریے کو تسلیم کرتے ہیں۔ وہ بھی ''غیر صہیونی'' یہودی ہیں۔یعنی وہ مذہبی طور پر اس بات کے قائل نہیں لیکن غیر مذہبی سیاسی طور پر اس نکتہ نظر کو تسلیم کرتے ہیں۔ برطانیہ میں مختلف مواقع پر اس فرقے کے لوگ فلسطینیوں پر اسرائیلی مظالم کے خلاف اپنا ردِعمل ریکارڈ کرواتے رہتے ہیں۔حضرت مہدی جب ظاہر ہوں گے اور یہودیوں کے گم کردہ مقدس آثارِ قدیمہ یعنی تابوتِ سکینہ، عصائے موسوی، الواحِ تورات کے ٹکڑے، مائدۂ بنی اسرائیل، من وسلویٰ کے مخصوص برتن، تختِ داؤدی (یہ گم شدہ نہیں، ملکہ برطانیہ کی کرسی میں نصب ہے) کو برآمد کرلیں گے تو یہ معتدل مزاج یہودی اپنی انصاف پسندی کی بنا پر حضرت پر ایمان لے آئیں گے۔ ان کو یقین ہوجائے گا کہ ہمارے بڑوں نے اپنے گناہوں اور بداعمالیوں کی نحوست سے جس چیز کو گم کیا، اس کو دریافت کرنے والا ہی آخری مسیحا (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کا پیروکار اور سچے مسیح (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کا ساتھی ہے۔تابوتِ سکینہ کو دیکھ کر چند یہودیوں کے ایمان لانے کا ذکر حدیث شریف میں ہے البتہ ان کی اس مذکورہ بالا فرقے پر تطبیق بندہ کی خیالی کاوش ہے۔ یہ یہودی اپنے ساتھ جو سرمایہ اور ٹیکنالوجی لے کر مسلمانوں سے آملیں گے، اس سے مسلمانوں کی مادی طاقت بھی ''کسی حد تک'' بہتر ہوجائے گی۔

چند سال کی بات بندہ نے اس لیے کی ہے کہ حضرت مہدی اپنے ظہور کے بعد (جو چالیس سال کی عمر میں ہوگا) سات سال تک دنیا کی تین بڑی کفریہ طاقتوں میں سے دو کے خلاف جہاد فرمائیں گے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں کے خلاف شاندار فتح حاصل کریں گے۔ اب پیچھے صرف یہودی رہ جائیں گے۔ آٹھویں سال دجال ظاہر ہوگا اور فتنۂ یہود عروج پر پہنچ جائے گا جو درحقیقت شیطانی طاقتوں کا فتنہ ہے۔اسی سال حضرت عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں گے۔نواں سال دجال کے قتل اور ''شر کے گھر'' اسرائیل کے خاتمے کے بعد مستحکم

ترین عالمی اسلامی خلافت کے قیام اور استحکام کا ہوگا۔ 49 سال کی عمر میں حضرت مہدی انتقال کر جائیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی نماز جنازہ پڑھ کر بیت المقدس میں ان کو دفن فرمائیں گے۔ اس کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام 38 سال تک زمین پر رہیں گے۔ اس طرح حضرت مہدی ظہور کے بعد زمین پر کل نو سال رہیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے حضرت مہدی سات سال اور وفات مہدی کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام اڑتیس سال دنیا میں رہیں گے۔ بیچ کے دو سال دونوں قائدین اکٹھے گزاریں گے۔

(2) اس تفصیل کے بعد اب ہم اس دوسری قوت کا تذکرہ کرنے کے قابل ہو گئے ہیں جو اپنی ٹیکنالوجی اور سرمائے سے مسلمانوں کو درکار مادی طاقت کی کمی پوری کرے گی۔ یعنی وہ خوش نصیب عیسائی حضرات جو رحم دل ہیں اور انسانیت کی خدمت اخلاص سے کرتے ہیں۔ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مسلمانوں کی جہادی جماعت میں نزول کے بعد ان کو بھی ''دہشت گردی کا طعنہ'' دینے کے بجائے ان پر ایمان لے آئیں گے۔ انہیں یہ سعادت ان کی روایتی رحم دلی اور انصاف پسندی کے سبب ملے گی۔ یہ لوگ یورپ اور امریکا کی حیران کن سائنسی طاقت میں سے ''کچھ حصہ'' لے کر مسلمانوں سے آملیں گے۔ اوپر بندہ نے یہودیوں کے ذکر میں ''کسی حد تک'' اور عیسائی حضرات کے ذکر میں ''کچھ حصہ'' کا لفظ جان بوجھ کر استعمال کیا ہے۔ یہ اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی کامیابی کی اصل ٹیکنالوجی باطن میں بغض وحسد کے خاتمے اور ظاہر میں تقویٰ و جہاد کے اپنانے میں ہے۔ یعنی ایسا نہیں ہوگا کہ مسلمان بھی سائنس و ٹیکنالوجی اور عسکری و معاشی وسائل میں اس حد تک پہنچ جائیں گے کہ کفر کے غلبے کو مادی طاقت کے ذریعے ختم کریں۔ نہ میرے محترم بھائیو نا! ایسا نہیں ہوگا۔ غزوات البتہ ہمیشہ غیر مساوی طاقتوں کے درمیان لڑے گئے ہیں۔ اللہ والوں اور شیطانی قوتوں میں ظاہراً زمین آسمان کا فرق رہا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو حق اور باطل کی ترقی اور فتح کے پیمانے تو ایک جیسے ہو جائیں گے۔ اللہ کی نصرت اور قدرت کاملہ کا مسلمانوں کے حق میں ظہور کا وقت پھر کب آئے گا؟

اب بھی وقت ہے!

کچھ باتیں فقیر لوگ اپنی موج میں کہہ دیتے ہیں۔ ابھی سننے والے ہی سوچ رہے ہوتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے اور سورس کیا ہے؟ کہ اتنے میں ان کی تصدیق کھلی آنکھوں سامنے آجاتی ہے۔ پچھلے مضمون میں بندہ کے قلم سے یہ جملے نکل گئے تھے:

''1987ء سے زمین کی قدرتی گردش کو متاثر کر کے ''زمین کی نبض'' سے چھیڑ چھاڑ کی کوششیں شروع ہیں حتیٰ کہ زمین کا مقناطیسی میدان ختم ہو جائے گا اور اس کی گردش تھم کر حدیث شریف میں بیان کردہ ظہور دجال کی علامات کے مطابق ست ہو جائے گی۔ ایک دن ایک سال کے برابر، پھر ایک دن ایک ماہ کے برابر، پھر ایک دن ایک ہفتے کے برابر ہوگا۔''

یہ جملے بندہ نے کس تناظر میں کہے تھے؟ پہلے اسے سمجھ لیں تو آگے چلتے ہیں۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک پہاڑ اپنے مرکز سے ہٹ نہ جائیں گے۔'' اس طرح حدیث شریف میں ہے کہ قیامت کے قریب سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ جب یہ نشانی ظاہر ہو جائے تو توبہ کا دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ اس کے بعد کوئی

ایمان لائے یا توبہ کرنا چاہے تو مقبول نہ ہوگی۔ جب ہم فلکیات پڑھتے پڑھاتے تھے اور اکثر قارئین کے علم میں ہوگا کہ جامعۃ الرشید میں اس علم پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ ہمارے شعبۂ فلکیات کی تحقیقات کو دنیا کے مسلم و غیر مسلم کے نامور ماہرین فلکیات قدر کی نظر سے دیکھتے اور سو فیصد قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں۔ فلکیات میں جب قبلہ رکھنے کی بحث آتی ہے تو عام لوگ ''قطب نما'' کو استعمال کرتے ہیں۔ جبکہ ہمارے ہاں اسے قابلِ اعتماد ذریعہ نہیں سمجھا جاتا۔ اس لیے کہ قطبین کے پاس موجود مقناطیسی لہروں کا دیویکل ذخیرہ اپنا مقام بدلتا رہتا ہے جس سے قطب نما کی سوئی متاثر ہوتی ہے۔ (تفصیل کے لیے دیکھیے: احسن الفتاویٰ، ج:2، ص:347) بعض لوگ تو ''قبلہ نما'' استعمال کرتے ہیں جبکہ یہ ''قطب نما'' سے بھی زیادہ مخدوش ذریعہ ہے۔ اس میں دس سے بارہ درجے کا نمایاں فرق پایا جاتا ہے۔ لہٰذا عوام کو چاہیے کہ مساجد کا قبلہ رکھتے وقت یا جانچ کرواتے وقت مستند علماء سے رابطہ کریں۔ خود سے اس فن کے شناور بننے کا دعویٰ نہ کریں جس کی ابجد سے بھی عام لوگ واقف نہیں ہوتے۔

یہ تو ایک بات ہوئی۔ دوسری بات یہ کہ قیامت کے قریب سورج مغرب سے طلوع ہوگا؟ اس کی فلکیاتی توجیہ کرتے ہوئے دماغ چکرا جاتا تھا۔ زمین تو ویسے ہی ''چکراتی گول'' ہے لیکن جب آپ طلبہ کو اس چکراہٹ کی تشریح سمجھانا شروع کرتے ہیں تو تھوڑی دیر کے لیے دماغ چکر کھا کے رہ جاتا ہے۔ اس کی آسان تشریح سوچتے سوچتے اور اس بارے میں ارضیاتی سائنس کا مطالعہ کرتے کرتے وہ بات ہاتھ لگی جو پچھلے کالم میں بر سبیل تذکرہ آ گئی تھی اور جس کی تصدیق اس چونکا دینے والی خبر سے ہو رہی ہے جو اس ہفتے سرخیوں کے ساتھ پوری دنیا کے باسیوں کو اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے لیکن افسوس کہ اس کے پس پردہ مقاصد پر کم ہی لوگ توجہ دیں گے۔ اب پہلے ایک نظر اس خبر اور اس میں مذکورہ اس تجربے کے

مقاصد اور متوقع خطرات پر، پھر ان شاء اللہ وہ نتائج جن سے حدیث شریف کی پیش گوئی پوری ہوتی نظر آتی ہے۔ یہ خبر 11 ستمبر 2008، بروز جمعرات ملک کے تمام قومی اخبارات میں چھپی ہے:

''نیوکلیائی ریسرچ کے یورپی ادارے سرن کے زیر اہتمام دنیا میں طبعیات کا سب سے طاقت ور تجربہ شروع ہوگیا ہے جس کا مقصد کائنات کی تخلیق کا راز جاننا ہے۔ دنیا میں طبعیات کا سب سے طاقت ور تجربہ جس کے بارے میں تین دہائیاں قبل سوچا گیا تھا [تصدیق ملاحظہ ہو۔ بندہ نے اپنے مضمون میں 1987ء لکھا تھا] 27 کلومیٹر لمبی سرنگ میں ذرات کی پہلی بیم یا شعاع چھوڑ دی گئی ہے۔ پانچ ارب پاؤنڈ لاگت سے تیار ہونے والی اس مشین میں ذرات کو دہشت ناک طاقت سے آپس میں ٹکرایا جائے گا تا کہ نئی طبعیات میں تباہی کی علامتوں کو آشکارا کیا جا سکے۔ اس تجربے کا بنیادی مقصد کائنات میں بگ بینگ سے چند ثانیے بعد کے حالات کو از سر نو تخلیق کرنا ہے۔ فرانس اور سوئٹزر لینڈ کی سرحد کے نیچے کھودی گئی اس بہت بڑی سرنگ میں ایک ہزار سلنڈر کی شکل کے مقناطیسوں کو ساتھ ساتھ رکھا گیا ہے، ان ہی مقناطیسی سلنڈروں سے پروٹون ذرات کی ایک لکیر پیدا ہوگی جو ستائیس کلومیٹر تک دائرے کی شکل میں بنائی گئی سرنگ میں گھومے گی۔ سرنگ میں پروٹون ذرات کے ٹکرانے سے دو لکیریں پیدا ہوں گی جنہیں اس مشین کے اندر روشنی کی رفتار سے مخالف سمت میں سفر کرایا جائے گا، اس طرح ایک سیکنڈ میں یہ لکیریں گیارہ ہزار جست مکمل کریں گی۔ بی بی سی کے مطابق سائنس دان کائنات کے وجود میں آنے کی تھیوری بگ بینگ کے حالات کو جاننے کے لیے جو تجربہ کر رہے ہیں، اس کے حوالے سے کچھ ناقدین نے خدشہ ظاہر کیا ہے کہ اس تجربے کے نتیجے میں کہیں وہ کیفیت پیدا نہ ہو جائے جسے بلیک ہول کہتے ہیں۔ بلیک ہول اس وقت خطرناک ہوتا ہے جب اس کی زندگی اور توانائی کافی زیادہ ہو۔

پھر اس میں چیزوں کو اپنی جانب کھینچ سکنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔''

خبر کے آخر میں سائنس دانوں نے جو خدشات ظاہر کیے ہیں، حقیقت میں بات اس سے آگے کی ہے۔ کائنات کو تسخیر کرنے کا جو منصوبہ ''یہودی بگ برادرز'' نے بنایا ہے، یہ تجربہ اس کا حصہ ہے۔ اس میں جو 80 سائنس دان (بشمول دو پاکستانیوں کے جو تالی بجانے پر اکتفا کر رہے تھے) شریک ہیں، ان کی اکثریت یہودی ہے۔ اس پر جو دس ارب ڈالر سرمایہ خرچ ہوا ہے وہ یہود کا کمایا ہوا سود ہے۔ یہ دراصل کرنا کیا چاہتے ہیں؟ یہ جھوٹے زمینی خدا (مسیح کاذب، الدجال الاکبر) کے ظہور سے قبل زمین کو اتنا مسخر کر لینا چاہتے ہیں کہ اس کی گردش، اس سے پیدا ہونے والے موسم، بارشیں، ہوائیں، فصلیں، پانی، نباتات، جمادات و جنگلات...... غرض ہر چیز پر انہیں کنٹرول حاصل ہو جائے تاکہ زمین پر اسے زندہ رہنے دیں جو دجال کو خدا مانے اور جو اس کی جھوٹی خدائی کو دھتکار دے اس پر زمین تنگ کر دی جائے۔ یہ درحقیقت اس ابلیسی مشن کی تکمیل ہے جس کے مطابق دجال جس کو چاہے گا غذا دے گا، جن کو چاہے گا فاقے کرائے گا۔ (دنیا میں غذائی مواد تیار کرنے والی تمام بڑی کمپنیاں خالص یہودی ملکیت ہیں) جس کی زمین میں چاہے گا فصلیں اُگیں گی جس کی چاہے گا بارش بھی روک دے گا۔ (بیج پیٹنٹ ہوں گے اور بارشیں مصنوعی ہوں گی۔ قدرتی بارش کے عمل کو کسی حد تک متاثر کرنے کا ایک مظاہرہ بیجنگ کے حالیہ اولمپک گیمز 2008ء میں ہو چکا ہے)

یہ تو اس منصوبے کے مقاصد ہیں۔ اس کے نتائج کیا ہوں گے؟ وقت تھم جائے گا اور دجال کے خروج کی شرط مکمل ہو جائے گی۔ مشہور حدیث شریف کے مطابق جب دجال نکلے گا تو زمین پر چالیس دن رہے گا۔ پہلا دن ایک سال کے برابر، دوسرا ایک مہینے کے برابر اور تیسرا ہفتے کے برابر ہوگا۔ بقیہ سینتیس دن عام دنوں کے برابر ہوں گے۔ اس طرح اس

کے دنیا میں ٹھہرنے کی کل مدت ایک سال دو مہینے اور چودہ دن کے برابر بنتی ہے۔ بعض محدثین نے فرمایا تھا کہ یہ دن حقیقت میں لمبے نہ ہوں گے۔ پریشانی کے باعث لوگوں کو طویل معلوم ہوں گے۔ لیکن علامہ نووی رحمہ اللہ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اکثر علمائے حدیث کے نزدیک حدیث سے اس کا ظاہری معنی ہی مراد ہے یعنی یہ دن فی الواقع اتنے لمبے ہوں گے جتنا کہ حدیث شریف میں ذکر ہے۔ اس بات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کھلی دلیل ہے کہ باقی دن عام دنوں کی طرح ہوں گے۔ معلوم ہوا کہ پہلے تین دن عام دنوں سے الگ قسم کے ہوں گے۔ نیز دجال کا فتنہ ایسا نہیں کہ اس سے پیدا ہونے والی پریشانی تین دن میں ختم ہو جائے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ان علماء اور محدثین کرام کو بہترین جزائے خیر دے جنہوں نے حدیث شریف کو ہم تک اصل شکل میں پہنچایا اور اس کا جو معنی بھی قرین قیاس ہو سکتا تھا، وہ بیان کیا۔ کچھ معنی ایسے تھے جو گزشتہ دور میں سمجھ نہیں آ سکتے تھے لیکن آج ان کو سمجھنا آسان ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ کیسے؟

سمجھا جاتا تھا کہ زمین کی گردش اپنے محور میں ہر صدی کے دوران 1.4 ملی سیکنڈ سست ہو رہی ہے۔ اس گردش کے سبب دن رات بنتے ہیں لیکن جدید تحقیقات کے نتیجے میں سائنس دانوں نے دریافت کیا ہے کہ رفتار میں یہ کمی بعض اوقات تیزی سے مزید گرتی ہے اور اس کے تین بڑے اسباب ہیں:

(1) مختلف سیاروں کی کششِ ثقل اس رفتار میں کمی لانے کا سبب بنتی ہے کیونکہ وہ زمین کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔

(2) گردش کی رفتار کو سست کرنے کے عمل میں کرۂ ارض کا اپنا کردار بھی ہے۔ یہ کردار ہواؤں میں تبدیلی کے نتیجہ میں اُبھرتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ فوری گردش میں سستی لانے کا 90 فیصد عمل ہواؤں کی تبدیلی ہی کرتی ہے۔ اگر ہوا کی رفتار بڑھ جاتی ہے تو کرۂ ارض کی

رفتار سست ہو جاتی ہے۔

(3) تیسرا اور اہم سبب Haarp نامی ادارہ ہے۔ یہودی سرمائے سے یہودی سائنس دانوں کی زیر نگرانی چلنے والا یہ ادارہ موسموں کے انداز میں تبدیلی، زمین کی محوری گردش میں سستی لانے، نیز کرۂ ارض میں زلزلوں میں اضافے کا بھی ذمہ دار ہے۔ Haarp ایک پروجیکٹ ہے۔ اس کا معنیٰ ہے: ''ہائی فریکوئنسی ایکٹو آرورل ریسرچ پروجیکٹ''...... 1987-92ء کے دوران اس ادارے کے سائنس دانوں نے ایک ایسا ہتھیار پیٹنٹ کرایا جو زمین کے آیونی کرہ یا مقناطیسی کرہ کے کسی حصہ کو تبدیل کرسکتا ہے۔ 11/اگست 1987ء کو رجسٹر ہونے والے اس عسکری ہتھیار کو مشہور یہودی سائنس دان برنارڈ جے ایسٹ لنڈ نے ایجاد کیا تھا۔ 1994ء میں امریکی محکمۂ دفاع کے سب سے بڑے ملٹری کنٹریکٹرز ''ای سسٹمز'' نے یہ ہتھیار خریدا اور دنیا میں سب سے بڑا آیونی ہیٹر تعمیر کرنے کا ٹھیکہ لیا۔ یہ ہتھیار ماحولیاتی دباؤ پیدا کر کے کرۂ ارض کی فطری قوتوں میں ردوبدل اور زلزلوں کی شدت میں اضافہ لاسکتا ہے۔ یہ ردوبدل دجالی مشن کی تکمیل اور دجال کے ظہور کو قریب لانے کی کوشش ہے۔ آپ نے دیکھا ہوگا کہ گزشتہ چند سالوں سے زمین کے موسم میں غیر معمولی تبدیلیاں آرہی ہیں۔ یہودی سائنس دان ماحول (فضا) میں کس طرح دباؤ پیدا کرتے ہیں اور کیا وہ واقعی فضا میں دباؤ پیدا کر لیتے ہیں؟ اس کا جواب ہے کہ وہ فضا کو آیونائز یا ڈی آیونائز کر کے دباؤ پیدا کر لیتے ہیں۔ 1958ء میں وائٹ ہاؤس کے مشیر موسمیات، کیپٹن ہاورڈ ٹی اوروِیل نے کہا تھا کہ محکمہ دفاع جائزہ لے رہا ہے کہ وہ طریقے تلاش کیے جائیں جن کے ذریعے زمین اور آسمان میں آنے والی تبدیلیوں کو استعمال کر کے موسموں پر اثر انداز ہوا جاسکے۔ مثلاً: کسی مخصوص حصے میں فضا کو ایک الیکٹرونک بیم کے ذریعے آیونائز یا ڈی آیونائز کیا جاسکے۔ یہ 1958ء کی بات ہے اور اب 2008ء ہے۔ یہودی سائنس دانوں

کی زمین کے قدرتی نظام سے چھیڑ چھاڑ اور اسے اپنے قبضے میں لینے کی کوشش بہت آگے جا چکی ہے اور شاید وہ وقت دور نہیں جب وہ کوئی ایسی حرکت کریں گے کہ ہماری زمین کی قدرتی گردش کسی ''بگ بینگ'' کے نتیجے میں شدید متاثر ہو۔ وقت کچھ دیر کے لیے تھم جائے اور پھر کچھ دیر بعد اپنی اصلی حالت پر آئے۔ مثلاً تین دن بعد جن میں سے پہلا دن بہت لمبا (سال کے برابر) دوسرا کچھ کم (مہینے کے برابر) اور تیسرا اور کم (ہفتے کے برابر) ہو۔ اس اجمال کی تفصیل تھوڑی سی تشریح چاہتی ہے۔ آیئے! اس پر ایک نظر ڈالیں۔

ہماری زمین ایک دیوہیکل مقناطیس ہے جو گردش کے مختلف درجوں کے ساتھ مقناطیسی میدان تخلیق کرتی ہے۔ زمین جس قدر تیزی سے گردش کرتی ہے اسی قدر طاقت ور اور کثیف مقناطیسی میدان بنتا ہے۔ ایک اور قوت بھی ہے جو زمین کی گردش سے براہِ راست تعلق رکھتی ہے اور یہ ''زمین کی گمک کا تواتر'' ہے۔ یہ تواتر بنیادی گمک کا تواتر یا Schumman cavity Resonance کہلاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں اسے ''زمین کی نبض'' بھی کہہ سکتے ہیں۔ اس کی شناخت 1899ء میں ہوئی تھی۔ تب سے 1980ء کے عشرہ کے درمیان تک زمین کی نبض 7.8 ہرٹز یا 7 سائیکل فی سیکنڈ تھی لیکن 1986-87ء کے بعد جب سے کرۂ ارض کی فضا سے برنارڈ جے ایسٹ لنڈ کے ایجاد کردہ آلات سے چھیڑ چھاڑ شروع کی گئی ہے، نبض کی رفتار میں تیزی آگئی ہے۔ 1995ء کے آخر تک ایک اندازے کے مطابق یہ 8.6 ہرٹز تھی اور اب سنا ہے کہ یہ 10 کے قریب پہنچ گئی ہے۔ اس میں مزید اضافہ ہو رہا ہے۔ مذکورہ بالا تجربے اور اس جیسے مزید تجربوں سے اس میں تیزی سے اضافہ ہوگا۔ غالب امکان ہے کہ جب زمین کی گمک 13 سائیکلز فی سیکنڈ تک پہنچے گی تو ایک ایسا وقت آئے گا کہ مقناطیسی فیلڈ زیرو کے قریب ہو جائے گا۔ Awakening to Zero point نامی تہلکہ خیز سائنسی انکشافات پر مبنی کتاب کا

مصنف کریگ بریڈن اس وقت کو ''زیرو پوائنٹ'' کہتا ہے جب زمین کا مقناطیسی میدان بالکل ختم ہو جائے گا کیونکہ ہمارے سیارے کی گردش رک جائے گی۔

دجال کے خاتمے کے بعد جب حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو جائیں گے اور دنیا آخری وقت کے قریب پہنچ جائے گی تو زمین کچھ لمحوں کے لیے اپنی محوری گردش روک دے گی اور پھر مخالف سمت میں اپنے محور پر گھومے گی تو سورج ایک دن کے لیے مغرب سے طلوع ہوگا، پھر اس کے بعد گردش اپنے معمول پر آجائے گی اور حسبِ معمول سورج مشرق سے طلوع ہوگا۔

عین ممکن ہے کہ اس کا ظاہری سبب بھی کائنات کے فطری نظام میں یہود کی غیر فطری مداخلت کی وہ کوشش ہو جو وہ ظہور دجال سے پہلے اس کے استقبال کے لیے کرتے رہے۔ اس کے کچھ اثرات تو زمین کی گردش تھم کر تین دن تک متاثر ہو جانے سے ظاہر ہوئے اور کچھ اثرات دجال کی ہلاکت کے بعد قیامت سے ذرا پہلے ظاہر ہوں۔ یہ محض ایک امکانی توجیہ ہے۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ ہر چیز کا حقیقی سبب اللہ رب العزت کا حکم ہے۔ وہ قادر مطلق کسی ظاہری سبب کا محتاج نہیں...... اور اگر کوئی چیز اس کے حقیقی حکم کا ظاہری سبب بن جائے تو یہ اس کی ''امرِ کُن'' کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ نہ کوئی چیز اس کے قبضۂ قدرت سے باہر ہے اور نہ کوئی طاقت اس کی منشا کے خلاف کچھ کر سکتی ہے۔ اوپر جو کچھ لکھا گیا وہ یہ ناقص سمجھ کا ناقص اظہار ہے۔ حقیقت تو اللہ بہتر جانتا ہے۔ یہاں اس ساری تفصیل کا مقصد ایک یاد دہانی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: تین واقعات ایسے نمودار ہوں گے جو ایک دوسرے کے بعد رونما ہوں گے اور پھر فارغ وقت والوں کے پاس بھی وقت نہ رہے گا۔

''اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب یہ تین باتیں رونما ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کا ایمان لانا اس کو فائدہ نہ دے گا جس نے پہلے ایمان قبول نہیں کیا تھا یا پھر اس نے اپنے

ایمان سے کوئی خیر کا کام نہیں کیا تھا۔ جب سورج اپنے غروب ہونے کے مقام سے طلوع ہونا شروع کردے گا، دجال نمودار ہوگا اور زمین کا جانور نمودار ہوگا۔'' (صحیح مسلم) اسی وقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے: ''جس روز تمہارے رب کی بعض مخصوص نشانیاں نمودار ہوں گی تو پھر کسی ایسے شخص کو اس کا ایمان لانا کچھ فائدہ نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لایا ہو اور جس نے اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کمائی ہو۔'' (القرآن) جب یہ نشانیاں نمودار ہوجائیں گی تو پھر توبہ کا دروازہ بند کردیا جائے گا۔ پھر ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ گویا کہ ہمارے پاس اب بھی وقت ہے۔ آیندہ نہیں معلوم کہ یہ وقت ہمارے ہاتھ میں رہتا ہے یا یہود کی چھیڑ چھاڑ سے ختم جاتا ہے۔ اے میرے بھائیو! اس رمضان کو سچی توبہ کا رمضان بنالو۔ اس مرتبہ کے روزوں کو حقیقی تقویٰ کا ذریعہ بنالو۔ جہاد فی سبیل اللہ کے لیے جان مال لگانے، عزت آبرو لٹانے کا عزم کرلو...... ورنہ کسے معلوم کہ مہلت ختم ہوجائے...... خاتمے کی ابتدا ہوجائے اور ہم ہاتھ ملتے رہ جائیں۔

جب لاد چلے گا بنجارا

حضرت مہدی کی معاون تین قوتیں:

اب ہم اصل سوال کی طرف پھر لوٹتے ہیں: ہم نے مانا کہ حضرت مہدی کے ساتھ تین طرح کی قوتیں ہو جائیں گی: (1) صالح اور قابل مسلمان (2) نیک بخت یہودی، ان کا سرمایہ اور علم۔ (3) سعادت مند عیسائی اور ان کا تجربہ وٹیکنالوجی۔ پھر خود حضرت مہدی کی قابلیت، ذہانت، جرأت اور ان کے ساتھ غیبی ہدایت (یعنی ہر موقع پر درست فیصلے کی صلاحیت) بھی ہوگی...... لیکن اس سب کے باوجود سات سال کے قلیل عرصے میں آخر کس طرح وہ طاقت کے ان پہاڑوں کو جگہ سے ہلا سکیں گے جو گزشتہ دو تین سو سالوں میں مغرب نے تھپی لگا کر کھڑے کیے ہیں؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ظاہر میں سنت کی کامل اتباع اور باطن میں رب تعالیٰ سے کامل تعلق کی برکت سے اللہ پاک ان کی جدوجہد اور جہاد وقتال میں ایسی برکت عطا فرمائے گا کہ کائنات میں کارفرما غیبی قوتیں ان کے ساتھ ہو جائیں گی۔ مغرب کی دجالی طاقت محض مادہ پرستی پر مبنی ہے۔ مادہ، اللہ کی نظر میں پست اور حقیر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو پروا نہیں کہ وہ حقیر اور نفس پرست لوگوں کو یہ حقیر چیز دے دے۔ اس کے مقابلے

میں حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بلند مرتبہ روحانی شخصیات ہوں گی۔ ان کو غیر معمولی کراماتی اور معجزاتی طاقت دی جائے گی۔

☆...... ''دنیا کے ختم ہو جانے کا وقت قریب ہے۔ اس لیے میں تمہیں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت، قرآن کریم کے احکام پر عمل، باطل کو ختم کرنے اور سنتوں کو زندہ کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔'' (بیعت کے بعد حضرت مہدی کے پہلے خطبے سے اقتباس)

☆...... ''حضرت مہدی کو اللہ تعالیٰ ایک رات میں صلاح (کے بلند مقام) تک پہنچادیں گے۔'' (حدیث شریف)

☆...... ''حضرت مہدی کے خلاف نکلنے والا لشکر جس کا سربراہ سفیانی نام کا شخص ہوگا، زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔''

☆...... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (ایک مرتبہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا: کیا تم نے کسی ایسے شہر کے متعلق سنا ہے جس کے ایک جانب خشکی اور دوسری جانب سمندر ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: جی ہاں یا رسول اللہ! فرمایا: قیامت اس وقت تک قائم نہیں ہوگی جب تک کہ بنی اسحاق کے ستر ہزار افراد اس شہر کے لوگوں سے جہاد نہ کرلیں۔ چنانچہ مجاہدین جب وہاں پڑاؤ کریں گے تو نہ اسلحہ سے لڑیں گے اور نہ تیر پھینکنے کی نوبت آئے گی، صرف ایک مرتبہ "لاالٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر" کہنے سے شہر پناہ کا ایک حصہ گر جائے گا۔''

ایک اہم نکتہ:

اس روایت میں ایک لفظ "سبعون الفا من بنی إسحق" آیا ہے یعنی بنو اسحاق میں سے ستر ہزار مجاہدین۔ اس کے بارے میں بعض محدثین کی رائے یہ ہے کہ دراصل یہاں "بنی اسمعیل" مراد ہیں، تاہم مسلم شریف کے تمام نسخوں میں "من بنی إسحق"

ہی وارد ہے۔

علامہ نووی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ’’قال القاضی: کذا ھو فی جمیع أُصول صحیح مسلم "من بنی إسحق" قال: قال بعضهم: المعروف المحفوظ "من بنی إسمعیل" وھو الذی یدل علیه الحدیثُ و سیاقُه؛ لأنه إنما أراد العربَ، وھذه المدینة ھی القسطنطنیة.‘‘ (نووی علی ھامش مسلم: ۳۹۶/۴)

ترجمہ: ’’قاضی عیاض نے کہا ہے: "من بنی إسحق" کا لفظ ہی مسلم کے تمام نسخوں میں آیا ہے، البتہ مشہور و مستند بات یہ ہے کہ مراد "بنی إسمعیل" ہوں چونکہ اس معنی پر حدیث کی دلالت بھی ہے اور سیاق حدیث کا منشا بھی یہی ہے چونکہ ان سے مراد عرب ہیں اور مدینہ سے مراد قسطنطنیہ ہے۔‘‘

بنی اسمٰعیل کے لیے بنی اسحٰق کا لفظ لانے کی ایک تاویل یہ بھی ہو سکتی ہے کہ حضرت اسحٰق علیہ السلام بنی اسمٰعیل کے چچا ہیں، اور "عمُّ الرجل صِنو أبیه" (چچا والد کے قائم مقام ہوتا ہے) کے قانون کے مطابق چچا کی طرف نسبت بھی درست ہے۔

بعض محققین کا کہنا ہے کہ اگر حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر ہی رکھیں تو بنی اسحٰق سے مراد وہ افراد ہوں گے جو اس زمانہ میں مسلمان ہو کر لشکر مہدی میں شامل ہو جائیں گے جیسا کہ بعض روایات میں آتا ہے۔

اور بعض کا کہنا ہے کہ یہاں بنو اسحاق ہی درست ہے اور اس سے مراد پٹھان ہیں کہ مؤرخین کے ایک طبقہ کے مطابق نسلی طور پر یہ اہلِ کتاب ہیں اور طالبان کی شکل میں حضرت مہدی کے ساتھ ہوں گے۔

ایک اہم وضاحت:

پھر یہ دیکھیے کہ حدیث شریف میں وضاحت ہے: ’’نہ اسلحہ سے لڑیں گے نہ تیر پھینکنے

کی نوبت آئے گی۔'' اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان اپنے طور پر جو بہترین وسائل دستیاب ہوں، انہیں حاصل کریں اور غلبہ دین کے لیے قربانیاں دیں اور دیتے رہیں، آگے ایک وقت پر اللہ پاک خود ہی غیب سے کوئی صورت پیدا فرمائیں گے۔

یہ بات اس وقت اور بھی زیادہ واضح ہو جاتی ہے جب ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے بعد کے واقعات کا جائزہ لیتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جس دن فجر کی نماز میں نازل ہوں گے، اس دن فجر کے بعد وہ دجال اور اس کی یہودی فوج (امریکن و اسرائیل آرمی) کے خلاف جہاد شروع کریں گے۔ دجال ان کو دیکھتے ہی چوکڑیاں بھرتا ہوا فرار ہوگا۔ اس کی ساری شیطانی اور مادی طاقتیں سلب ہو جائیں گی اور شام تک ہر پتھر پکار کر مجاہدین سے کہے گا: ''اے اللہ کے بندے! یہ یہودی میرے پیچھے چھپا ہے۔ اسے آکر ختم کر دے۔'' اب بتایئے! جب دجال ان کو دیکھتے ہی پگھلنا شروع ہو جائے گا۔ (شاید وہ سکس ملین ڈالر مین یا ٹرمینیٹر کی طرح جزوی طور پر دھات پر مشتمل انسان ہوگا) فتنہ پرداز یہودی، مجاہدین کے ہاتھوں شام تک برباد ہو جائیں گے تو ایک دن میں کون سی سائنس و ٹیکنالوجی ہوگی جو اہل حق کو حاصل ہو جائے گی؟

اگر آپ اس امر کی تصریح چاہتے ہیں کہ تقویٰ اور جہاد کے بل بوتے پر غیبی قوتیں کمزور و ناتواں مسلمانوں کے ہمراہ ہوں گی اور باطل کی مادی طاقت کو پگھلا ڈالیں گی، لہٰذا ہمیں مادی طاقت حسب حیثیت حاصل تو کرنا چاہیے لیکن اس سے ڈرنا یا اس کو حرف آخر نہیں سمجھنا چاہیے...... تو اس کی وضاحت بھی مل سکتی ہے۔ ''علامات قیامت'' (مصنفہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب) میں الدر المنثور کے حوالے سے یہ حدیث موجود ہے:

''عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ پس لوگوں کی آنکھوں اور ٹانگوں کے درمیان سے تاریکی ہٹ جائے گی (یعنی اتنی روشنی ہو جائے گی کہ لوگ ٹانگوں تک دیکھ سکیں) اس

وقت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم پر ایک زرہ ہوگی۔ پس لوگ ان سے پوچھیں گے آپ کون ہیں؟ وہ فرمائیں گے: میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اور اس کی (پیدا کردہ) جان اور اس کا کلمہ ہوں (یعنی باپ کے بغیر محض اس کے کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوا ہوں) تم تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کرلو: (1) اللہ دجال اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کردے۔ (2) ان کو زمین میں دھنسادے...... یا (3) ان کے اوپر تمہارے اسلحہ مسلط کردے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔'' مسلمان کہیں گے: ''اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ طمانیت کا باعث ہے۔ چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ڈیل وڈول والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس کا ہاتھ تلوار نہ اُٹھا سکے گا۔ پس مسلمان (پہاڑ سے) اُتر کر ان کے اوپر مسلط ہو جائیں گے اور دجال جب (عیسیٰ) ابن مریم کو دیکھے گا تو سیسہ کی طرح پگھلنے لگے گا حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام اسے جالیں گے اور قتل کردیں گے۔''

اب بتایئے! جب نتیجہ ہی تقویٰ اور جہاد مسلسل کی برکت سے دشمن کے ہتھیار ناکارہ ہونے اور مسلمانوں کی طویل جدوجہد کے بعد انہیں یہود پر مسلط کیے جانے پر موقوف ہے تو پھر اس بات پر افسوس کا کیا فائدہ کہ دشمن کے پاس یہ ہے اور وہ ہے۔ اور اس پر دل جلانے سے کیا حاصل کہ ہمارے پاس یہ نہیں اور وہ نہیں۔ ہمیں اس بات پر کبھی پریشان نہیں ہونا چاہیے کہ فلاں کمپیوٹرائزڈ سسٹم ہمارے پاس نہیں یا ہم اتنے فٹ اونچی اُڑان نہیں بھر سکتے۔ ہمیں اپنے طور پر جائز ذرائع سے دستیاب وسائل کو لے کر کام جاری رکھنا چاہیے اور بس! مادی طاقت سے مرعوب ہونے کی ضرورت ہے نہ اس پر فکرمند ہونے کی کہ ہم ان کے برابر آئے بغیر کس طرح ان پر غلبہ پائیں گے؟ ہاں اس پر ضرور فکرمند ہونا چاہیے کہ فجر کی نماز کی پابندی نہیں ہورہی (یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کا وقت ہے)

یا عصر کی جماعت کا اہتمام نہیں (یہ یہودیوں کے کلی خاتمے کا وقت ہے) تقویٰ عمل میں ہے نہ اخلاق اور برتاؤ میں (حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے ساتھی رات کو مصلے اور دن کو گھوڑے پر سوار ہوں گے۔ ہم میں رات کو عابد شب زندہ دار اور دن کے وقت شہسوار کتنے ہیں؟) جہاد کو حرام یا دہشت گردی کہنے والوں کے پروپیگنڈے سے کوئی متاثر تو نہیں ہو گیا؟ (حضرت مہدی کے ساتھی وہی ہوں گے جو آخری وقت تک ساری دنیا کی مخالفت و ملامت کی پروا کیے بغیر جہاد کی بابرکت سنت پر ڈٹے رہیں گے) جہاد کی جسمانی، ذہنی، نظریاتی، عسکری تربیت سے تو کوئی غافل نہیں (حضرت مہدی کے ساتھ وہ لوگ نہیں چل سکیں گے جنہیں جان و مال، عیش و آرام، گھربار، بیوی بچوں کی محبت راہِ خدا میں جانے سے روکتی ہو گی)

''حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اُمت میں سے ایک جماعت قیامت تک مسلسل حق پر قتال کرتی رہے گی (اور) غالب رہے گی۔ فرمایا: پھر (ان میں) عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو ان کا امیر کہے گا: آیئے! ہمیں نماز پڑھایئے! وہ کہیں گے: نہیں! بلکہ تم میں سے بعض لوگ بعض پر امیر ہیں (چنانچہ اُمتی آگے بڑھ کر سابقہ نبی کو نماز پڑھائے گا تاکہ ختم نبوت کا مسئلہ واضح ہو جائے) اس اُمت کی عنداللہ عزت و اکرام کی وجہ سے۔''

ایمان والوں کو چاہیے کہ خود کو اس وقت کے لیے ذہنی و جسمانی طور پر تیار کر لیں جب جہاد ہی ایمان کا معیار ہو گا۔ حضرت مہدی کے ساتھ وہی جا پائے گا جس نے پہلے سے جہاد کی تیاری کر رکھی ہو گی...... عین وقت پر تو جب بنجارا لاد چلے گا، سب ٹھاٹھ پڑا رہ جائے گا۔

دو دھاری تلوار

تیسری بات: حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟

تیسرا سوال کہ حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟ اتنا اہم نہیں جتنا نازک ہے۔ یہ ایسی دو دھاری تلوار ہے کہ ذرا سی پھسلن کہیں سے کہیں پہنچا سکتی ہے۔ پہلے تو قرآن کریم کی ہدایات ملاحظہ فرمایئے۔ یہ اگرچہ قیامت کے متعلق ہیں لیکن بندہ ایک سے زائد مرتبہ عرض کر چکا ہے کہ علاماتِ قیامت بھی قیامت کی طرح مبہم اور پیچیدہ ہیں۔ ان میں علامتی زبان استعمال کی گئی ہے اور اس موضوع کا سارا مزا ہی اس تجسس میں ہے جو اس ابہام اور ذو معنی علامتی لغت سے پیدا ہوتا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل میں ہے: "قل عسیٰ ان یکون قریباً" "(اے نبی!) کہہ دیجیے عین ممکن ہے کہ وہ وقت بالکل ہی قریب آ گیا ہو!" (آیت: ۵۱) بالکل اسی طرح کی ایک بات سورۃ المعارج میں بھی وارد ہوئی ہے: "انھم یرونہ بعیداً ونراہ قریباً" "یہ لوگ اسے دور سمجھ رہے ہیں جبکہ ہم اسے بالکل قریب دیکھ رہے ہیں۔!" (آیات: 6، 7) قرآن حکیم میں متعدد بار آیا ہے: "قل ان ادری اقریب ام بعید ما توعدون"

''(اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جا رہا ہے وہ قریب آ چکی ہے یا ابھی دور ہے!'' (سورۃ الانبیاء:109) ''قل ان ادری اقریب ما توعدون ام یجعل لہ ربی امدا.'' ''اور (اے نبی!) کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے وہ عنقریب پیش آنے والی ہے یا ابھی میرا رب اس کے ضمن میں کچھ تاخیر فرمائے گا!'' (سورۃ الجن:25)

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صاحب نے پوچھا: ''قیامت کب آئے گی؟'' آپ نے فرمایا: ''تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟'' بالکل یہی بات اس سوال کے متعلق کہی جا سکتی ہے۔ مہدویات کے موضوع کا سب سے سنسنی خیز اور تجسس آمیز سوال یہی ہے۔ اس کا جواب بھی یہی ہے کہ ہم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ کیونکہ جس طرح حضرت مہدی کا ساتھ دینے والے بمطابق حدیث شریف روئے ارض کے صالح ترین مسلمان ہوں گے اور ان کی فضیلت اصحاب بدر والی ہے، اسی طرح ان کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والوں کے لیے وعید بھی اتنی ہی سخت ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

''اس پر (یعنی مسلمانوں کو کافروں کے حوالے نہ کرنے پر) جنگ شروع ہو جائے گی اور مسلمان تین گروہوں میں بٹ جائیں گے: (1) ایک تہائی لشکر تو میدان جنگ سے بھاگ جائے گا، ان کی توبہ اللہ تعالیٰ کبھی قبول نہیں فرمائیں گے۔ (2) ایک تہائی لشکر شہید ہو جائے گا، یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل الشہداء ہوں گے۔ (3) ایک تہائی لشکر کو فتح نصیب ہوگی، یہ آیندہ کسی فتنے میں مبتلا نہ ہو سکیں گے۔'' (مسلم شریف)

حضرت کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والے کون ہوں گے؟ جنہوں نے شرک و بدعت کو دین سمجھ رکھا ہے۔ جنہوں نے اپنے منہ یا شرم گاہ کو حرام سے آشنا کر رکھا ہے۔ جن کے دلوں میں حسد، بغض اور کینہ ہے۔ زبان پر غیبت، تہمت اور جھوٹ ہے۔ آنکھ میں خیانت، حرص

اور ہوس ہے۔ ہاتھ میں بخل، کرپشن اور فراڈ ہے۔ منکرات سے توبہ نہیں کی اور دنیا سے منکرات کے کلی خاتمے کے لیے جہاد کرنے والوں میں شامل ہونے کا شوق ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت کو عین میدانِ جنگ میں اکیلا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

تو میرے بھائیو! اہم یہ نہیں کہ حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟ اہم یہ ہے کہ اگر وہ ظاہر ہو گئے تو ہم میں سے کس نے اس کے لیے کتنی تیاری کی ہے؟ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ ظاہر ہوں تو ہم کسی ایسے فتنے کا شکار ہوں کہ ان کا ساتھ دینے کی بجائے پیٹھ دکھادیں یا ان کے مقابلے میں اُتر آئیں۔ جی ہاں! کچھ بدنصیب نام نہاد مسلمان سب سے پہلے ان کی مخالفت میں خم ٹھونک کر نکلیں گے اور دردناک طریقے سے برباد ہوں گے۔ احادیث سے واضح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت کے زمانے میں نام نہاد مسلمانوں کا ایک طبقہ اور ہوگا جو حضرت کا ساتھ چھوڑ کر بھاگنے والوں سے بھی زیادہ بدبخت ہوگا۔ وہ اسلام کا دعوے دار ہونے کے باوجود حضرت کے مخالفین میں سے ہوگا اور اسے اللہ تعالیٰ ساری دنیا کی آنکھوں کے سامنے دردناک عذاب میں گرفتار کرے گا۔ وہ زندہ جسموں کے ساتھ زمین میں دھنسادیے جائیں گے۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو آج کل کے سب سے بڑے فتنے یعنی ''فکری ارتداد'' کا شکار ہو چکے ہوں گے اور ان کا سربراہ ''عبداللہ سفیانی'' نامی شخص ہوگا۔

یہ سفیانی کون ہوگا؟ یہ یہودیوں کا تیار کردہ ایک مسلم لیڈر ہوگا جس کو عالمی میڈیا مسلمانوں کے ہیرو اور قائد کے طور پر پیش کرے گا۔ بعض جنگوں میں وہ مغرب کے خلاف فاتحانہ کردار ادا کرنے کا ڈرامہ رچائے گا اور پھر جب مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرلے گا تو اصل روپ میں ظاہر ہو جائے گا۔ نعیم بن حماد کی ''کتاب الفتن'' میں ہے کہ اس کا نام عبداللہ ہوگا اور اس کا خروج مغربی شام میں ''اندر'' نامی جگہ سے ہوگا۔ یہ لفظ اصل میں "عَیْنُ دَوْر" ہے یعنی دور کا چشمہ۔ بگڑ کر اندر ہو گیا۔ ''اندر'' اس وقت شمالی اسرائیل کے

ضلع ''الناصرہ'' کا ایک قصبہ ہے جس پر اسرائیل نے 24 مئی 1948ء میں قبضہ کرلیا تھا۔ بعض روایات سے پتا چلتا ہے یہ شروع میں مسلمانوں کا ہمدرد اور خیر خواہ ہوگا، بعد میں اس کا دل بدل جائے گا۔ اس کا مطلب ہے کہ اسے باطل قوتیں مسلمانوں کی جعلی قیادت کے لیے تیار کریں گی جیسا کہ آکسفورڈ اور کیمبرج کے طلسم خانوں میں ہوتا ہے اور جب وہ مسلمانوں میں مقبولیت حاصل کرلے گا تو اصل پلان پر عمل شروع کرکے حضرت مہدی کے خلاف صف آرا ہو جائے گا۔ اس کی سوچ وفکر کا خلاصہ ''فکری ارتداد'' ہے۔

فکری ارتداد یہ ہے کہ اسلام کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہ سمجھا جائے۔ شرعی تعلیمات کو حرف آخر نہ مانا جائے۔ ان میں اتنے شکوک وشبہات اور وسوسے پیدا کیے جائیں کہ شراب اور زنا جیسی قطعی حرام چیزوں کو بھی پروپیگنڈے کے زور پر حلال قرار دلوایا جائے۔

☆...... ''اس دن وہ شخص سب سے بڑا محروم ہوگا جو بنوکلب کے مال غنیمت سے محروم رہا (یعنی ہر صاحب ایمان مجاہد اس مال غنیمت میں سے کچھ نہ کچھ ضرور لے) اگرچہ اونٹ کو باندھنے کی رسی ہی کیوں نہ ہو؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! وہ لوگ ان کے اموال کو غنیمت اور بچوں کو ان کے مسلمان ہونے کے باوجود کیسے قیدی بنالیں گے؟ فرمایا: ''وہ شراب اور زنا کو حلال سمجھنے کی وجہ سے کافر قرار دیے جائیں گے۔''

☆...... ''سفیانی زمین میں فساد برپا کیے ہوئے ہوگا حتیٰ کہ ایک عورت سے دن کے وقت دمشق کی جامع مسجد میں شراب کی ایک مجلس میں بدکاری کی جائے گی۔ اسی طرح ایک عورت سفیانی کی ران پر آکر بیٹھ جائے گی جبکہ وہ جامع دمشق کی محراب میں بیٹھا ہوگا۔ اس وقت ایک غیرت مند مسلمان سے مسجد کی یہ بے حرمتی اور یہ کریہہ منظر دیکھا نہ جائے گا اور وہ کھڑا ہو کر کہے گا کہ افسوس ہے تم پر، ایمان لانے کے بعد کفر کرتے ہو؟ یہ ناجائز ہے۔

سفیانی کوحق کی یہ بات کڑوی لگے گی اور وہ اس کوکلمۂ حق کہنے کی پاداش میں موت کے گھاٹ اُتاردے گااور صرف اسی کونہیں بلکہ جس نے بھی اس کی تائید کی ہوگی اس کو بھی قتل کردے گا۔''

یہ ہے وہ ''فکری ارتداد'' یہ ہے اللہ کے احکام (حدوداللہ کی پامالی) جوآج کے ''تھنک ٹینکس'' کا برپا کردہ وہ عظیم ترین فتنہ ہے۔اس سے جوسوسے جنم لیتے ہیں ان کی بنا پر آدمی صبح کومسلمان ہوتا ہے،شام کوکافر۔شام کومسلمان ہوتا ہے توصبح کو کافر۔اس فتنے کی ایک جھلک دیکھنی ہوتو حضرت علامۂ دوراں جاوید احمد غامدی اوران کے تیار کردہ لاجواب قسم کے باکمال فتنہ پردازوں کے پروگراموں میں دیکھ لیجیے۔ جہاں سیدھے سادھے نوجوانوں سے یہ سوال ہوتے ہیں: خدا کا وجود ہے بھی یا نہیں؟ حدود کی تعریف کیا ہےاور یہ تعریف کس نے کی ہے؟ چہرے کے پردے کا تکلف کس نے جاری کیا؟ وغیرہ وغیرہ۔ان لوگوں کی بدنصیبی یہ ہے کہ ان کے پروگراموں کی فہرست دیکھ لیجیے۔ایک بھی تعمیری عنوان نہیں ملے گا۔ اصلاحی موضوعات سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔ ان کا سارا زور تشکیک پھیلانے اور وسوسہ پیدا کرنے پر ہے۔کوئی دنیادار مسلمان دین کی طرف آجائے،اس کی ان کوکوئی فکرنہیں۔ سارازوراس پر ہے کہ جو بچے کھچے مسلمان دین پرٹوٹا پھوٹا عمل کررہے ہیں،وہ کسی طرح سے آزادخیال ہوجائیں؟ طہارت کے مسائل نہ جاننے والوں کوعلمی کلامی مباحث میں اُلجھانے کا آخراور کیا مطلب ہوسکتا ہے؟

توجناب من! شراب وزنا کوحلال اور سودو جوے کوجائز سمجھنے والے اورسنت نبوی کو حقیر جاننے والے وہ بدنصیب مخلوق ہوں گے جوحضرت مہدی کی تلوار کا شکار ہوں گے۔ یہی فکری ارتداد کا انجام ہے۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح ذبح کیے جائیں گے۔آج کل خنجر سے ذبح کی خبریں بہت آتی ہیں۔

''حضرت مہدی ان کے سردار سفیان نامی شخص کو ایک چٹان پر بکری کی طرح ذبح کر دیں گے۔''

جو لوگ فتنے کا شکار ہو چکے ہوں وہ ظالم کے لیے رحم اور مظلوم کے لیے سنگ دل ہوتے ہیں۔

اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔ ارتدادی فتنے کا کمال یہ ہے کہ ان فتنہ باز پروفیسروں اور اسکالروں کے مذاکرے اور مباحثے سننے والے لوگ کفریہ کاموں اور کفریہ نظریات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ کفریہ کام تو پھر بھی توجہ دلانے سے سمجھ آ جاتے ہیں، کفر کے نظریات کا کانٹا لاکھ سمجھاؤ، دل سے نہیں نکلتا۔ اس لیے میرے بھائیو! اللہ کے واسطے اپنے ایمان کی حفاظت کرو۔ اس کا طریقہ یہی ہے کہ ایمان والوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ انہی کی صحبت میں بیٹھو۔ انہی کی روش اختیار کرو۔ ایمان کے ڈاکو بڑے چالباز ہوتے ہیں۔ دایاں دکھا کر بایاں مارتے ہیں۔ خبر بھی نہیں ہوتی کہ متاعِ عزیز لوٹ لیتے ہیں۔ پروگرام ختم نہیں ہو چکا ہوتا کہ ایمان ٹھکانے لگ چکا ہوتا ہے۔ خدا کے لیے خود پر رحم کرو۔ کہیں موت کے وقت کلمہ کی دولت ہاتھ سے نہ جاتی رہے۔

حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟ حضرت چونکہ اس صدی کے مجدد ہوں گے جس میں وہ ظاہر ہوں گے اس لیے اتنی بات تو طے ہے کہ وہ کسی اسلامی صدی کے شروع میں ظاہر ہوں گے۔ یہ بھی ممکن ہے کہ پیدا شروع میں ہوں اور ظاہر نصف صدی سے پہلے ہوں۔ عرب کے محاورے میں نصف سے پہلے تک کو ''شروع'' کہا جاتا ہے۔ اب وہ یہ صدی ہوگی یا اگلی؟ اللہ ہی کو بہتر معلوم ہے۔ ہمیں وہ دور دیکھنا نصیب ہوگا یا ہماری اگلی تین نسلوں کو ان کا زمانہ ملے گا؟ عالم الغیب کے علاوہ کسی کو اس کا علم نہیں۔ اتنی بات ہے کہ کفر کا غلبہ جہاں تک پہنچ چکا ہے اور مسلمان جتنے طویل عرصے سے مظلومیت کا شکار ہیں اور قربانیوں کے باوجود پسے چلے جا رہے ہیں، یہ کچھ اور ہی بتاتا ہے۔

کوئی ابہام سا ابہام ہے!

حضرت مہدی کب ظاہر ہوں گے؟

احادیث مبارک میں ظہور مہدی کی جتنی علامات بیان کی گئی ہیں، ان میں سے کچھ میں گفتگو علامۃً واستعارۃً ہے۔ کچھ علامتیں بالکل واضح ہیں لیکن ان کے حقیقی ظہور سے قبل ان کے وقتِ ظہور کے بارے میں کچھ کہنا بہت مشکل ہے۔ ذیل میں ان دونوں اقسام میں سے کچھ نمایاں اور اکثر احادیث میں مشترکہ طور پر مذکورہ علامات کو ذکر کیا جاتا ہے۔

☆......ایک علامت یہ بتائی گئی ہے کہ آسمان سے فلک شگاف ندا آئے گی جو امام مجاہد کے ظہور کی منادی کرے گی۔ اس علامت کا حقیقی مصداق تو بالکل واضح ہے لیکن اوّل تو یہ ان کے ظہور کے بعد ہوگی جبکہ ہم قبل ظہور امام ان کے زمانۂ ظہور کے اندازہ لگانے کی فکر میں ہیں۔ دوسرے ممکن ہے اس میں بھی علامتی گفتگو کی گئی ہو۔ یعنی یہ صدا ڈنکے کی چوٹ پر آسمان سے آئے گی ضرور، لیکن آج کل کون سی جگہ ایسی ہے جس میں سیٹلائٹ سسٹم سے وابستہ جدید ذرائع ابلاغ موجود نہیں یا کون شخص ہے جس کی ان ذرائع تک رسائی نہیں؟ حضرت کا خانہ کعبہ میں ظہور اور اس کا ردّعمل تازہ بہ تازہ خبر کی صورت میں مصنوعی سیارے

لمحہ بہ لمحہ نشر کریں گے اور آسمان سے سنسنی خیز اطلاعات کے سگنل بھیجیں گے۔

☆......ایک علامت یہ ہے کہ آپ صدی کے مجدد ہوں گے۔ صدی کے مجدد کا اس کے شروع میں آنا ضروری نہیں، وسط سے پہلے پہلے آنے والے کو اسی صدی کا مجدد مانا جائے گا۔ اب خدا جانے کہ وہ یہی پرآشوب صدی ہے جس میں کوئی ستم نہیں جو مسلمانوں پر ڈھایا نہ گیا ہو اور کوئی قربانی نہیں جو مسلمان زعماء ومجاہدین نے نہ دی ہو اور اگر یہ صدی نہیں تو کیا ہم تسلیم کرلیں کہ اتنی زبردست قربانیوں کے باوجود بھی کفر ہم پر مزید کئی صدیوں تک بے دھڑک حکمرانی کرے گا؟؟؟

''حجاج نے کہا، اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: چاہے دنیا کے لیے صرف ایک دن باقی ہو، اللہ تعالیٰ ہم میں سے ایک آدمی کو بھیجے گا جو دنیا کو انصاف سے بھردے گا جس طرح یہ ظلم وستم اور ناانصافی سے بھری ہوگی۔''

(مسند احمد، اقتباس:20-20)

☆......ایک علامت یہ ہے کہ فرات دریا سے پانی ہٹ جائے گا اور اس میں سونے کا پہاڑ ظاہر ہوگا۔ دجلہ اور فرات دونوں ترکی سے نکلتے ہیں اور عراق سے گزرتے ہوئے خلیج عرب میں گرتے ہیں۔ ترکی نے فرات پر متعدد ڈیم بنائے ہیں جن میں سے ''اتاترک ڈیم'' دنیا کے بڑے ڈیموں میں سے ایک ہے۔ اس کی وسعت 816 مربع کلومیٹر ہے۔ خلافتِ عثمانیہ کے بعد ترکی میں فری میسن اقتدار میں رہے ہیں۔ اگر ترکی چاہے تو فرات کا پانی عراق سے بآسانی روک سکتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی دنیا آنکھوں سے دیکھے گی کہ سونے کا پہاڑ ظاہر ہوتے ہی دنیا اس پر ٹوٹ پڑے گی اور سو میں سے ننانوے اس لالچ میں مارے جائیں گے کہ شاید میں بھی وہ خوش نصیب ہوں جو اس سونے کا مالک بنے گا۔

☆......ایک مشہور علامت حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ زمین

اس لشکر کونگل جائے گی جو حضرت سے لڑنے کے لیے نکلے گا۔ اس کا معنی یہ بھی ہوسکتا ہے کہ زمین یک لخت پھٹ جائے گی اور اس بدنصیب فوج کو دیکھتے ہی دیکھتے لقمہ بنالے گی جو مسلمان ہونے کی دعویدار ہو کر بھی مسلمان کے نجات دہندہ قائد سے لڑنے نکلے گی۔ یہ بھی امکان ہے کہ یہ لشکر جب شام سے آئے گا (شام کے لفظ میں لبنان اور فلسطین......موجودہ اسرائیل...... کے علاوہ اردن بھی شامل ہے، جہاں کافی عرصے سے حرمین کا ایک غدار خاندان حکمران ہے جس کی ملکائیں امریکن یہودی یا برطانوی عیسائی ہوتی ہیں اور مسلمان حکمرانوں کو لبھانے کے فن میں طاق ہوتی ہیں) اور اس کی مدد وہ امریکی افواج کریں گی جو ارضِ حرمین میں چھاؤنیاں بنا کر لمحۂ موعود کے انتظار میں بیٹھی ہیں تو فریقین میں جدید آلات حرب کے استعمال سے زمین میں بھاری بھرکم گولے بڑے بڑے گڑھے چھوڑ جائیں گے۔ اسی گڑھوں اور مہیب کھڈوں سے داغدار زمین جب الصادق المصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی گئی تو آپ نے بلاتوقف اس کی حقیقت کے قریب ترین شاندار منظر کشی فرمائی۔

ان احادیث سے ایک بات یہ سامنے آئی کہ حضرت الامام کو مسلمانوں کی طرف سے فوری اور عالمی پذیرائی نہیں ملے گی۔ اس لیے کہ صاحب اختیار حکمران وقت، اصلاح کی علمبردار روحانی ہستیوں کو اپنے اثرورسوخ کے لیے ہمیشہ سے خطرہ سمجھتے چلے آئے ہیں۔

''اور ہم نے کسی بستی میں ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا: جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں۔'' (النساء: 34)

حضرت مہدی نہ رسول ہیں اور نہ نبی، وہ تو مصلح اور مجاہد ہیں......لیکن امراء کا وطیرہ رہا ہے کہ شمع حق کے مشعل برداروں کی تضحیک وتحقیر کریں چاہے وہ جس حیثیت میں ہوں۔ اس مرتبہ تو ان کو کچھ ایسے علمائے سوء کا سہارا بھی حاصل ہوگا جو دنیا پرستی میں منہمک ہو چکے ہیں اور صاحبان اقتدار سے قرب نے ان کو حق گوئی سے روک رکھا ہے یا وہ بدعات کے

مرتکب اور عیش پرستی کے عادی ہیں۔ سنت کا اتباع اور جہاد و قتال ان کے نزدیک گنوار طالبان کا کام ہے۔ جو دنیا کے پسماندہ ترین خطے ''خراسان'' سے آئیں گے جو پاکستان اور افغانستان کے چند علاقوں پر مشتمل علاقے کا قدیم جغرافیائی نام ہے۔ ان علماء کے لیے علمائے یہود کی مثال صادق آتی ہے کہ وہ دل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اچھی طرح پہچان کر بھی زبان سے اس کا اظہار اور تصدیق کے بجائے مخالفت کرتے تھے۔

☆...... ایک علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس سال ذی الحجہ میں منیٰ میں خون ریزی ہوگی لیکن یہ بہت قریب کی علامت ہے، اس لیے کہ اس ذی الحجہ کے فوراً بعد محرم میں عاشورہ کی رات حضرت کے ہاتھ پر بیعت جہاد ہوگی۔ اس لیے یہ قریب ترین علامت ہماری بحث سے خارج ہے۔

☆...... ایک علامت یہ بھی ہے کہ ایک خلیفہ کے انتقال پر شدید اختلاف ہوگا۔ اس اختلاف کی نوعیت بظاہر یہ لگتی ہے کہ سعودی تخت پر اتحادی افواج اپنی مرضی کا آدمی بٹھانا چاہیں گی جبکہ اہلِ اسلام کسی ایسے شخص کو پسند کرتے ہوں گے جس کے نظریات اتحادیوں کو ایک آنکھ نہیں بھاتے ہوں گے۔ مہدویات پر نظر رکھنے والے کچھ حضرات اس کا مصداق شاہ فہد کو سمجھتے تھے لیکن جب اس کا انتقال ہوا اور شاہ عبداللہ کی جانشینی کا عمل بخیر خوبی انجام پا گیا تو ان کے اندازوں کو زبردست دھچکا لگا لیکن اندازے تو اندازے ہوتے ہیں۔ کچھ حضرات کے نزدیک شاہ عبداللہ کے انتقال پر اس طرح کی صورتِ حال کا اندیشہ نسبتاً زیادہ ہے۔

اب ہم دوسری قسم کی علامت کی طرف آتے ہیں جو نہایت قطعیت کے ساتھ اس لمحۂ موعود کی طرف اشارہ کرتی ہے لیکن مسئلہ یہاں یہ ہے کہ ہم اس علامت کی قطعیت کے باوجود قبل از وقت اسے دریافت نہیں کرسکتے۔ یہ وہی علامت ہے جس نے چند سال قبل عوام کو گہرے تجسس میں مبتلا کرنے والے پیغامات سننے کا موقع پیدا کیا تھا لیکن اس میں فنی

طور پر ایک اہم فلکیاتی نکتے سے توجہ ہٹ جانے کے باعث یہ سنسنی خیزی واقعیت کی سان پر نہ چڑھ سکی۔ بندہ اس سے قبل ''دو چاند دو گرہن'' کے عنوان سے مختصر طور پر لکھ چکا ہے کہ اصل پیش گوئی یوں ہے کہ حضرت مہدی کے ماہِ محرم میں ظہور سے قبل ماہ رمضان میں چاند اور سورج دونوں کو گرہن لگے گا۔ اب اس میں انوکھا پن محض اتنا نہیں کہ دونوں کو ایک ماہ میں اکٹھے گرہن لگے گا۔ نہیں! ایسا ہرگز نہیں۔ یہ تو پہلے بھی ہوتا رہا ہے۔ اصل انوکھی باتیں دو ہیں اور دونوں فلکیات کے قوانین کے اعتبار سے عام طور پر ممکن نہیں۔ ان کا عدم امکان ہی ان کو محیر العقول علامت بناتا ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ فلکیات کی رو سے چاند گرہن ہمیشہ اسلامی مہینے کے وسط میں اور سورج گرہن آخر میں ہوتا ہے جبکہ اس مرتبہ چاند گرہن شروع میں اور سورج گرہن وسط میں ہوگا۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک مہینے میں دو مرتبہ چاند گرہن نہیں ہوتا۔ اس سال ایک رمضان میں دو مرتبہ چاند گرہن لگے گا۔ یہ واضح ترین علامت ہوگی کہ تین ماہ بعد محرم میں حضرت مہدی کا ظہور ہونے والا ہے۔ اب اسے افراط و تفریط کے علاوہ کیا کہا جائے کہ کچھ لوگ تو ان علامتوں کے بغیر راہ چلتے شعبدہ بازوں کو مہدی جیسی مقدس شخصیت مان لیتے ہیں اور کچھ لوگ ان واضح علامات کے بعد بھی حضرت کو ماننے سے ویسے ہی انکار کریں گے جیسا کہ یہود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچان لینے کے بعد بھی بوجوہ ایمان لا کر نہ دیتے تھے بلکہ مخالفت پر کمر باندھ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے رسوا ہو گئے۔

آج کل کسی بھی فلکیاتی ویب سائٹ پر آپ مستقبل میں کسی بھی لمحے چاند سورج کی حرکات اور گرہن کا شیڈول دیکھ سکتے ہیں لیکن یہ دونوں انوکھی علامتیں چونکہ ہیں ہی خلافِ معمول، اس لیے کوئی ماہر فلکیات دان بھی ان کا وقت بتانے سے قاصر ہے۔ آخری رمضان سے پہلے اور ان کے وقوع سے پہلے وقت کی تعیین ممکن نہیں۔ اس حوالے سے درج ذیل مضمون میں کافی کچھ تفصیل کی گئی ہے:

دو گرہن دو چاند

''آج کل موبائل فونوں پر ایک میسج چل رہا ہے۔جس کا خلاصہ کچھ یہ ہے:''قیامت کی آخری نشانی۔ آسمان میں دو چاند نظر آئیں گے۔ بی بی سی پر بھی بتایا گیا ہے کہ 27 اگست کو دو چاند نظر آئیں گے۔ یہی حضرت امام مہدی کے ظاہر ہونے کا وقت ہے۔ قرآن پاک میں ہے جب قیامت کی آخری نشانی نظر آجائے گی اس کے بعد توبہ قبول نہیں ہوگی۔ اس پیغام کو جتنا ہو سکے دوسروں تک پہنچائیں۔''

اس میسج پر تبصرہ تو ہم بعد میں کریں گے پہلے حضرت مہدی کے ظہور کی علامات میں سے جس علامت کی طرف اس پیغام میں مبہم، ناقص اور غلط اشارہ کیا گیا ہے، اس کی وضاحت ہو جائے۔ احادیث کی جستجو کی جائے تو 30 علامات ایسی ملتی ہیں جو حضرت مہدی کے ظہور سے پہلے کائنات میں ظاہر ہوں گی اور دنیا کو متوجہ کریں گی کہ مسلمانوں کی مصیبتوں کے خاتمے (اگرچہ یہ اچھا وقت آگ اور خون کے دریا سے گزرنے کا حوصلہ رکھنے والوں کے لیے آئے گا) اور کفر کی اُمیدوں پر پانی پھرنے کا وقت قریب آگیا ہے۔ ان میں سے ایک چیز ایسی ہے جو دنیا کی پیدائش سے آج تک نہیں ہوئی اور ایک مرتبہ کے بعد آیندہ بھی نہیں ہوگی کیونکہ کائنات میں کارفرما قوانین کے مطابق یہ ممکن ہی نہیں۔

علم الفلکیات کی رو سے یہ ایک طے شدہ اور مسلمہ قانون ہے کہ چاند گرہن ہمیشہ قمری مہینے کے وسط اور سورج گرہن ہمیشہ مہینے کے آخر میں ہی ممکن ہے۔ یہ مسئلہ فلکیات کا بالکل ابتدائی اور عام سا مسئلہ ہے۔ اس کی وجہ اس فن کے مبتدی بھی جانتے اور بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں چاند گرہن ہمیشہ اسلامی تاریخ کے حساب سے 13، 14، 15 اور سورج گرہن ہمیشہ 27، 28، 29 کو ہوگا۔ اس سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا۔ اللہ پاک نے فلکی نظام ہی کچھ ایسا رکھا ہے۔ البتہ حضرت مہدی کے ہاتھ پر جس سال کے محرم

میں عاشورہ کی رات کو حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان بیعتِ جہاد و خلافت ہوگی اور اس محرم سے پہلے ذی الحجہ میں منیٰ میں سخت خونریزی ہوگی اس سال رمضان میں اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے چاند گرہن 13، 14، 15 رمضان کے بجائے یکم رمضان المبارک کی رات کو ہوگا اور سورج گرہن 27، 28، 29 رمضان کے بجائے 15 رمضان المبارک کو ہوگا۔ یہ دونوں باتیں نہ ممکن ہیں اور نہ تخلیق کائنات سے آج تک ہوئی ہیں لیکن قانون سے ہٹ کر پیش آنے والی چیزوں کی علامت بھی عام قوانین سے ہٹ کر ہوتی ہے۔

1423ء بمطابق 2002ء کے رمضان میں چاند اور سورج گرہن دونوں کے اکٹھے گرہن ہونے کا واقعہ پیش آیا تھا...... (اس موقع پر بحث و تحقیق اور تبصروں و تجزیوں پر مشتمل کئی مضامین آئے لیکن اس عاجز کی زبان اور قلم خاموش رہے۔ وجہ چار شمارے پہلے عرض کی جاچکی ہے۔ اور زیر نظر ضمنی مضمون اس وعدے کی تکمیل کا ان شاء اللہ آغاز ہے جو اس کالم میں ہوا تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ عنوان کچھ اور ہو اور بات کچھ اور)...... لیکن اس کی نوعیت یہ تھی کہ دونوں گرہن عام قانون کے مطابق اپنے اپنے وقت پر ہوئے تھے یعنی چاند گرہن ماہِ رمضان کے وسط میں اور سورج گرہن مہینے کے آخر میں۔ رصد گاہوں کا ریکارڈ دیکھا جائے تو ایسا 2002ء سے پہلے اور کئی مرتبہ ہو چکا ہے۔ اس موقع پر درج بالا میسج کی طرح کے جو سنسنی خیز مضامین شائع ہوئے تھے، ان میں یہ تکنیکی غلطی ہوگئی تھی کہ چاند و سورج کے اکٹھے گرہن کو وہ علامت لیا گیا تھا جو اکٹھے ہونے کے علاوہ اپنے وقت سے پہلے ہونے سے مشروط تھی۔ بلکہ احادیث مبارکہ کو دیکھا جائے تو چاند سورج دونوں کے اکٹھے گرہن ہونے کے ساتھ یہ بھی ہوگا کہ چاند کا گرہن ایک مہینے میں دو مرتبہ ہوگا۔ ایک تو یکم رمضان کو اور دوسرے ماہِ رمضان کے بیچ میں کسی اور دن۔ حدیث شریف میں یہ تصریح نہیں کہ دوسرا گرہن حسب معمول 13، 14، 15 کو ہوگا یا وہ بھی معمول سے ہٹ کر کسی اور تاریخ میں

ہوگا۔ یاد رہے کہ ایک قمری مہینے میں دو چاند گرہن یا دو سورج گرہن نہیں ہو سکتے البتہ شمسی مہینے میں ہو سکتے ہیں جب کہ 2003ء کے جولائی میں ہوا کہ یکم اور 31 جولائی کو دو سورج گرہن ہوئے۔ گویا یہ دوسری نشانی بھی خلافِ معمول ہوگی۔ آج کل جو حضرات حج کے موقع پر حضرت مہدی کی جستجو میں ہوتے ہیں انہیں حج سے پہلے ایسے رمضان کی جستجو کرنی چاہیے...... لیکن مشکل یہ ہے کہ چاند سورج کی آیندہ کئی سو سال کی سیکنڈ سیکنڈ کی حرکت کا حساب بنانے والے فلکیاتی قواعد اور ویب سائٹس اس موقع پر اس لیے کوئی مدد نہیں کر سکتیں کہ یہ دونوں گرہن خلافِ معمول ہوں گے اور فلکیات کا فن ان کا سراغ پانے سے عاجز ہے۔ اس لیے جو حضرات ''فلکیات'' یا ''مہدویات'' سے مناسبت رکھتے ہیں وہ اس طرح کی متعین پیش گوئیوں اور غیر ثقہ پیغامات کو اہمیت نہیں دیتے۔

اب اس ناقابلِ اعتبار میسج کی طرف واپس آتے ہیں جو گزشتہ چند دنوں سے غیر ثقہ ہونے کا ثبوت دیتے ہوئے سنسنی پھیلا رہا ہے۔ اتنا تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ 27 اگست کو نہ رمضان ہے نہ دونوں گرہن نہ دو چاند گرہن...... لہٰذا یہ میسج راہِ عمل سے فرار کے خواہش مندوں کے لیے وقتی تسکین و تفریح تو ہو سکتا ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ اب اس کی حقیقت سمجھیے۔ 27 اگست 2003ء کو مریخ 50 ہزار سالہ تاریخ میں پہلی بار زمین کے انتہائی قریب اور خوب روشن تھا۔ اس کو بعض ناواقف مہربانوں نے چاند سمجھ لیا اور اب ہر سال اگست میں مسلمانوں کے جذبات سے کھیلنے کے لیے کچھ شرارت پسند ایسا میسج سب کو بھیجتے ہیں اور تحقیق کے بغیر سادہ لوح مسلمان اسے آگے چلا دیتے ہیں۔ اس لیے بندہ ہمیشہ اپنے احباب کو تائید کرتا ہے کہ ہمیشہ جید علمائے کرام کی صحبت اختیار کریں اور صرف مستند کتابیں پڑھا کریں۔ ہمارے اکابر کو اللہ تعالیٰ نے علم راسخ کے ساتھ عقل کامل عطا فرمائی تھی۔ انہی پر اعتماد کریں اور انہی کے قدموں میں پڑے رہنے میں اپنی نجات سمجھیں۔

حضرت مہدی کے ظہور کے لیے ماہ وسن کی تعیین درست نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قیامت کی طرح علاماتِ قیامت کو بھی مبہم رکھا ہے...... تاکہ غفلت میں پڑے ہوئے مسلمان زندگی کے ہر دن کو آخری دن اور ہر رات کو قیامت کی رات سمجھ کر بدعملی اور بے عملی سے توبہ کرلیں اور اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کرنے میں بُت جائیں۔''

☆......☆......☆

نتیجہ کیا نکلا؟ اہم علامتوں پر گفتگو کے بعد بھی ظہورِ مہدی کے وقت کے متعلق ابہام باقی ہے۔ اگر ہم تورات کی طرف جائیں تو وہاں ایک ایسی پیش گوئی ملتی ہے جس سے کچھ محققین نے وقت موعود کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے۔

مہلت کا اختتام

حضرت دانیال علیہ السلام (اللہ کی رحمت اور سلامتی ان پر ہو) بنی اسرائیل کے مقدس پیغمبر تھے۔ جب یہود کی بداعمالیوں کی پہلی سزا کے طور پر اللہ تعالی نے بخت نصر بادشاہ کو ان پر مسلط کیا اور اس نے عراق سے آ کر یروشلم کو تاراج کر ڈالا۔ ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ تورات کے نسخے جلا ڈالے۔ یہود کا قتل عام کیا۔ شہر کو برباد و ویران کیا۔ باقی ماندہ بچے کھچے یہودیوں کو غلام بنا کر اپنے ساتھ بابل لے گیا۔ تو جس زمانے میں یہود وہاں غلاموں کی زندگی گذار رہے تھے، اللہ تعالی نے ان پر رحم کھاتے ہوئے اس عذاب سے نجات کے لیے ان میں پھر سے انبیاء بھیجنے شروع کیے۔ انہی انبیاء میں سے ایک حضرت دانیال علیہ السلام تھے۔ حضرت دانیال علیہ السلام اپنی شخصیت و کردار میں سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سے گہری مماثلت رکھتے ہیں۔ بنی اسرائیل کے ان دونوں پیغمبروں کو آغاز میں غلام بنالیا گیا تھا اور پھر ایک اجنبی ملک میں اجنبی و مظلوم شخص کی حیثیت میں اللہ تعالی نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کی جسمانی پرورش اور روحانی تربیت کی حتی کہ وہ پیغمبر بننے کے ساتھ دنیاوی اعتبار سے بھی بڑے عہدوں تک پہنچے۔ دونوں کو اللہ

تعالیٰ نے خوابوں کی تعبیر کا خصوصی علم عطا کیا تھا۔ وہ مشکل حالات میں بھی لوگوں کو خدائے واحد کی طرف بلاتے۔ جبر وظلم کے ماحول میں کلمۂ حق بلاخوف وجھجک کہتے رہے۔ دونوں پر فتنہ پردازوں نے تہمت لگائی جس کی نوعیت الگ الگ تھی لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے ان کی پاکیزگی اور پاکدامنی ایسے دلائل سے ظاہر فرمائی کہ دشمن بھی انکار نہ کرسکے اور معافی مانگنے پر مجبور ہوگئے۔

بخت نصر کے بعد ''نیبوشانے زار'' بادشاہ ہوا۔ اس نے ایک خواب دیکھا۔ جس کا مطلب سمجھنے میں وہ اتنا اُلجھا کہ پریشان ہوکر رہ گیا۔ اس نے ملک کے تمام مشہور نجومیوں، جادوگروں، کاہنوں اور مستقبل کا حال بتانے والے کو جمع کیا اور خواب کی تعبیر پوچھی۔ جب علم کا بے جا دعویٰ کرنے والے سب عاجز آگئے تو کسی نے اسے بنی اسرائیل کے دانشمند اور صاحب فہم نوجوان دانیال کی اطلاع دی۔ اس نے ان کو بلا بھیجا۔ حضرت دانیال علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے فریاد کی کہ ان پر یہ علم مزید کھولا جائے اور اس خواب کی صحیح صحیح تعبیر انہیں سمجھا دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ دعا قبول کرلی اور انہیں خواب کا صحیح صحیح مطلب القا کردیا گیا۔

نیبوشانے زار کے اس خواب میں اس وقت کے بادشاہ سے لے کر قیامت تک آنے والے مختلف ادوار، حکومتوں اور بادشاہوں کے متعلق جو پیش گوئیاں کی گئی ہیں، وہ حیرت انگیز طور پر درست ثابت ہوئی ہیں۔ ماسوائے ان چند باتوں کے جن میں یہودی اور عیسائی حضرات نے تحریف کردی ہے اور اسے توڑ مروڑ کر کہیں اور منطبق کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام کے کلام میں آخری نبی خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق واضح پیش گوئی ہے اور یہ کہ ایک ابدی پیغام اور ہمیشہ قائم رہنے والا دین ظاہر ہوگا۔ اہل کتاب کی بدنصیبی کہ وہ حقیقت کا انکار اس وقت کرتے ہیں جب وہ ان کے سامنے

واضح ہو جاتی ہے۔ سر دست ہمارا موضوع اس خواب میں سے عددی پیش گوئیوں پر مشتمل وہ حصہ ہے جو ہر دور میں بحث و تحقیق کا موضوع رہا ہے اور اب تو ان کے دن اُفق سے ورے نہیں، اُرے دکھائی دیتے ہیں۔

اب آگے چلنے سے پہلے ایک واقعہ یہ بیان کرتے چلیں جسے ابن اسحٰق، ابن ابی شیبہ، امام بیہقی، ابن ابی الدینا اور دیگر محدثین نے بیان کیا ہے۔ یہ حضرات فرماتے ہیں:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ''طستور'' نامی شہر فتح ہوا تو فاتح فوج میں شامل صحابہ و تابعین نے وہاں حضرت دانیال علیہ السلام کا مزار دریافت کیا۔ آپ کا جسم مبارک ایک تابوت میں بالکل اصل حالت میں بغیر کسی قسم کی تبدیلی و تغیر کے موجود تھا۔ ان کے سر پر کپڑے کا ایک خط تھا جس پر اجنبی زبان میں کچھ لکھا ہوا تھا۔ دریافت کنندہ جماعت میں جن تابعین کے نام ہیں ان میں ابوالعالیہ اور معترف بن مالک مشہور ہیں۔ یہ حضرات یہ تحریر لے کر سیدنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پہنچے۔ آپ نے مشہور صحابی حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ (جو پہلے اہل کتاب یہود میں سے تھے اور سچا اسلام لے آئے تھے۔ اللہ ان سے راضی ہو) سے یہ تحریر پڑھ کر عربی میں ترجمہ کرنے کی درخواست کی۔ حضرت ابوالعالیہ تابعی فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ شدہ تحریر کو پڑھنے والا پہلا شخص میں تھا۔ اس میں درج تھا: ''تمہاری تمام تاریخ اور معاملات، تمہاری تقریر کی سحر آفرینی اور بہت کچھ جو ابھی واقع ہونے والا ہے۔'' (ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج 1، ص 42-40، بیہقی: دلائل النبوۃ ج 1، ص 381، ابن ابی شیبہ: المصنف 4-7، الکرمی: شفاء الصدور جمال حبیب ایڈیشن صفحہ 336)

تورات میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بیت المقدس میں فاتحانہ داخلے کا بھی تذکرہ ہے۔ مثلاً: ''زکریا'' کی سورت میں یہ آیت دی ہوئی ہے:

''اے صہیون کی بیٹی! خوشی سے چلاؤ۔ اے یروشلم کی بیٹی! مسرت سے چیخو۔ دیکھو! تمہارا بادشاہ آ رہا ہے۔ وہ عادل ہے اور گدھے پر سوار ہے۔ خچر یا گدھی کے بچے پر۔ میں یوفریم سے گاڑی کو اور یروشلم سے گھوڑے کو علیحدہ کر دوں گا۔ جنگ کے پر توڑ دیے جائیں گے۔ اس کی حکمرانی سمندر اور دریا سے زمین کے کنارے تک ہوگی۔''

یہ الفاظ واضح ہیں لیکن عیسائی اسے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے یروشلم میں تنہا مسافر کی حیثیت سے داخلے کو مراد لیتے ہیں۔ اونٹنی کے لفظ کو انہوں نے اسی لیے گدھے سے تبدیل کیا ہے۔ یہ ان حضرات کی دیدہ دانستہ پیدا کردہ غلط فہمی ہے، اس لیے کہ بے شک مذکورہ پیش گوئیوں میں ''اسلامی فتوحات'' اور ''حضرت عمر رضی اللہ عنہ'' کا نام نہیں دیا گیا۔ فارسیوں اور رومیوں میں سے کوئی بھی حکمران ایسا نہیں گزرا کہ جس نے فارس کے ساحل سے بحر متوسط اور بحیرۂ طبریہ سے عدن تک مکمل قبضے میں لیا ہو۔ یہ حقیقت صرف حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں پر صادق آتی ہے۔

اب ہم اصل واقعے کی طرف لوٹتے ہیں۔ بادشاہ نے حضرت دانیال علیہ السلام کو بلا بھیجا۔ جب یہ اس کے پاس پہنچے تو اس نے کہا: ''میں نے تیرے بارے میں سنا ہے کہ الٰہوں کی رُوح تجھ میں ہے اور نور اور دانش اور کمال حکمت تجھ میں ہیں۔ حکیم اور نجومی میرے حضور حاضر کیے گئے تاکہ اس نوشتہ کو پڑھیں اور اس کا مطلب مجھ سے بیان کریں لیکن وہ اس کا مطلب بیان نہیں کر سکے اور میں نے تیرے بارے میں سنا ہے کہ تو تعبیر اور حل مشکلات پر قادر ہے۔ پس اگر تو اس نوشتہ کو پڑھے اور اس کا مطلب مجھ سے بیان کرے تو ارغوانی خلعت پائے گا اور تیری گردن میں زرّین طوق پہنایا جائے گا اور تو مملکت میں تیسرے درجہ کا حاکم ہوگا۔'' تب دانیال علیہ السلام نے بادشاہ کو جواب دیا: ''تیرا انعام تیرے ہی پاس رہے اور اپنا صلہ کسی دوسرے کو دے تو بھی میں بادشاہ کے لیے اس نوشتہ کو

پڑھوں گا اور اس کا مطلب اُس سے بیان کروں گا۔'' (سورہ دانیال: پ 5، آیت 13-18)

اس کے بعد بادشاہ نے خواب سنایا اور حضرت نے اس کی تعبیر بتائی۔ اس میں دنیا کی تاریخ کے مختلف ادوار اور مختلف حکومتوں کے آغاز و انجام کے متعلق پیش گوئیاں ہیں۔ اس میں سے جس پیش گوئی کا ہمارے دور اور ہمارے زمانے میں ہزاروں سال بعد ایک خاص حکومت کے قیام کے متعلق ہے اس کا نام انہوں نے ''نفرت کی ریاست'' اور ''گناہوں کی مملکت'' رکھا ہے۔ اس ریاست کے قیام سے دنیا کے انجام کا آغاز ہوگا اور اس میں گناہوں کی بھرمار سے یہ آغاز اپنے انجام کی طرف بڑھے گا اور یہی وقت دو مقدس روحانی شخصیتوں (جناب مہدی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام) اور دو بڑے فتنوں (الدجال الاکبر اور یاجوج و ماجوج) کے ظہور کا ہوگا۔

حضرت دانیال علیہ السلام کی اس پیش گوئی کے جس حصے سے ہمیں دلچسپی ہے وہ یہ ہے: ''شمالی بادشاہ کی جانب سے فوجیں تیار کی جائیں گی اور وہ محترم قلعے کو ناپاک کردیں گی۔ پھر وہ روزانہ کی قربانیوں کو چھین لیں گی اور وہاں نفرت کی ریاست قائم کریں گی۔''

اس عبارت میں محترم قلعے کو ناپاک کرنے سے مسجد اقصیٰ پر یہودی قبضہ اور وہاں خنزیر کے سموسوں کے ساتھ شراب نوشی مراد ہے۔ روزانہ کی قربانیاں چھیننے سے نمازوں پر پابندی کی طرف اشارہ ہے۔ قربانی سے عبادت مراد ہے کیونکہ نماز روز ہوتی ہے جبکہ قربانی روز نہیں ہوتی۔ نفرت کی ریاست جو القدس (یروشلم) پر قبضہ کر کے یہاں ''گنہگار مملکت'' قائم کرے گی، اس سے موجودہ اسرائیلی ریاست مراد ہے۔ یہ ریاست قائم کیسے ہوگی؟ اور اس کے کرتوت کیا ہوں گے؟ ملاحظہ فرمایئے:

''اور افواج اس کی مدد کریں گی اور وہ محکم مقدس کو ناپاک اور دائمی قربانی کو موقوف

کریں گے اور اجاڑنے والی مکروہ چیز نصب کریں گے۔ اور وہ عہد مقدس کے خلاف شرارت کرنے والوں کو برگشتہ کرے گا لیکن اپنے خدا کو پہچاننے والے تقویت پا کر کچھ کر دکھائیں گے۔" (تورات: ص846...... دانیال: ب11، آیت:32-31)

نفرت کی ریاست کی مدد کرنے والی افواج امریکا اور برطانیہ ہیں۔ اُجاڑنے والی مکروہ چیز کی تنصیب سے مسجد اقصیٰ کی جگہ دجال کے قصر صدارت کا قیام ہے۔ شرارت کرنے والوں کو برگشتہ کرنے سے مراد عیسائی دنیا کو ورغلا کر صہیونی مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرنا ہے۔ اپنے خدا کو پہچاننے والوں کے کچھ کرنے سے فلسطینی فدائین کی بے مثال مزاحمت کی طرف اشارہ ہے اور یہ ان کی خدا پرستی اور خدا کے ہاں مقبولیت کی واضح خوش خبری ہے جو ان مظلوموں کے زخموں کا مرہم ہے۔

یہ ریاست کب قائم ہوگی؟ یہ ہماری اس بحث کا اہم ترین سوال ہے۔ حضرت دانیال علیہ السلام فرماتے ہیں:

پھر میں نے دو مقدس غیبی آوازوں کو کہتے سنا: "یہ معاملہ کب تک اسی طرح چلے گا کہ میزبان اور مقدس مقام کو قدموں تلے روند دیا جائے؟" پر دوسری آواز نے جواب دیا: "دو ہزار تین سو دنوں تک کے لیے۔ پھر یہ مقدس مقام پاک صاف کر دیا جائے گا۔" (تورات: ص۸۴۶..... دانیال: ب۸ آیت: ۱۳،۱۴) اس پیش گوئی سے معلوم ہوا کہ نفرت کی ریاست 2300 سال بعد قائم ہوگی۔ کس لمحے سے 2300 سال بعد؟؟؟ یہ ہم آگے چل کر بتائیں گے۔ پہلے آخری پیش گوئی جس سے پتا چلتا ہے کہ یہ ریاست 45 دن بعد ختم ہو جائے گی۔

حضرت دانیال علیہ السلام فرماتے ہیں: "اگرچہ کہ میں نے فرشتوں کی یہ بات سن لی مگر میں اسے سمجھ نہیں سکا۔ چنانچہ میں نے اللہ سے دعا کی: "اے اللہ! کھیل کس طرح ختم

ہوگا؟ اللہ نے جواب دیا: دانیال اپنے کام سے کام رکھو۔ الفاظ پر قفل چڑھا دیے گئے ہیں اور معاملات پر مہر لگادی گئی ہے۔ اب آخری وقت آنے پر سارا راز فاش ہوگا جس دن کہ قربانیاں چھین لی جائیں گی اور نفرت کی ریاست قائم کردی جائے گی۔ اس کے بعد سے ایک ہزار 2 سو 90 دن باقی رہ جائیں گے۔ مبارک ہیں وہ لوگ جو ایک ہزار 3 سو 35 کے اختتام تک پہنچ جائیں گے۔ لیکن (اے دانیال) تم اپنا کام دنیا کے اختتام تک کرتے رہو۔ تمہیں آرام دیا جائے گا۔'' (تورات: ص 847، ب ۱۲، آیت ۸۔۱۳)

عیسائی اور یہودی شارحین یہاں پہنچ کر سخت تذبذب کا شکار ہو جاتے ہیں، انہیں سمجھ نہیں آتا کہ اس میں وقت کا جو تعین کیا گیا، اس سے کیا مراد لیا جائے؟ کیونکہ دنیا میں ایسی ریاست نہیں جو 2300 دنوں کے بعد قائم ہوئی ہو اور محض 45 دن قائم رہنے کے بعد ختم ہوگئی ہو۔ (1290-1235=45)

مگر وہ تورات ہی سے مدد لے لیں اور آئینہ دیکھنے سے نہ ڈریں تو تورات میں دنوں سے مراد سال لیا جاتا ہے۔ مثلاً حزقیل میں ہے: ''میں نے تمہارے لیے ایک دن کو ایک سال کے برابر کردیا ہے۔'' لہٰذا اس آیت میں 45 دنوں سے مراد 45 سال ہیں۔ اب پیش گوئی کے مطابق اس ریاست کا قیام 2300 سال بعد ہوگا۔ تورات وانجیل کے شارحین کے مطابق ان سالوں کا آغاز سکندر اعظم کے ایشیا فتح کرنے سے ہوتا ہے جو 333 قبل مسیح میں ہوا۔ چنانچہ نفرت کی ریاست (Abomination Of Desolation) کا قیام 333 قبل مسیح کے 2300 سال بعد ہوگا (2300-333=1967) یعنی 1967ء میں۔ یہی وہ سال ہے جس میں اسرائیلی افواج القدس میں داخل ہوئیں اور مسجد اقصیٰ کی ہولناک آتشزدگی کا واقعہ پیش آیا۔ اسرائیل اگرچہ 1948ء میں بنا لیکن القدس (یروشلم) جب تک رسائی یہود کا اصل مقصد ہے، وہ 1967ء میں اسرائیلوں کے قبضے میں گیا۔ اب اگر یہ

ریاست اپنے قیام کے 45 سال بعد تباہ و برباد ہوتی ہے اور اس کی بربادی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مہدی کی افواج کے ہاتھوں ہوگی اور دجال اور گستاخ یہودیوں کے کلی خاتمے پر ہوگی تو پھر بعض محققین کا کہنا ہے کہ (2012=45+1967ء) کے فارمولے سے نفرت کی اس گنہگار مملکت کا اختتام...... یا اختتام کے آغاز...... کا زمانہ 2012ء کے آس پاس بنتا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

''وہ پوچھتے ہیں: یہ سب کب ہوگا؟ کہہ دیجیے: شاید یہ عنقریب ہی ہو جائے۔''

عالم عرب کے مشہور حق گو عالم ڈاکٹر سفر بن عبدالرحمٰن الحوالی جنہیں حق گوئی کی پاداش میں متعدد مرتبہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑی ہیں، ان کا کہنا ہے: ''یہ کوئی حتمی سال نہیں ہے۔ ہاں! اگر یہودی حضرات ہم سے شرط لگانا چاہیں جیسے کہ اہل قریش نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے شرط لگائی تھی تو ہم بلا کسی تردید کے کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنی شرط ہم سے ہار جائیں گے۔'' (یوم الغضب: ترجمہ رضی الدین سید، ص:174)

یہود یہ شرط ہاریں یا نہ، ان کا ارضِ فلسطین ہارنا اور آخری بربادی کا شکار ہونا یقینی ہے۔ اور تورات کے مطابق مبارک ہیں وہ لوگ جو تقویٰ اور جہاد پر کاربند رہتے ہوئے مظلوموں کا ساتھ دل، زبان یا ہاتھ سے دیتے ہیں، ان کے لیے تنہائیوں میں روتے اور دُعائیں کرتے ہیں، ان کے لیے نیک جذبات رکھتے ہیں اور ان کے ساتھ حشر کے متمنی ہیں۔

نفرت کی ریاست کے خاتمے پر اہل حق خوشی کے ترانے پڑھیں گے، یروشلم پاک صاف ہو جائے گا۔ تمام اہل زمین اور آسمانی مخلوقات یہ کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی تعریف کریں گی:

''الحمدللہ! نجات، عظمت، عزت اور خوف سب کے لیے ہم خدا کے سزاوار ہیں جو

ہمارا رب ہے۔ اس کے فیصلے درست ہیں کیونکہ اس نے اس طوائف کو سزا دی جس نے اپنی بدکاری سے روئے زمین کو بھر دیا تھا۔ اس نے اللہ کے بندوں کا خون بہایا تھا اور اللہ نے اس سے اس کا انتقام لے لیا۔"

روئے زمین کو ظلم سے بھرنے والا امریکا ہے اور اللہ کی سزاؤں سے مراد ہوا، طوفان، زلزلے اور طاعون (ایڈز) ہیں جو امریکا کو ہر طرف سے گھیر لیں گے۔ عالمی شر کے خاتمے کے بعد عالمی خیر کا وقت آئے گا اور خدا اپنے ان وفادار بندوں کو انعام دے گا جو حق کی فتح پر عاجزی کے ساتھ اس کا شکر ادا کرتے ہیں۔

"کیونکہ پھر میں لوگوں کے لیے ایک پاکیزہ زبان دوں گا جو اللہ کا نام پکاریں گے اور جو کندھے سے کندھا ملا کر اللہ کی عبادت کرتے ہیں۔"

یہاں پہنچ کر عیسائی و یہودی محققین گنگ ہو جاتے ہیں کہ اگر آخری فتح ان کی ہوئی تو پھر کندھے سے کندھا ملا کر حمد کے گیت وہ کس طرح گائیں گے؟ یہ ان کا تجاہل عارفانہ اور اللہ کی آیات میں معنوی تحریف ہے۔ پوری دنیا خصوصاً عیسائی اور یہودی اچھی طرح واقف ہیں کہ اسلام کے علاوہ دنیا میں کوئی مذہب نہیں جس میں عبادت گزار "بنیان مرصوص" کی مانند، کندھے سے کندھا ملا کر کھڑے ہوتے ہیں اور ان کی زبان پر پاکیزہ تکبیرات اور حمد کا ترانہ (سورۂ فاتحہ) جاری ہوتا ہے۔

غفلت زیبا نہیں

حضرت حارث و حضرت منصور:

حضرت مہدی کا تذکرہ مکمل نہ ہوگا جب تک حضرت حارث اور حضرت منصور کا ذکر نہ ہو۔ ابوداؤد شریف کی حدیث ہے:

ہلال ابن عمرو سے روایت ہے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ایک شخص ماوراء النہر سے چلے گا۔ اسے حارث حراث (کسان) کہا جاتا ہوگا۔ اس کے لشکر کے اگلے حصہ (مقدمۃ الجیش) پر مامور شخص کا نام منصور ہوگا جو آل محمد کے لیے (خلافت کے مسئلہ میں) راہ ہموار کرے گا یا مضبوط کرے گا جیسا کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش نے ٹھکانا دیا تھا، سو ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ اس لشکر کی مدد و تایید کرے، یا یہ فرمایا کہ (ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ وہ) اس شخص کی اطاعت کرے۔'' (ابوداؤد: 3739)

بندہ کو آج سے تقریباً سولہ سترہ سال پہلے ایک باباجی ملے۔ وہ اس غرض سے تشریف لائے تھے کہ ان کے ''حارث الحراث'' ہونے کی تصدیق کی جائے اور اس تصدیق

پر دارالافتاء کی مہر ثبت کر دی جائے۔ ان کا کہنا تھا کہ حدیث شریف میں جس شخص کو حارث الحراث کہا گیا ہے، آخر اس کا امکان تو ہے کہ وہ میں ہوں۔ تو آپ حضرات اس عاجزانہ تجویز پر مہر تصدیق ثبت فرمائیں تاکہ ایک اہم خلاپُر ہو۔ ان کے پاس کاغذات کا جو پلندہ تھا اس میں دنیا جہاں کے دستخط، تصدیقات اور مہریں تھیں۔ ان کے پاس موجود قسما قسم تصدیقات دیکھ کر ایسا لگتا تھا کہ انہیں مہروں کے نمونے جمع کرنے کا شوق ہے، جیسا کہ کچھ لوگوں کو ٹکٹ، سکے یا ماچس کی ڈبیا وغیرہ جمع کر کے گینز بک آف دی ورلڈ ریکارڈ میں نام لکھوانے یا اور کسی طرح کا اعزاز پانے کا شوق ہوتا ہے۔ ایسا میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ آج تک مہدویت کا دعویٰ کرنے والے تو بہت سے کذاب سامنے آئے۔ یہ سارے کذاب شیطان صفت ہوتے تھے یا نفس پرست، جاہ پرست اور مال پرست۔ حضرت مہدی کے ساتھی ہونے کا دعویٰ کرنے والا پہلی بار سامنے آیا تھا اور وہ تھا بھی ایسا مرنجان مرنج، بھولی بھالی اور معصوم و بے ضرر شخصیت کہ اس پر غصہ کے بجائے اس سے شغل کرنے اور لطف لینے کا دل چاہتا تھا۔ بندہ نے ان سے عرض کی کہ یہ روحانی مناصب کچھ کر کے دکھانے والوں کے لیے ہیں۔ ان میں ایسا نہیں ہوتا کہ پہلے کسی کو مقدس شخصیت بنا کر ان پر فائز کر دیا جائے اور پھر اس سے درخواست کی جائے کہ وہ اب ہماری تجویز اور تایید کی لاج رکھنے کے لیے نذرانے کی وصولیوں کے علاوہ بھی کچھ کر کے دکھایا کرے...... لیکن ان کا بس یہی اصرار تھا کہ پہلے کسی شخص کو (بلکہ بالتعیین انہی کو) حارث مان لیا جائے پھر بات آگے بڑھے گی۔ باباجی مزاج کے برے نہ تھے۔ بس ان کے دماغ میں کسی طرح یہ سودا سما گیا تھا۔ بندہ نے ان کو شام تک اپنے ساتھ رکھا اور جب دارالافتاء کا وقت ختم ہو گیا تو انہیں اپنے ساتھ ''فقیری تھلّہ'' پر لے گیا۔ بندہ کی مسجد کے ساتھ ایک تھلّہ تھا جس کا نام یار لوگوں نے ''فقیری تھلّہ'' رکھ چھوڑا تھا۔ مغرب سے عشاء تک وہاں صرف پڑھائی ہوتی تھی اور عشاء

کے بعد طعام وکلام اور فقیری نشستیں۔ یہاں ہم نے باباجی کوخوب جانچا پرکھا۔ ٹٹول ٹٹول کر دیکھا۔ دل اس پر تھا کہ اگر یہ کسی فتنے کا آغاز ہے تو ان کے پاس موجود تصدیق نامے اور کاغذات کا پلندہ غائب کردیا جائے اور اگر محض بے ضرر قسم کے شخص کو ایک شوق چڑھ گیا ہے اور آگے چل کر ایسا کوئی خطرہ نہیں تو انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ خوب چھان پھٹک کے بعد یہی سامنے آیا کہ باباجی نہ تو کوئی بات اچھی طرح کرسکتے ہیں نہ تعلیم یافتہ ہیں۔ نہ دستخط اور مہروں کے نقش جمع کرنے سے آگے کا کوئی منصوبہ ہے۔ ظاہر میں جتنے معصوم نظر آتے ہیں حقیقت میں اس سے بھی زیادہ بھولے ہیں۔ اس لیے ایک دوروز مہمانی کے بعد رخصت کردیا۔ بوقت رخصتی ان کو شکوہ تھا کہ تم ساری بات کرتے ہو لیکن اپنا دستخط اور مہر نہیں دیتے۔ بتائیے! ایسا شخص بھی حارث الحراث ہوسکتا ہے جسے یہ بھی خبر نہ ہو کہ ہم ان کے پاس موجود بقیہ تصدیقی ذخیرے کوٹھکانے لگانا چاہتے ہیں اور وہ ہم سے ہماری تصدیق نہ ملنے پر شکوہ کررہا ہے۔

حارث اور منصور دو لقب ہیں۔ دو ذمہ داریاں ہیں۔ دو عظیم خدمات ہیں، جو یہ حضرات دین اسلام کی سربلندی کے لیے انجام دیں گے۔ جب حضرت مہدی سات علماء کے مجبور کرنے پر امارت قبول کرتے ہوئے اصلاح وجہاد پر بیعت لیں گے تو پہلے پہل انہیں دنیائے کفر سے زیادہ اپنے ان لوگوں سے خطرہ ہوگا جو غفلت، دنیا پرستی، فتنۂ مادیت میں مبتلا ہوجانے یا احادیث کی عصر حاضر پر تطبیق نہ کرسکنے کی وجہ سے انہیں اصلاحی وجہادی قائد ماننے سے انکار کردیں گے۔ اس وقت سے پہلے حضرت مہدی کی کوئی جماعت، کوئی تحریک یا تنظیم وغیرہ کچھ نہیں ہوگی۔ ایک یکا وتنہا، غریب ومسافر شخص جس کے ساتھ چند علماء اور ان علماء کے مقلد چند جانباز ہوں گے۔ اسے غیروں کے علاوہ اپنوں کی بھی شدید مخالفت کا سامنا ہوگا۔ اس کو جس نصرت اور اعانت کی ضرورت ہوگی اس کے لیے اللہ تعالیٰ دو افراد

کو توفیق دے گا کہ ایک ان کی مالی کفالت وخبر گیری کرے گا اور دوسرا ان کے لیے عسکری کمک ورسد کا انتظام کرے گا۔ پہلے کو حدیث شریف میں ''حارث'' یعنی کسان کہا گیا ہے کہ وہ زراعت وغیرہ کے ذریعے کسانوں کی طرح محنت کرے گا اور دولت کما کر حضرت کی خدمت میں پیش کر کے انفاق فی سبیل اللہ کا وہ عمل زندہ کرے گا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی پیاری سنت ہے۔ دوسرے کو ''منصور'' یعنی وہ شخص جس کی غیبی مدد کی جائے، کا علامتی نام دیا گیا ہے۔ وہ عسکری اُمور کا ماہر جو قابل اور دلیر سالار ہوگا اور حضرت مہدی کے دشمنوں کو روندتا ہوا اور حضرت مہدی کے لشکر کی راہ ہموار کرتا ہوا بڑھتا چلا جائے گا اور قدرت کی غیبی مدد کی بدولت اس کا اور اس کے ساتھ مجاہدین کا راستہ کوئی نہ روک سکے گا۔ اس کی مثال اگر سمجھنا چاہیں تو آج کے دور میں عالم کفر کو مطلوب دو اہم شخصیات میں سے ایک نے طاغوت سے برسرِ پیکار لشکر اسلام کی عسکری مدد کی ہے، ان کو پناہ فراہم کی ہے اور دوسرا اللہ کے لیے کمائے گئے اموال میں سے اللہ کے سپاہیوں پر اللہ کے لیے خرچ کر رہا ہے۔ حدیث شریف کا بعینہٖ مصداق یہ دو شخصیتیں ہوں یا نہ ہوں، لیکن بمطابق حدیث اس طرح کی شخصیات کی مدد کرنا اُمت کے ہر مرد وعورت پر فرض ہے۔ ان شخصیات کو تصدیقی دستخط اور مہروں سے نہیں، ان کے کارناموں اور دین کے لیے دی گئی قربانیوں سے پہچانا جاتا ہے۔

حضرت حارث وحضرت منصور یعنی جہاد بالمال اور جہاد بالنفس کے فریضے کو ادا کرنے کے لیے اپنا تن من دھن لگانے والی یہ مبارک شخصیات جو حضرت مہدی کا دست راست ہوں گی، کے علاوہ احادیث میں ان سات علماء کا تذکرہ بھی حضرت مہدی کے تذکرے کے ضمن میں آتا ہے جنہوں نے تین سو سے کچھ اوپر افراد سے دین اسلام کی خاطر جینے مرنے کی بیعت لے رکھی ہوگی اور وہ کرۂ ارض کے مختلف حصوں میں غلبہ دین کی

کوششوں کی قیادت کر رہے ہوں گے اور پھر آخر کار حضرت مہدی کی تلاش میں اپنے ساتھیوں کے ساتھ حرمین جا پہنچیں گے۔ یہ لوگ اُمت کو اپنی طرف نہیں بلائیں گے، بلکہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ اور غلبہ حق کے لیے اصلاح و جہاد کی دعوت دے رہے ہوں گے...... لیکن مسئلہ یہاں بھی وہی آجاتا ہے کہ ان کے ساتھ بھی وہی چل سکے گا جو اپنے دل کو غیر اللہ سے اور اپنے عمل کو شریعت کی مخالفت سے پاک صاف کر کے فدائیت وفنائیت حاصل کر چکا ہوگا۔ حضرت مہدی کے ساتھی بہت تھوڑے لیکن اصحاب بدر کی طرح بہت منتخب لوگ ہوں گے۔ ان کی قلیل ترین تعداد کو دیکھ کر ہی عام مسلمان کہیں گے کہ یہ تو دہشت گرد دیوانوں کا ٹولہ ہے۔ پوری دنیا کی فوج کے خلاف لڑ کر خودکشی کا شوق پورا کرنے چلا ہے۔ یہ تو شریعت کی سکھائی ہوئی حکمت کے خلاف چل رہا ہے۔ یہ تو خود بھی مرے گا اور ہمیں بھی ''پتھروں کے دور'' میں پہنچا کر چھوڑے گا۔

سو مہدی موعود کی اس دنیا میں تشریف آوری لاچار اور بے یارومددگار مساکین کی اعانت کے لیے ہوگی جو بمشکل اپنی زندگی کے لاشے کو کاندھا دیے ہوئے ہوں گے۔ اپنے گردو پیش کی پراگندگی سے بے پروا اپنے ایمانوں کو سینوں سے لگائے نہیں جانتے کہ رہنمائی کے لیے کدھر کا رخ کریں۔ ''اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔'' یہ وہ حقیقت ہے جو قرآن میں بار بار دہرائی گئی ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ہمیشہ دنیا کے کمزور ترین ہی سب سے پہلے آگے بڑھ کر نورِ ہدایت کو سینوں سے لگاتے ہیں اور ابدی نجات پاتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح، یہ غریب و عاجز ہی ہیں جو حضرت مہدی سے وفاداری اور اطاعت شعاری کی بیعت کریں گے۔ بنا ہچکچاہٹ اور بغیر کسی لالچ یا دلیل کے۔ یہ ان جذبات و احساسات کا نہایت تلاطم خیز پُر جوش ظہورِ ثانی ہوگا جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اولین صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں موجزن کر دیے تھے۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک حدیث

تصدیق کرتی ہے کہ حضرت مہدی بھی اُمت میں عقیدت ومحبت کے نفیس احساسات اجاگر کردیں گے۔ جس کے مقدر میں ہدایت پانا لکھا ہے وہ آپ کی پُرکشش اور دلربا شخصیت پر فریفتہ ہوجائے گا۔ عقل وعشق کے یہی دوراہے ہیں جہاں حق شناس دل شکی مزاج دماغ پر سبقت لے جاتا ہے اور فہم وفراست کسی کام نہیں آتی۔ کیونکہ علم ودانش اگر کسی کام آسکتا ہے تو ابوجہل وابولہب ایمان لانے والوں میں آگے ہوتے۔ کیونکہ وہ ایک وجیہ غیر معمولی آدمی تھے اور اپنی فطری ذہانت اور سمجھ بوجھ کی وجہ سے عزت واحترام والے تھے، لیکن وہ حق کی طلب نہ ہونے کے باعث پڑے رہ گئے اور حبشی ورومی دنیا وآخرت کی عزت پاگئے۔ الغرض...... خلاصہ یہ کہ حضرت مہدی کے ظہور سے پہلے یہ دوشخصیات ان کے لیے راہ ہموار کررہی ہوں گی اور اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے لیے اپنے قائد کے ساتھ مل کر وفاداری اور جانبازی کی شاندار روایات کو تازہ کرکے اسلام اور مسلمانوں کے غلبہ کی نوید ثابت ہوں گی۔
اس ضمیمے کے بعد یہ موضوع تقریباً مکمل ہوچکا ہے۔ آخر میں چند باتیں عرض کرنی ہیں:

(1) بعض حضرات کو اشکال ہے کہ یہ بحث چھیڑنے کا کیا فائدہ؟ بندہ کو بھی عرصے تک یہی تردد تھا...... لیکن اس کا جواب اس سلسلۂ مضامین کے آغاز میں عرض کیا جاچکا ہے کہ اس سے ان شاء اللہ نقصان کوئی نہیں البتہ فائدے کی اُمید ضرور ہے۔ نقصان تو ان شاء اللہ اس لیے نہیں کہ جھوٹے مدعیوں کی علامات کھول کر مکرر سہ کرر بیان کی گئی ہیں، یہ مضامین پڑھنے والے ان شاء اللہ ایسے کسی کاذب کے چکر میں نہیں آئیں گے بلکہ اس کی بیخ کنی میں کردار ادا کریں گے اور افادیت کا پہلو اس طرح ہے کہ اگر حضرت مہدی کا زمانہ قریب ہی ہوا تو اُمت مسلمہ کے صالح اور فہیم افراد اس کے لیے خود کو تیار کرلیں گے، مجاہدین کی حوصلہ افزائی ہوگی، مایوس لوگوں کو تقویت ملی گی۔ اور اگر ایسا نہ ہوا تو اس تذکرے کا پہلا اور آخری

مقصد اصلاح ذات اور اقامت شریعت کی جدوجہد ہے۔ اگر کوئی مسلمان اس میں لگ جاتا ہے تو چاہے وہ حضرت مہدی کا زمانہ پالے...... یا نہ پاسکے لیکن ان کے ساتھیوں کے لیے میدان ہموار کر جائے، اس سے بڑھ کر اور سعادت کیا ہو سکتی ہے؟ مولانا روم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں کہ صوفیاء لوگوں سے کہتے ہیں: ''موت قریب ہے، تیاری کرلو۔'' فلسفی کہتا ہے: ''ساٹھ ستر سال سے پہلے مرنا نہیں، جلدی کی کیا ضرورت ہے؟'' یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی ہمدرد شخص کسی مسافر سے کہے: آگے راستے میں پانی نہیں، مشکیزہ ساتھ لے لو۔ دوسرا کہتا ہے: اضافی بوجھ اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے؟ پانی آگے مل جائے گا۔ اب احتیاط کس میں ہے؟ اسی میں کہ موت کو قریب سمجھا جائے۔ پانی کا مشکیزہ ساتھ رکھ لیا جائے۔ اگر زندگی نے مہلت دی اور تازہ پانی آگے مل گیا تو اسے استعمال کرلیں گے ورنہ پیاسے تو نہ مریں گے۔ بالکل اسی طرح اگر حضرت مہدی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور دجال کا تذکرہ جب احادیث میں اتنے اہتمام سے کیا گیا ہے کہ سننے والوں کو لگتا تھا کہ ان کا ظہور بہت ہی قریب ہے، جبکہ ان پیش گوئیوں کو یہاں ہوئے آج چودہ سو انتیس سال ہو چکے ہیں...... تو قیامت کی علامات بعیدہ کے ظہور کے بعد ان حضرات کا اہتمام سے تذکرہ کیوں نہ کیا جائے، جبکہ علامات متوسطہ بھی ظاہر ہونے لگی ہیں اور علامات قریبہ سامنے دکھائی دے رہی ہیں۔ ان علامات کے تذکرے سے قبر و آخرت یاد آتی ہے، دنیا سے بے رغبتی پیدا ہوتی ہے۔ اصلاح کی فکر پیدا ہوتی ہے اور ان نیک شخصیات کی طلب سے اور ان کا ساتھ دینے کے جذبے سے ایک خاص قسم کی کیفیت اور فیض ملتا ہے جو دوسری چیزوں میں نہیں، اس لیے کہ ہر عمل، ہر سنت اور شریعت کے ہر پھول کا رنگ اور خوشبو دوسرے سے مختلف ہوتا ہے۔

(2) ہم لوگ اس وقت نہایت غلطی کرتے ہیں جب سمجھتے ہیں کہ حضرت مہدی

حضرت مسیح و دجال کا تذکرہ محض رجائیت پسند ملاّ کرتے ہیں۔ ہم میں سے اکثر نہیں جانتے کہ امریکی بہت مذہبی لوگ ہیں۔ وہ ہم سے زیادہ ''مسیح'' کا تذکرہ کرتے ہیں۔ متعدد یہودی شدت سے کسی نجات دہندہ کے منتظر ہیں۔ 1967ء سے پہلے وہ یہ دعا کرتے تھے: ''اے خدا! یہ سال یروشلم میں۔'' 67ء میں مسجد اقصیٰ پر قبضے کے بعد اب ان کے ہونٹوں پر یہ الفاظ ہوتے ہیں: ''اے خدا! مسیحا جلد آجائے۔'' عیسائیوں خصوصاً امریکی و برطانوی عیسائیوں میں ''مسیح آرہے ہیں۔'' کا نعرہ عام ہے۔ اس حوالے سے ان کا تجسس نہایت شدید ہے۔ یہودی، عیسائی اور مسلمان تینوں کسی مسیحا کے انتظار میں ہیں۔ مسلمان اور عیسائی تو حضرت مسیح علیہ السلام کے انتظار میں (جن کے ساتھ حضرت مہدی کا لشکر ہوگا) اور یہودی ''مخالف مسیح'' (Anti Christ) یعنی دجال اکبر کے انتظار میں ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ یہود اور عیسائی اس کے لیے تیاری کر رہے ہیں۔ میدان ہموار کر رہے ہیں جبکہ ان کی مذہبی پیش گوئیوں میں تحریف ہو کر کچھ کا کچھ بنالیا گیا ہے۔ صرف مسلمانوں کے پاس سچے نبی کا سچا کلام بلاتغیر و تبدل موجود ہے لیکن وہ اس سے بے فکر ہیں، بے سدھ ہیں اور جگانے والوں پر ناراض ہیں کہ کیوں نیند خراب کرتے ہو؟ ابھی تو دلی بہت دور ہے۔

(3) پاکستان کے حکمرانوں نے قیام پاکستان سے آج تک اللہ تعالیٰ سے اتنی بدعہدیاں کی ہیں کہ یہ تکوینی طور پر اپنے وجود کا جواز کھو چکا ہے۔ نفاذ اسلام کے وعدے سے انحراف اور ہمہ قسم نفاق کو فروغ دینے تک کوئی چیز ایسی نہیں جس میں کوئی کسر چھوڑی گئی ہو، لیکن یہاں کے عوام کا پُرخلوص ایمان اور دین سے بے لوث تعلق کے علاوہ کچھ کام ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ مخلص اور دردمند پاکستانیوں سے (اور افغانوں) سے لے گا۔ اس بنا پر یہ ملک آج تک جیسا تیسا باقی ہے اور چل رہا ہے۔ ہمیں اپنی نجات سے اور بقا کے اس واحد سہارے کے تذکرے سے غفلت کسی طرح زیبا نہیں ہے۔

آخری بات یہ کہ بندہ نے یہ سب کچھ خود سے نہیں لکھا۔ ذخیرۂ احادیث میں سے جو روایات ہمارے اکابر نے اپنی کتابوں میں لی ہیں، ان کی عصری تطبیق کی کوشش کی ہے۔ اگر یہ درست ہے تو اللہ رب العالمین کی طرف سے ہے اور اکابر کی برکات ہیں۔ بندہ تو محض ناقل ہے۔ اور اگر اس میں کوئی غلطی ہے تو بندہ کی کج فہمی ہے۔ اللہ سے توبہ اور اس کے مقبول بندوں سے اصلاح کا طالب ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہدایت پر استقامت اور اپنے اکابرین سے مضبوط تعلق نصیب فرمائے۔ حق کی پہچان اور اہلِ حق کی نصرت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دوسرا باب

سچے اور جھوٹے وعدوں کی کشمکش

سچے اور جھوٹے مدعیوں کا تعارف

دس سوالات، دس جوابات، ابہام کی تشریح، الجھنوں کی سلجھن

سیدنا حضرت مسیح علیہ السلام کے ہاتھوں مغربی دجالیت کی پامالی کی روداد

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی وصیت اُمت محمدیہ کے نام

عَنْ أَبِی هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: "يَنْزِلُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ فَيَدُقُّ الصَّلِيْبَ، وَيَقْتُلُ الْخِنْزِيْرَ، وَيَضَعُ الْجِزْيَةَ، وَيُهْلِكُ اللّٰهُ عَزَّ وَ جَلَّ فِی زَمَانِهِ الدَّجَّالَ، وَتَقُوْمُ الْكَلِمَةُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ." قَالَ أَبُوْهُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ: "أَفَلَا تَرَوْنِیْ شَيْخًا كَبِيْرًا قَدْ كَادَتْ أَنْ تَلْتَقِیَ تَرْقُوَتَایَ مِنَ الْكِبَرِ، إِنِّیْ لَأَرْجُوْ أَنْ لَا أَمُوْتَ حَتّٰى أَلْقَاهُ، وَأُحَدِّثَهُ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيُصَدِّقُنِیْ، فَإِنْ أَنَا مِتُّ قَبْلَ أَنْ أَلْقَاهُ وَلَقِيْتُمُوْهُ بَعْدِیْ، فَاقْرَأُوْا عَلَيْهِ مِنِّی السَّلَامَ." (السنن للدانی: ۲۴۲ رقم ۶۹۱)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: ''عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کردیں گے اور جزیہ کو منسوخ فرمادیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے زمانہ میں دجال کو ہلاک فرمائیں گے۔ اللہ کا بول بالا ہوگا۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تم مجھے نہیں دیکھتے ہو کہ میں بالکل بوڑھا ہو چکا ہوں؟ میری ہنسلی کی ہڈیاں بڑھاپے کے سبب مل جانے کے قریب ہیں۔ میری یہ تمنا ہے کہ میری موت اس وقت تک نہ آئے جب تک کہ میں آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) سے مل نہ لوں اور میں ان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سناؤں اور آپ میری تصدیق کریں۔ اگر میں آپ کی ملاقات سے پہلے مرجاؤں اور تمہاری ان سے ملاقات ہوجائے تو آپ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو میرا سلام عرض کرنا۔''

مسیح کا معنی

مَسیح میم کی زبر، سین کے نیچے زیر اور آخر میں حا۔ یہ لفظ عیسیٰ بن مریم علیہما السلام اور دجال دونوں پر بولا جاتا ہے، لیکن جب اس سے مراد دجال ہو تو مسیح کے ساتھ دجال کا لفظ ضرور آتا ہے، یعنی ''مسیح دجال''۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام ''مسیح الہدیٰ'' اور دجال ''مسیح الضلالۃ'' ہے۔

حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نام ''مسیح'' کیوں رکھا گیا؟ اہل علم نے اس کی کئی وجوہات بیان کی ہیں:

(1)...... مسح کے معنی چھونے کے ہیں۔ آپ کو مسیح اس لیے کہا گیا کہ آپ جس بھی مصیبت زدہ کو چھوتے تھے وہ اللہ کے اذن سے صحت یاب ہو جاتا تھا۔

(2)...... آپ نے دعوت الی اللہ کا کام کرتے ہوئے زمین میں سیاحت کی اس لیے مسیح کہا گیا۔

ان دو اقوال کی بنیاد پر مسیح بمعنی ماسح (اسم فاعل) یعنی چھونے والا یا سیاحت کرنے والا ہوگا۔

(3)......ان کے پاؤں پورے زمین پر لگتے تھے، تلووں میں خلا نہیں تھا اس لیے مسیح کہا گیا۔

(4)...... چونکہ انہیں برکت کے ساتھ مسح کیا گیا یا گناہوں سے پاک کیا گیا، اس لیے وہ بابرکت تھے۔

ان دو اقوال مطابق مسیح بمعنی ممسوح (اسم مفعول) کے ہوگا۔

ناموں کی ان وجوہات میں کوئی تضاد نہیں۔ اس قسم کے تمام فضائل ہی اُن میں جمع تھے لہٰذا تمام وجوہات اپنی جگہ درست ہیں۔

جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مسیح کہتے ہیں، دجال اکبر کو بھی مسیح دجال کہا جاتا ہے۔ دجال اکبر کا نام مسیح کیوں رکھا گیا؟ اس کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ واضح قول یہ ہے کہ دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے اس کی ایک آنکھ اور ابرو نہیں ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں: مسیح وہ ہے جس کے چہرے کے دو حصوں میں سے ایک حصہ مٹا ہوا ہو، اس میں نہ آنکھ ہو اور نہ ہی ابرو۔ اسی لیے دجال کو مسیح کہا گیا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے: "وَاَنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ، عَلَيْهَا ظَفْرَةٌ غَلِيْظَةٌ." "بلاشبہ دجال مٹی ہوئی آنکھ والا ہے جس پر ایک غلیظ بھدّا اسا ناخونہ (پھلّی) ہے۔"

مسیحا کا انتظار

علامات قیامت کا جب بھی تذکرہ ہوگا تو حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر لازماً آئے گا۔ کیونکہ خود قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''اور وہ (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) قیامت کی (نشانیوں میں سے) ایک نشانی ہیں۔'' حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ سچے پیغمبر تھے جنہیں یہود کی آخری تنبیہ کے لیے بھیجا گیا تھا۔ یہود نے آپ سے پہلے بہت سے انبیاء کی تکذیب کی، انہیں ستایا، گستاخی کی، بہت سوں کو شہید بھی کیا۔ دو مرتبہ جلاوطنی کی سزا، ہیکل سلیمانی کی بربادی اور یروشلم کی تباہی کے باوجود وہ مان کر نہ دیے۔ اللہ تعالیٰ نے اب بنی اسرائیل میں سے آخری نبی ان کے پاس بھیجا کہ اس کی پیروی کریں۔ یہ ان کے دین کی تجدید کریں گے۔ یہود کی تحریفات کو ختم کر کے اصل دین کو اس کی اصلی شکل میں ظاہر کریں گے اور یہود کے لیے سچے مسیحا ثابت ہوں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہلے دن سے ہی اللہ تعالیٰ نے سچے پیغمبر ہونے کی متعدد علامات کے ساتھ مبعوث فرمایا۔ آپ بغیر باپ کے کنواری مقدس مریم کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ ماں کی گود میں ہی باتیں کرنے لگے تھے۔ بچپن سے ہی بہت نیک صالح تھے۔ آپ کی من موہنی شخصیت اور پاکیزہ کردار سب کو

گرویدہ کر لیتا تھا۔سوائے یہود کے کہ ان کی بدبختی نے ان کو کہیں کا نہ چھوڑا۔ان کے احبار (علمائے سوء) اور رہبان (جعلی پیر) نے اپنی روایتی دنیا پرستی، دین بیزاری، سنگ دلی اور ہٹ دھرمی دکھاتے ہوئے جناب مسیح علیہ السلام کی نبوت کا انکار کیا۔ان کی مقدس ومطہر ماں پر بہتان عظیم لگایا۔ان کو طرح طرح سے ستایا۔ان کے ماننے والوں کا مذاق اُڑایا۔اپنا تمام تر علم وفضل آپ کی دعوت کی مخالفت کرنے، معترضانہ اشکالات اُٹھانے اور آپ کی شخصیت کے خلاف منفی پروپیگنڈا کرنے پر خرچ کیا...... حتیٰ کہ حاکمان وقت کو آپ کے خلاف ورغلا کر جھوٹے الزامات کے تحت آپ کے قتل کا حکم جاری کروادیا۔غرضیکہ ''آخری تنبیہ'' کو ''آخری مہلت'' سمجھنے کے بجائے مسلسل ''آخری غلطی'' پر اصرار کرتے رہے۔ بالآخر جب ان کی نفس پرستی اور شیطنت آخری حد کو پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ نے جناب مسیح کے حوالے سے ایک اور معجزہ ظاہر فرمایا جو انسانی تاریخ کا عجیب واقعہ ہے۔آپ کو بحفاظت زندہ سلامت آسمانوں پر اُٹھالیا گیا۔یہود اپنا سامنہ لے کر رہ گئے۔آپ کا بال بھی بیکا نہ کر سکے۔اس کے بعد ایک آخری اور عظیم معجزہ پھر ظاہر ہوگا کہ بدی کا محور اور سراپا شر ''الدجال الاکبر'' جو اپنی مصنوعی اور فرضی خدائی کا مظاہرہ کرکے پورے روئے زمین پر انسانی بغاوت کا سب سے عظیم مظاہرہ کرتے ہوئے کل کائنات کی تسخیر کا ناپاک ارادہ لے کر دندنا رہا ہوگا اور حضرت مہدی اور ان کے ساتھ موجود فاتحین یورپ وعیسائیت مجاہدین کو سخت مشقت میں ڈال چکا ہوگا، اس کو قتل کرنے اور زمین سے تمام دجالی قوتوں (یہود اور ان کے ہمنواؤں) کا خاتمہ کرنے کے لیے حضرت مسیح علیہ السلام کے حوالے سے ایک بار پھر غیر معمولی واقعے کا ظہور ہوگا۔آپ کو آسمان سے زمین پر بھیجا جائے گا اور ایسی غیر معمولی قوتیں عطا کی جائیں گی جو رحمانی ہوں گی اور دجال کی شیطانی قوتوں سے سامنا ہوتے ہی ان کو پگھلا کر خاک کر چھوڑیں گی۔یہ روئے ارض پر دجل وفریب کے علمبرداروں کا آخری

دن ہوگا۔

زیر نظر مضمون میں ہم سیدنا مسیح علیہ السلام کے حوالے سے ان اہم پہلوؤں کا تذکرہ کریں گے جن کا عصر حاضر میں جینے والے مسلمانوں کا جاننا ضروری ہے۔ سچے وعدوں اور جھوٹے دعوؤں کے درمیان کشمکش میں گھرے برادران اسلام کو حق و باطل کی عظیم معرکہ آرائی کے دوران حق پر استقامت اور باطل کے خلاف مقاومت کے لیے ضروری ہے کہ سچی حدیثوں کو بیان کیا جائے اور جھوٹے کذابوں کے دجل سے بچا جائے۔ ہماری یہ تحریر دس سوالات یا یوں کہیں کہ حضرت مسیح علیہ السلام کے حوالے سے دس عنوانات پر مشتمل ہے جو ان شاء اللہ اس پوری بحث کا جامع خلاصہ ہوں گے.....لیکن یہ سوالات یا عنوانات بعد میں......اس سے قبل چند باتوں کو سامنے رکھنے سے بہت سی اُلجھنیں حل ہو سکتی ہیں۔

مسلمہ عقیدہ:

(1) اللہ کے محبوب پیغمبر سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زندہ آسمانوں پر اُٹھایا جانا اور قرب قیامت میں دوبارہ زمین پر نازل ہونا اہلِ اسلام کا مسلمہ عقیدہ ہے۔ یہ عقیدہ احادیث متواترہ سے ثابت ہے اور اس کا انکار کفر ہے۔ ماضی بعید میں جہمیہ اور بعض معتزلہ اور ماضی قریب میں سرسید اور مرزا قادیانی اور حال میں چند گمراہ اسکالرز کے علاوہ کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔ لہٰذا اس عقیدے پر ایمان لانا واجب ہے اور اس کا انکار کفر تک لے جانے والی گمراہی ہے۔ جنہوں نے اس کا انکار کیا وہ معتزلہ کی طرح عقل پرست تھے یا مرزا قادیانی کی طرح نفس پرست (کہ خود کو مسیح قرار دلوانا چاہتے تھے) یا یہودیت زدہ جدیدیوں کی طرح زر پرست کہ جہاد کے انکار کے لیے (حضرت مسیح علیہ السلام امام المجاہدین ہوں گے) حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کا انکار کر بیٹھے۔ اللہ تعالیٰ بدبختی کی ہر شکل سے محفوظ فرمائے۔

معجزات کی حکمت:

(2) سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو مختلف قسم کے سچے معجزات دیے گئے تھے مثلاً: خطرناک بیماریوں میں مبتلا بیماروں کو اچھا اور مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے بنے پرندوں میں پھونک مارنے سے ان کا زندہ ہو کر پرواز کر جانا، مادرزاد اندھوں کی بینائی لوٹا دینا، وغیرہ وغیرہ۔ بعض حضرات نے اس کی حکمت یہ بیان کی ہے کہ اس دور میں یونان کے اطباء کے ہاتھوں فن طب عروج پر پہنچ چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس کے مقابلے میں آپ کو وہ ید شفا عطا فرمایا کہ جس تک ماہرین طب کی سوچ بھی نہیں پہنچ سکتی۔ یہ حکمت اپنی جگہ حقیقت ہے۔ اس کے ساتھ یہ بات بھی پیش نظر رکھیے کہ حضرت کے ان معجزات کا تعلق ایک اور نکتے سے بھی ہے۔ یہود بری طرح سے مادیت پرستی کا شکار تھے۔ یعنی دنیا کی محبت اور لذتوں کی شہوت کے آگے اللہ اور یوم آخرت کو بھول چکے تھے۔ حرص و ہوس نے ان کی نظریں غیبی حقائق سے ہٹا دی تھیں اور وہ سفلی خواہشات کے غلام ہو کر حلال و حرام کی تمیز بھلا بیٹھے تھے۔ معمولی مفادات کی بنا پر اللہ کی کتاب میں تحریف سے بھی نہیں چوکتے تھے۔ یہی چیز دجال کے فتنے کا خلاصہ ہوگی یعنی خدا بیزاری اور مادیت پرستی۔ فانی روشنیوں کی چکا چوند کے سامنے جنت کی نعمتوں کو بھلا دینا اور وقتی لذتوں اور عارضی مفادات کے بدلے جہنم کا دائمی عذاب خریدنے پر تیار ہو جانا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے روحانی معجزات سے یہود کی اس عقلیت پسندی اور مادیت پرستی پر ضرب لگائی اور انہیں احساس دلایا کہ اللہ کی طاقت تمام مادی طاقتوں سے بالا و برتر ہے۔ زمینی قوتوں کا غلام ہو کر آسمان والے کو بھلا دینا بدترین حماقت ہے۔ آپ نے دینی روحانی قوتوں کے اظہار سے مادیت پرستوں کو سبق دیا کہ سب کچھ صرف وہ ہی نہیں جو آنکھوں سے نظر آتا ہے، اس سے آگے جہاں اور بھی ہیں۔ یہود نے آپ کی بات نہ مانی بلکہ آج تک اسی مرض میں مبتلا ہیں اور ان کا سربراہ اعظم، مسیح

کاذب، دجال اکبر چونکہ مادیت پرستی (جو کہ آج کل مغرب کا نظریۂ حیات ہے) کا سب سے بڑا علمبردار ہوگا اور اس کی صفوں میں یہودی پیش پیش ہوں گے اس لیے اللہ تعالیٰ آپ کو دوبارہ دنیا میں بھیجے گا کہ اپنی روحانی قوتوں سے دجال کی شیطانی اور یہود کی سائنسی قوتوں کو ایک نظر میں پامال کر ڈالیں۔ چنانچہ دجال آپ کو دیکھتے ہی یوں پگھلنا شروع ہو جائے گا۔ جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے یا چربی دھوپ میں گلتی ہے۔ آپ کی سانس جس کافر تک پہنچے گی اسی وقت مر جائے گا اور جہاں تک آپ کی نظر جائے گی وہاں تک آپ کا سانس پہنچے گا۔ یہود جس پتھر یا درخت کے پیچھے چھپیں گے وہی ان کے خلاف مخبری کرے گا۔ اس طرح اللہ کے سچے پیغمبر کے ہاتھوں اس کائنات کا سب سے جھوٹا شخص اور سب سے فریبی اور مکار گروہ اپنے انجام کو پہنچے گا۔

راہ وفا کے راہی:

(3) عیسائی حضرات نے (اللہ ان کو نیک ہدایت دے) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے محبت تو بہت کی لیکن محبت کی کٹھن راہوں پر چلتے ہوئے جب امتحانِ عشق میں سرخروئی کا مرحلہ آیا تو سچی محبت کے دو تقاضے فراموش کر گئے: (1) ایک تو مکمل اطاعت اور جانثاری۔ (2) دوسرے محبوب کے دشمنوں سے نفرت اور بیزاری۔ لہٰذا ان کا مسئلہ یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اطاعت کے بجائے ان کو خدا بنا لیا اور آپ کے دشمنوں سے جہاد کے بجائے ان سے دوستی گانٹھ لی۔ دنیا میں ایسی قوم نہ ہوگی جو اپنے پیغمبر کے ساتھ مل کر جان دینے والوں سے تو نفرت اور جنگ کرے جبکہ پیغمبر کی جان لینے کی کوشش کرنے والوں کی حمایت میں اتنی آگے چلی جائے کہ ان کی ''گنہگار ریاست'' کا دفاعی حصار بن جائے۔ ستم ظریفی ہے کہ عیسائی حضرات باوجود اس عقل و دانش کے جس نے مغرب کی محیر العقول مادی ترقی کو پروان چڑھایا، یہی کچھ کر رہے ہیں۔ مسلمان ان کے پیغمبر حضرت مسیح علیہ السلام کے ساتھ

یک جان و یک قالب ہو کر آخری دور کا عظیم ترین جہاد کریں گے اور یہود مسیح مخالف دجال اکبر کے ساتھ مل کر ان کے پیغمبر کے خلاف ہولناک جنگ لڑیں گے۔ اس کے باوجود عیسائیوں کی نفرت مسلمانوں سے ہے جو سوائے محبت اور ادب کے ان کے پیغمبر کا تذکرہ نہیں کرتے اور ان کی محبت وحمایت یہود سے ہے جو تمام انبیاء کی طرح عیسائیوں کے مسیح پیغمبر کے بھی گستاخ اور بزعم خود قاتل ہیں۔

آخری معرکے کا میدان:

(4) حضرت مسیح علیہ السلام کا انتظار دنیا کے تینوں بڑے مذاہب کر رہے ہیں۔ اسلام، یہودیت اور عیسائیت۔ تینوں میں کسی مسیحا کے منتظر کی پیش گوئی ہے جو نجات دہندہ کے طور پر سامنے آئے گا۔ فرق اتنا ہے کہ یہود مسیح کاذب کو صادق سمجھ کر رہنما مانتے ہیں اور مسلمان وعیسائی مسیح صادق کے منتظر ہیں..... لیکن ہم نے جو فرق اہمیت کے ساتھ ذکر کرنا ہے وہ یہ کہ عصر حاضر کے یہود اور عیسائی نہایت شدت سے مسیحائے غائب کے ظہور کے متمنی ہیں۔ اہل مغرب کی اکثریت لامذہب یا بے دین ہونے کا عنوان رکھتی ہے لیکن اس کے باوجود وہ اس حوالے سے نہایت پر جوش، متجسس اور سرگرم ہیں۔ امریکا میں تقریباً 80 ہزار بنیاد پرست پادری موجود ہیں جن میں سے بہت سے پادری ایک ہزار کرسچن ریڈیو اسٹیشنوں سے تقریر نشر کرتے ہیں اور ان کے ایک سو کرسچن ٹیلی ویژن اسٹیشن بھی ہیں۔ ان میں ایک خاصی بڑی تعداد Dispensationalism کی ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حضرت مسیح علیہ السلام کی عنقریب آمد اور عظیم ترین جنگ پر یقین رکھتے ہیں۔ ان کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ بڑی اور بااثر تعلیم گاہیں جو Dispensationalist عقیدے کی تعلیم دیتی ہیں، ان میں دی بائبل انسٹی ٹیوٹ آف شکاگو، فلاڈیلفیا کالج آف بائبل، دی بائبل انسٹی ٹیوٹ آف لاس اینجلز اور ان جیسے تقریباً دو سو کالج اور انسٹی ٹیوٹ شامل ہیں۔ 1998ء میں بائبل اسکولوں کے طلبہ کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ ان میں 80 سے 90 فیصد اساتذہ

اوران کے طالب علم بھی Dispensationalist ہیں۔ یہی بائبل کالج کے گریجویٹ یہاں سے نکل کر پادری بنیں گے اوراپنے عقائد کی تبلیغ چرچ میں کریں گے یا اپنا الگ بائبل اسکول کھول لیں گے اوران میں تعلیم دیں گے۔ یہ لوگ اس عقیدے پر کامل یقین رکھتے ہیں کہ ایک خوفناک تباہی آنے کو ہے لیکن انہیں ایک پل کی بھی تکلیف نہیں ہوگی کیونکہ انہیں پہلے ہی نجات (Rapture) مل چکی ہوگی۔ اس عقیدے کے مقلد اپنے مسلک میں شدید بنیاد پرست ہیں اوراس وقت امریکی باشندوں کی تقریباً ایک چوتھائی تعداد اس کی ماننے والی ہے۔اس تنظیم کو مالی امداد فراہم کرنے والے بڑے بڑے اور مشہور ثروت مند امریکی ہیں۔ یہ تحریک بڑی تیزی سے پھیل رہی ہے۔اس کا مقصد ایک بلین ڈالر جمع کرنا ہے تاکہ کرۂ ارض کے ہر فرد تک مسیح کا پیغام پہنچادیں۔سولہ ہزار مسیحی پادری جن کی تعداد میں ہر روز ایک کا اضافہ ہو رہا ہے،سالانہ دوبلین ڈالر کے بجٹ سے مستفید ہوتے ہیں۔ان کے علاوہ کل وقتی مبلغ دوکروڑ افراد تک اپنا پیغام پہنچاتے ہیں اورآدھے بلین ڈالر سے زیادہ عطیات اکٹھا کرلیتے ہیں۔ان لوگوں کا اثر امریکی عوام کے ہر طبقے پر ہے۔امریکا کی مشہور سیاسی اور بین الاقوامی شخصیت اس سے متاثر نظر آتی ہیں۔حتی کہ رونالڈ ریگن سے لے کر بش جونیئر تک کے عجیب وغریب بیانات سامنے آتے رہے ہیں جن کی توثیق نہ ہوچکی ہوتی تو یقین بھی نہ آتا کہ ایسے جدت پسند ایسی قدامت پسندی پر مشتمل بات کہہ سکتے ہیں۔مثلاً: صدر ریگن نے پادری جم بیکر سے 1981ء میں بات چیت کرتے ہوئے کہا تھا:

''ذرا سوچیے! کم سے کم بیس کروڑ سپاہی بلاد مشرق سے ہوں گے اور کروڑوں مغرب سے ہوں گے۔سلطنت روما(یعنی مغربی یورپ) کی تجدید نو کے بعد پھر عیسیٰ مسیح ان پر حملہ کریں گے جنہوں نے ان کے شہر یروشلم کو غارت کیا ہے۔اس کے بعد وہ ان فوجوں پر حملہ کریں گے جو آرمیگاڈون کی وادی میں اکٹھا ہوگی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ یروشلم سے دوسومیل تک اتنا خون بہے گا کہ وہ زمین سے گھوڑوں کی باگ کے برابر ہوگا۔یہ ساری وادی

جنگی سامان اور جانوروں اور انسانوں کے زندہ جسموں کے اور خون سے بھر جائے گی۔ ایسی بات سمجھ میں نہیں آتی۔ انسان دوسرے انسان کے ساتھ ایسے غیر انسانی عمل کا تصور بھی نہیں کرسکتا لیکن اس دن خدا انسانی فطرت کو یہ اجازت دے دے گا کہ اپنے آپ کو پوری طرح ظاہر کردے۔ دنیا کے سارے شہر لندن، پیرس، ٹوکیو، نیویارک، لاس اینجلز، شکاگو، سب صفحۂ ہستی سے نابود ہو جائیں گے۔''

مشہور امریکی مصنفہ گریس ہال سیل اپنی معرکۃ الآراء کتاب جس کا ترجمہ ''امریکا کی عالم اسلام پر یلغار کیوں؟'' کے نام سے بندہ کے مضامین اور مصنف کے تعارف کے ساتھ شائع ہو چکا ہے، لکھتی ہیں:

''امریکا میں آٹھ سال تک ایک ایسا صدر بھی (رونالڈ ریگن) رہا ہے جسے یقین تھا کہ وہ وقت کے خاتمے پر (قرب قیامت کے دنوں میں) زندہ ہے بلکہ یہ آس لگائے بیٹھا تھا کہ یہ واقعہ اس کے انتظامی زمانے میں ہی پیش آئے گا۔''

صدر بش نے ایک مرتبہ صدا لگائی: ''مجھے براہ راست خدا سے ہدایات ملتی ہیں۔'' ایک مرتبہ ایک فضائی سفر کے دوران صدر صاحب موصوف نے جو بنیاد پرستوں کے خلاف مہم میں پیش پیش ہیں، طیارے میں ہی ایک دعائیہ تقریب منعقد کی جس میں محترمہ کونڈو لیزا رائس صاحبہ نے فضائی دعا گذاروں کو کٹر مذہبی رسومات کے مطابق سروس فراہم کی۔

یہ تو دو مشہور امریکی صدر کی کارگذاریاں تھی۔ دیگر امریکیوں کی ذہنیت سے آگاہی کیسے آیئے مذکورہ بالا مصنفہ کی تحریر سے مزید کچھ اقتباسات دیکھتے ہیں:

☆.... ''ریورنڈ کلائیڈ لوٹ ایک پنٹی کوسٹل پادری ہیں۔ انہوں نے بائبل کی ایک عبارت کی اس طرح تفسیر کی ہے کہ یہودیوں کے تیسرے ہیکل کی تعمیر لازمی طور پر یروشلم میں مسیح کی دوسری بار آمد سے پہلے ہوگی۔ کلائیڈ سرخ بیل یا کنواری گائے کو جو بالکل بے داغ ہو ذبح کرنے کے لیے کہتے ہیں جس کے بعد آئندہ ہیکل کی تعمیر کی رسم پوری ہوگی۔ اس

کی خاطر قدیم اسلامی عبادت گاہوں (مسجد اقصیٰ اور گنبد صخرہ) کو مسمار کر دینا ہوگا۔ لوٹ کو یقین ہے کہ خدا کی شراکت سے یہ کام مناسب وقت میں ہو جائے گا۔" (نیویارک ٹائمز 27 دسمبر 1998ء)

☆...."1998ء کے اواخر میں ایک اسرائیلی خبرنامہ، ویب سائٹ پر دیکھا گیا جس میں کہا گیا کہ اس کا مقصد مسلمانوں کی عبادت گاہوں کو آزاد کرانا اور ان کی جگہ ایک یہودی ہیکل کی تعمیر ہے۔ خبرنامے میں لکھا ہے کہ اس ہیکل کی تعمیر کا نہایت موزوں وقت آ گیا ہے۔ خبرنامے میں اسرائیلی حکومت سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ ملحدانہ اسلامی قبضے کو مسجد کی جگہ سے ختم کرائے۔ تیسرے ہیکل کی تعمیر بہت قریب ہے۔"

☆....اسرائیل کو اپنے آخری عظیم تاریخی ڈرامے میں اسٹیج کی مکمل تیاری کے لیے بس ایک واقعہ ہونا باقی ہے۔ یہ ہے اس کی قدیمی زمین پر عبادت کے لیے ایک قدیمی عبادت گاہ کی ازسرِنو تعمیر۔ حضرت موسیٰ کے فرامین کی رو سے ایک ہی جگہ ہے جہاں اس عبادت گاہ کو تعمیر کیا جانا ہے۔ یہ ہے ماؤنٹ موریا (Mount Moriah)۔ وہی جگہ جہاں اس سے پہلے کی عبادت گاہیں تعمیر کی گئی تھیں یعنی عین مسجدِ اقصیٰ اور گنبد معراج پر"۔

الغرض! قصہ مختصر! مغرب اپنی مادیت پرستی کے باوجود اس قدر انتہا پسند ہے کہ شدت سے "مسیحا" کا انتظار کر رہا ہے۔ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ مقدس باپ کے آنے کے بعد انہیں آسمان پر اُٹھا لیا جائے گا جہاں سے وہ آخری ہولناک جنگ کا مظاہرہ بالا خانوں (Sgrand Stand Seats) میں بیٹھ کر کریں گے۔

جبکہ دوسری طرف مسلمان مذہب پسند ہونے کے باوجود اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی پیش گوئیوں پر ایسے متوجہ نہیں ہیں جیسا کہ دورِ حاضر میں ان پیش گوئیوں کے آثار قریب دیکھ کر چوکنا اور متوجہ ہونا چاہیے۔ حضرت مسیح کا ساتھ جن لوگوں نے دینا ہے، "مسیحا کے انتظار" سے ان کی غفلت سمجھ میں نہ آنے والی بات ہے۔

بیچ کی کڑی

قیامت کی علامات دو قسم کی ہیں: (1) علامات بعیدہ یعنی وہ علامات جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں یا ان کے زمانے کے بعد لیکن آج سے کافی پہلے ظاہر ہو چکی ہیں اور ان کے اور قیامت کے درمیان نسبتاً زیادہ فاصلہ ہے۔ (2) علامات متوسط: وہ علامتیں جو ظاہر ہو گئی ہیں مگر ابھی انتہا کو نہیں پہنچیں۔ جب یہ عروج کو پہنچیں گی تو تیسری قسم کی علامات کی ابتدا ہو جائے گی۔ (3) علامات قریبہ: یہ علامات قیامت کے بالکل قریب کی ہیں۔ ایک دوسرے کے بعد پے در پے ظاہر ہوں گی اور جب یہ سب (کُل دس کے قریب ہیں) ظاہر ہو چکیں گی تو کسی بھی وقت قیامت اچانک آ جائے گی۔

پہلی اور تیسری قسم کی علامات کا تعلق کائنات میں ہونے والے واقعات سے ہے جبکہ بیچ کی دوسری قسم کا تعلق انسانوں کے اعمال سے ہے۔ مثلاً: پہلی قسم میں یہ علامات آتی ہیں: آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور وفات، شق القمر کا واقعہ، فتنہ تاتار وغیرہ۔ دوسری قسم وہ گناہ اور بداعمالیاں ہیں جن میں انسان مبتلا ہو کر جائز و ناجائز کو بھلا دیں گے۔ برائیوں کا اتنا چلن ہوگا کہ مساجد و مدارس بھی موسیقی کی غیر ضروری موبائل

گھنٹیوں اور دائیں بائیں سے گانے بجانے کی آوازوں سے متاثر ہوں گے۔ یہ ستر سے کچھ اوپر گناہ ہیں جو احادیث شریفہ میں تفصیل سے مذکور ہیں۔ تیسری قسم کا تعلق عجیب وغریب کائناتی واقعات سے ہے۔ یہ دس ہیں اور ان میں سے پانچ کا تعلق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول تک ہے اور پانچ کا آپ کے نزول کے بعد سے۔ ان آخری پانچ کو علامات قربیٰ یا کبریٰ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے بعد قیامت بس یوں بپا ہو جائے گی جیسے حاملہ اونٹنی کے آخری دن کہ نجانے کب بچہ جن دے۔ پہلی پانچ علامات تک دنیا پر خیر کا غلبہ ہوگا اور آخری پانچ شر کے کلی غلبہ تک ہوں گی۔ بالآخر سب انسان چاہے خیر کے عامل ہوں یا شر پر کاربند، آخری حساب کے لیے پیش ہو جائیں گے۔

ان پانچ پانچ علامات سے پہلے یہ سمجھیے کہ حضرت مہدی علامات متوسطہ اور علامات قریبہ کے درمیان کی کڑی ہوں گے یعنی جب دنیا پر ہمہ گیر شر اور ظلم غالب ہو کر دائمی اور حتمی غلبہ کے قریب ہوگا اور اہلِ حق سخت آزمائش میں ہوں گے تو اہلِ حق کی قیادت کے لیے حضرت مہدی کا ظہور ہوگا جبکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات علامات قریبہ اور علامات قربیٰ کی درمیانی کڑی ہوگی یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھوں پوری دنیا میں اسلام کا نفاذ ہوگا، پھر ان کی وفات کے بعد حالات بدلنے شروع ہو جائیں گے حتیٰ کہ روئے زمین پر شریر ترین لوگ رہ جائیں گے جو سڑکوں پر کھلم کھلا گدھوں کی طرح بدکاری سے بھی نہیں شرمائیں گے۔

پانچ ''علامات قریبہ'' یہ ہیں: ظہور مہدی، خروج دجال، نزول مسیح، ہرمجدون (Armegadon) نامی عالمگیر جنگ جو اسرائیل کا خاتمہ کرے گی اور یاجوج ماجوج......

پانچ ''علامات قربیٰ'' یہ ہیں: (1) خسف یعنی زمین میں دھنس جانے کے تین واقعات۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں اور ایک جزیرۃ العرب میں۔ (2) کائنات میں ہر طرف پھیلا

ہوا دھواں (3) سورج کا مغرب سے طلوع ہونا (4) زمین سے ایک عجیب الخلقت جانور کا نکلنا جو لوگوں سے باتیں کرے گا اور انہیں آخری مرتبہ بداعمالیوں کے برے انجام سے ڈرائے گا۔ (5) یمن سے ظاہر ہونے والی آگ جو لوگوں کو ہنکا کر شام کی طرف لے جائے گی۔

جب حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام علامات قیامت میں سے آخری اقسام کی بیچ کی کڑی ہیں اور حضرت مہدی کا ظہور اس وقت ہوگا جب زمین گناہوں سے اور عالم اسلام کفر کے ظلم و جبر سے بھر جائے گا، مسلمان اپنی قیادتوں سے تنگ و نالاں ہوں گے اور کسی نجات دہندہ قائد کا شدت اور بے چینی سے انتظار کر رہے ہوں گے اور اس جبر کے عالم میں بھی کفر کی پیش قدمی کے سامنے اپنی جہادی مزاحمت جاری رکھیں گے حتیٰ کہ پوری دنیا میں تھوڑا سا ٹکڑا رہ جائے گا جو ان کی پناہ گاہ ہوگا...... جب یہ سب کچھ ''اینڈ آف ٹائم'' کے آثار میں سے ہے تو پھر اس دور میں جینے والے مسلمانوں کو ایک رات بھی توبہ کیے بغیر بستر پر جانا اور ایک صبح بھی جہاد اور مجاہدین کی اعانت کی نیت کے بغیر گھر سے نکلنا روا نہیں۔ ان تحریروں کا خلاصہ اور حاصل یہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نیک توفیق عطا فرمائے۔

اس تمہید کے بعد ہم حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق چند اہم باتیں ذکر کرتے ہیں جو اس موضوع کو واضح اور صاف کر دیں گی ان شاء اللہ! اس میں ہم نے یہ روش اپنائی ہے کہ خود سے کچھ کہنے کے بجائے دس سوال اُٹھائیں گے اور جواب میں حدیث شریف کا ترجمہ مکمل نقل کر دیں گے تا کہ دلچسپی کا عنصر بھی پیدا ہو اور موضوع کی ثقاہت بھی قائم رہے۔ حوالے کے لیے ہم حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب کی کتاب ''علاماتِ قیامت'' سے مدد لیں گے۔ ذیل میں دی گئی احادیث کا ترجمہ مذکورہ کتاب سے بعینہٖ لیا گیا ہے۔

مسیحیات سے متعلق دس سوال

(1) آپ ہی کیوں؟

مسیحیات کے حوالے سے سب سے پہلا سوال ذہن میں یہ جنم لیتا ہے کہ یہود اور دجال کے قتل کے لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ہی انتخاب کیوں کیا؟ اور کیا وجہ ہے کہ انہی کو یہ کام سپرد فرمایا گیا؟ حدیث شریف ہمیں بتاتی ہے:

''حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کی پیروی کرنے والے کم اور تکذیب کرنے والے زیادہ ہیں تو اس کی شکایت اللہ تعالیٰ سے کی۔ اللہ نے ان کے پاس وحی بھیجی کہ میں تم کو (اپنے وقت مقررہ پر طبعی موت سے) وفات دوں گا (پس جب تمہارے لیے طبعی موت مقرر ہے تو ظاہر ہے کہ ان دشمنوں کے ہاتھوں پھانسی وغیرہ پر جان دینے سے محفوظ رہو گے اور (فی الحال) میں تم کو اپنے (عالم بالا) کی طرف اُٹھائے لیتا ہوں اور جس کو میں اپنے پاس اُٹھادوں وہ مردہ نہیں۔ اور میں اس کے بعد تم کو کانے دجال پر بھیجوں گا اور تم اس کو قتل کرو گے (آگے فرماتے ہیں کہ) یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث کی تصدیق کرتی ہے جس میں آپ نے فرمایا

ہے: ’’ایسی امت کیسے ہلاک ہو سکتی ہے جس کے شروع میں مَیں ہوں اور آخر میں عیسیٰ؟‘‘
(الدر المنثور، بحوالہ ابن جریر)

(2) آپ کی پہچان کیسے ہوگی؟

بہت سے لوگ مسیح ہونے کا دعویٰ کرتے کرتے دنیا کو ضلالت سے نکالنے کے بجائے گمراہی میں دھکیل کر چلے گئے۔ اہلِ حق مسلمان سچے مسیح کو کیسے پہچانیں گے؟ زبان نبوت جواب دیتی ہے: ’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے اور ان کے یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے درمیان کوئی نبی نہیں، اور وہ نازل ہوں گے جب تم ان کو دیکھو تو پہچان لینا۔ ان کا قد و قامت میانہ اور رنگ سرخ و سفید ہوگا۔ ہلکے زرد رنگ کے دو کپڑوں میں ہوں گے۔ سر کے بال اگرچہ بھیگے نہ ہوں تب بھی (چمک اور صفائی کی وجہ سے) ایسے ہوں گے کہ گویا ان سے پانی ٹپک رہا ہے۔ اسلام کی خاطر کفار سے قتال کریں گے۔ پس صلیب توڑ ڈالیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ لینا بند کردیں گے۔ اور اللہ ان کے زمانہ میں اسلام کے سوا تمام مذاہب کو ختم کردے گا اور (انہی کے ہاتھوں) مسیح دجال کو ہلاک کرے گا۔ پس عیسیٰ علیہ السلام زمین میں چالیس سال رہ کر وفات پائیں گے، اور مسلمان ان کی نماز جنازہ پڑھیں گے۔ (ابو داؤد، ابن ابی شیبہ، مسند احمد، صحیح ابن حبان، ابن جریر) صحیح بخاری کی ایک حدیث میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مزید علامات بیان فرمائی گئی ہیں: ”رجل آدم کأحسن ما انت راء، من آدم الرجل سبط الشعوله لمة کاحسن ما انت راءٍ من اللمم تضرب لمته بین منکبیه یقطر راسه ماءً ربعة احمر کانما خرج من دیماس“ عیسیٰ علیہ السلام نہایت حسین گندمی رنگ کے ہوں گے۔ بال بہت گھنگھریالے نہیں ہوں گے۔ بالوں کی لمبائی شانوں تک ہوگی۔ سر سے پانی ٹپکتا ہوگا۔ معتدل جسم و قامت کے ہوں گے۔ سرخی مائل رنگ ہوگا۔ جیسے

ابھی حمام سے (غسل کرکے) آئے ہوں۔

(3) آپ کے ساتھی کون ہوں گے؟

آپ علیہ السلام کن لوگوں کے درمیان نازل ہوں گے؟ کس وقت اور کس کیفیت میں نازل ہوں گے؟ جن خوش نصیب لوگوں میں آپ اُتریں گے وہ کن صفات کی بنا پر اس عظیم سعادت کے مستحق ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کے مقدس پیغمبر کی رفاقت ان کو نصیب ہوگی؟ لسانِ نبوت ہمیں آگاہ فرماتی ہے:

☆ ...... ''حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میری اُمت میں ایک جماعت (قرب) قیامت تک حق کے لیے سربلندی کے ساتھ برسرِ پیکار رہے گی۔ فرمایا: پس عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے تو اس جماعت کا امیر ان سے کہے گا: ''آیئے! نماز پڑھایئے'' آپ فرمائیں گے نہیں! اللہ نے اس اُمت کو اعزاز بخشا ہے اس لیے تم (ہی) میں سے بعض بعض کے امیر ہیں۔ (مسلم واحمد)

☆ ...... ''وہ آخری بار اُردن کے علاقے میں ''افیق'' نامی گھاٹی پر نمودار ہوگا۔ اس وقت جو شخص بھی اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہوگا اُردن کے علاقے میں موجود ہوگا۔ (مسلمانوں اور دجال کے لشکر کے درمیان جنگ ہوگی جس میں) وہ ایک تہائی مسلمانوں کو قتل کر دے گا۔ ایک تہائی کو شکست دے کر بھگا دے گا اور ایک تہائی کو باقی چھوڑے گا۔ رات ہو جائے گی تو بعض مومنین بعض سے کہیں گے کہ تمہیں اپنے رب کی خوشنودی کے لیے اپنے (شہید) بھائیوں سے جا ملنے (شہید ہو جانے) میں اب کس چیز کا انتظار ہے؟ جس کے پاس کھانے کی کوئی چیز زائد ہو وہ اپنے (مسلمان) بھائی کو دے دے۔ تم فجر ہوتے ہی (عام معمول کی بہ نسبت) جلدی نماز پڑھ لینا، پھر دشمن کے مقابلہ پر روانہ ہو جانا۔

پس جب یہ لوگ نماز کے لیے اُٹھیں گے تو عیسیٰ علیہ السلام ان کے سامنے نازل ہوں گے اور نماز ان کے ساتھ پڑھیں گے۔ نماز سے فارغ ہو کر وہ (ہاتھ سے) اشارہ کرتے ہوئے فرمائیں گے: میرے اور دشمن خدا (دجال) کے درمیان سے ہٹ جاؤ (تاکہ مجھے دیکھ لے) ابو حازم (جو اس حدیث کے راویوں میں سے ایک ہیں) کہتے ہیں کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دجال (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھتے ہی) ایسا پگھلے گا جیسے دھوپ میں چکنائی پگھلتی ہے اور عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے یہ فرمایا کہ (ایسا گھلے گا) جیسے نمک پانی میں گھلتا ہے اور اللہ دجال اور اس کے لشکر پر مسلمانوں کو مسلط کر دے گا چنانچہ وہ ان سب کو قتل کر دیں گے۔ حتیٰ کہ شجر و حجر بھی پکاریں گے کہ اے اللہ کے بندے! اے رحمٰن کے بندے! اے مسلمان! یہ یہودی ہے۔ اسے قتل کر دے۔ غرض اللہ تعالیٰ ان سب کو فنا کر دے گا اور مسلمان فتح یاب ہوں گے۔ پس مسلمان صلیب کو توڑ دیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ بند کر دیں گے۔''

☆...... ''اب عیسیٰ بن مریم نازل ہوں گے۔ پس لوگوں کی آنکھوں اور ٹانگوں کے درمیان سے تاریکی ہٹ جائے گی (یعنی اتنی روشنی ہو جائے گی کہ لوگ ٹانگوں تک دیکھ سکیں گے) اس وقت عیسیٰ علیہ السلام کے جسم پر ایک زرہ ہو گی، پس لوگ ان سے پوچھیں گے آپ کون ہیں؟ وہ فرمائیں گے: ''میں عیسیٰ ابن مریم اللہ کا بندہ اور رسول ہوں اور اس کی (پیدا کردہ) جان اور اس کا کلمہ ہوں (یعنی باپ کے بغیر محض اس کے کلمہ ''کن'' سے پیدا ہوا ہوں) تم تین صورتوں میں سے ایک کو اختیار کر لو کہ (1) اللہ دجال اور اس کی فوجوں پر بڑا عذاب آسمان سے نازل کر دے۔ (2) ان کو زمین میں دھنسا دے۔ (3) ان کے اوپر تمہارے اسلحہ کو مسلط کر دے اور ان کے ہتھیاروں کو تم سے روک دے۔ مسلمان کہیں گے: ''اے اللہ کے رسول! یہ (آخری) صورت ہمارے لیے اور ہمارے قلوب کے لیے زیادہ

طمانیت کا باعث ہے چنانچہ اس روز تم بہت کھانے پینے والے (اور) ڈیل وڈول والے یہودی کو (بھی) دیکھو گے کہ ہیبت کی وجہ سے اس کا ہاتھ تلوار نہ اُٹھا سکے گا۔ پس مسلمان (پہاڑ سے) اُتر کر ان کے اوپر مسلط ہو جائیں گے اور دجال جب (عیسیٰ) ابن مریم کو دیکھے گا تو سیسہ (یا رانگ) کی طرح پگھلنے لگے گا۔ حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام اسے جالیں گے اور قتل کر دیں گے۔''

(4) آپ کا مشن کیا ہو گا؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کن کاموں کے لیے تشریف لائیں گے؟

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک پیغمبر کی حیثیت سے نہیں آئیں گے کیونکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا پیغمبر نہیں آئے گا۔ اس پر سب کا اتفاق ہے۔ البتہ ان کی آمد اس لیے ہوگی: ''عیسیٰ ابن مریم میری اُمت کے ایک منصف حکمران ہوں گے۔ وہ صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو ہلاک کریں گے اور جزیہ ختم کریں گے۔'' (ابن ماجہ، کتاب الفتن، 4077، اقتباس:20-58)

منصف حکمران سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مشن اسلام کی حکمرانی کو پوری دنیا پر قائم کرنا ہوگا۔ خنزیر کو ہلاک کرنے اور صلیب کو توڑنے کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ صلیب کی عبادت کرتے ہیں وہ اس کی عبادت چھوڑ دیں گے اور جو خنزیر کھاتے ہیں وہ اسے کھانا چھوڑ دیں گے۔ دراصل ان دو لفظوں میں دو اہم حقیقتوں کا اظہار کیا گیا ہے۔ عیسائیت نے یہودیت کی سازش سے جناب مسیح علیہ السلام کے دین میں جو بے اصل چیزیں داخل نہیں ان میں سے عقائد میں سب سے زیادہ وہ عقیدہ ہے جسے صلیب ظاہر کرتی ہے اور اعمال میں زیادہ برا عمل خنزیر کھانا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام موجودہ تحریف شدہ عیسائیت کی تنسیخ اور دنیا سے اس کا خاتمہ کرنے کے لیے علامتی طور پر صلیب توڑیں گے اور خنزیر کھانے پر پابندی عائد

کردیں گے۔ جواس بات کی علامت ہوگی کہ دنیا میں اب حکمران صرف اسلامی احکام کی ہے۔ آپ کے ہاتھوں اس محل کی تکمیل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک اور معجزہ اور آپ کی صداقت کی ایک اور دلیل ہوگی کہ خود عیسائیت (آج کل کا عالم مغرب) کے مقدس پیغمبر آ کر اسلام کی حقانیت کو ثابت اور عملاً نافذ کریں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اہلِ حق کی خوشخبری اور باطل پرستی کی قلع قمع کے لیے یہ چیز مقدر کردی ہے اور ضرور ہوکر رہے گی۔ اس حدیث کا ایک اور اہم پہلو یہ ہے کہ اس میں کہا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آ کر جزیہ (ٹیکس) ختم کردیں گے۔ اگر آپ دنیا پر ایک نظر ڈالیں تو ہر ملک نے اپنی رعایا پر ٹیکس عائد کر رکھا ہے چاہے وہ مسلم ہو یا غیر مسلم۔ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان ممالک کو مغرب، آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کے ذریعے مجبور کرتا ہے کہ یہ ٹیکس نافذ کرے۔ کیونکہ یہ ایک عالمی حکومت کا حصہ ہے اور الجساسہ کا ایک طریقہ ہے۔ جس کے ذریعے ہر فرد کی جاسوسی (اس کے کوائف سے آگاہی) ممکن ہے۔ کرہ ارض پر بسنے والے ہر شخص کے کوائف کا علم ٹیکس کے نظام کے تحت ہی حاصل کرنا ممکن ہے۔ یہ سب کچھ مسیح مخالف ہے کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ٹیکس کے خلاف ہوں گے اور اسے ختم کردیں گے۔ یوں ہم وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ یہ ٹیکس نظام دجال کا نظام ہے۔

(5) مخصوص وقت:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک خاص وقت میں ظاہر ہوں گے۔ اس کی حکمت کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ ٹھیک اس وقت خاص طور پر مسیح ابن مریم کو بھیجے گا کہ جب دجال ایک نوجوان کو مار کر زندہ کرنے کا تماشا دکھا رہا ہوگا۔ کسی اور وقت کیوں نہیں؟ اس لیے کہ زندگی اور موت پر یہ اختیار ایک ایسی بات ہوگی جو لوگوں نے اپنی زندگیوں میں نہیں دیکھی ہوگی اور لوگوں کے گروہ کے گروہ یہ سمجھتے ہوئے کہ دجال ان کا خدا ہے منحرف ہو جائیں گے (اس کا

مذہب قبول کرلیں گے) بہ الفاظ دیگر سائنسی ترقی اپنے عروج پر ہوگی۔ دوسری طرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نبی کی حیثیت سے اور اللہ کے حکم سے یہ معجزے (مردوں کو زندہ کرنا) دکھا چکے ہیں۔ وہ یہ معجزہ دوبارہ دکھا سکتے ہیں۔ یہ ایک مقابلہ معجزاتی قوتوں کا سائنسی قوتوں سے ہوگا اور معجزاتی قوتیں فتح پائیں گی اور اس دفعہ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ماننے والوں کو بھٹکنے اور دجال کو اپنا خدا ماننے کی گمراہی سے بچالے گا۔

(6) مدت قیام:

زمین پر نزول اور خاتمے کے بعد آپ علیہ السلام کتنا عرصہ یہاں رہیں گے؟ عالمی خلافت اسلامیہ کے قیام کے بعد آپ کا مسلمانوں کے ساتھ رہن سہن اور بودو باش کیسی ہوگی؟ آقائے مدنی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

☆...... ''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام دنیا میں (نازل ہونے کے اکیس سال بعد) نکاح کریں گے اور (نکاح کے بعد) دنیا میں انیس سال قیام فرمائیں گے۔ (اس طرح دنیا میں قیام کی کل مدت چالیس سال ہوجائے گی جیسا کہ پیچھے صحیح احادیث میں گزرا ہے) (فتح الباری، بحوالہ نعیم بن حماد)

☆...... روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبیلۂ جذام کے وفد سے فرمایا: ''شعیب علیہ السلام کی قوم اور موسیٰ علیہ السلام کی سسرال کا (یعنی تمہارا آنا مبارک ہو۔ اور قیامت اس وقت تک نہ آئے گی جب تک مسیح علیہ السلام تمہاری قوم میں نکاح نہ کریں اور ان کی اولاد پیدا نہ ہو۔''

قبیلہ جذام قومِ شعیب ہی کی ایک شاخ ہے اور قوم شعیب کا حضرت موسیٰ کی سسرال ہونا قرآن حکیم (سورۃ قصص: آیت) سے ثابت ہے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا

کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نازل ہونے کے بعد قبیلۂ جذام کی کسی خاتون سے نکاح فرمائیں گے اور ان کی اولاد بھی ہوگی۔ اس طرح اس قبیلہ کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سسرال ہونے کا شرف بھی حاصل ہو جائے گا۔''

(7) موضع نزول:

آپ علیہ السلام کہاں نازل ہوں گے؟

حضرت ادس بن ادس الثقفی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم دمشق کی جانب مشرق میں سفید مینارے کے پاس نازل ہوں گے۔
(الدر المنثور بحوالہ طبرانی، کنز العمال، ابن عساکر وغیرہ)

حضرت کعب احبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مسیح علیہ السلام دمشق کے مشرقی دروازہ پر سفید پل کے پاس اس طرح نازل ہوں گے کہ ان کو ایک بادل نے اٹھا رکھا ہوگا وہ اپنے دونوں ہاتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر رکھے ہوئے ہوں گے، ان کے جسم پر دو ملائم کپڑے ہوں گے جن میں سے ایک کو تہ بند بنا کر باندھا ہوا ہوگا، دوسرے چادر کے طور پر اوڑھ رکھا ہوگا جب سر جھکائیں گے تو اس سے چاندی کے موتی (کی طرح پانی کے قطرے) ٹپکیں گے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ص:218، ج:1)

(8) عالمی خلافت کے قیام کے بعد کے حالات:

(6) آپ کے دور کے حالات کیا ہوں گے؟ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کے آخر میں ارشاد ہے: ''اور عیسیٰ ابن مریم نازل ہو کر اس (دجال) کو قتل کریں گے۔ اس کے بعد لوگ چالیس سال تک زندگی سے اس طرح لطف اندوز ہوں گے کہ نہ کوئی مرے گا، نہ کوئی بیمار ہوگا (جانور بھی کسی کو نہ مالی نقصان پہنچائیں گے نہ جانی حتیٰ کہ) آدمی اپنی بکریوں اور جانوروں سے کہے گا: جاؤ گھاس وغیرہ چرو۔ (یعنی چرنے کے لیے انہیں

بغیر چرواہے کے بھیج دے گا) اور وہ بکری دو کھیتوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے کھیت کا ایک خوشہ بھی نہ کھائے گی (بلکہ صرف گھاس اور وہ چیزیں کھائے گی جو جانوروں ہی کے لیے ہیں تاکہ زراعت کا نقصان نہ ہو) اور سانپ اور بچھو کسی کو گزند نہ پہنچائیں گے۔ اور درندے گھروں کے دروازوں پر (بھی) کسی کو ایذا نہ دیں گے اور آدمی زمین میں ہل چلائے بغیر ہی ایک مد گندم بوئے گا تو اس سے سات سو مد (گندم) پیدا ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کے بعد زندگی بڑی خوشگوار ہوگی، بادلوں کو بارش برسانے اور زمین کو نباتات اُگانے کی اجازت مل جائے گی حتیٰ کہ اگر تم اپنا بیج ٹھوس اور چکنے پتھر میں بھی بوؤ گے تو اُگ آئے گا اور (امن و امان کا) یہ حال ہوگا کہ آدمی شیر کے پاس سے گزرے گا تو شیر نقصان نہ پہنچائے گا اور سانپ پر پاؤں رکھ دے گا تو وہ گزند نہ پہنچائے گا۔ (لوگوں کے مابین) نہ بخل ہوگا نہ حسد اور نہ کینہ۔ (کنز العمال بحوالہ ابو نعیم)

(9) انتقال اور وفات:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ''یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! مجھے خیال ہوتا ہے کہ میں آپ کے بعد زندہ رہوں گی تو کیا آپ مجھے اجازت دیتے ہیں کہ میں آپ کے برابر دفن کی جاؤں؟'' آپ نے فرمایا: ''وہ جگہ تمہیں کیسے مل سکتی ہے؟ وہاں میری ابوبکر کی، عمر کی اور عیسیٰ بن مریم کی قبر کے علاوہ کسی کی جگہ نہیں ہے۔''

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے کہ تورات میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی صفات لکھی ہوئی ہیں اور (یہ کہ) عیسیٰ ابن مریم ان کے پاس دفن کیے جائیں گے۔ (ترمذی، الدر المنثور)

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کی حدیث موقوف میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ دفن کیا جائے گا۔ نیز انہی کی روایت میں یہ بھی ہے کہ ''عیسیٰ ابن مریم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دو رفیقوں کے ساتھ دفن کیا جائے گا پس عیسیٰ علیہ السلام کی قبر چوتھی ہوگی۔'' (رواہ البخاری فی تاریخہ و الطبرانی کما فی الدر المنثور)

(10) آپ کے بعد:

آپ کے بعد مسلمانوں پر اور اس دنیا پر کیا بیتے گی؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عیسیٰ ابن مریم نازل ہو کر دجال کو قتل کریں گے اور چالیس سال (دنیا میں) رہیں گے۔ لوگوں میں کتاب اللہ اور میری سنت کے مطابق عمل کریں گے اور ان کی موت کے بعد لوگ عیسیٰ علیہ السلام کی وصیت کے مطابق (قبیلہ) بنی تمیم کے ایک شخص کو آپ کا خلیفہ مقرر کریں گے جس کا نام مقعد ہوگا۔ مقعد کی موت کے بعد لوگوں پر تیس سال گزرنے نہ پائیں گے کہ قرآن پاک لوگوں کے سینوں اور ان کے مصاحف سے اُٹھا لیا جائے گا۔ بعض روایات حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قیامت بہت جلد آجائے گی اور مذکورہ بالا حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ایک سو بیس سال ضرور لگیں گے اس سے دونوں رواتیوں میں تضاد کا شبہ ہوتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اگرچہ ایک سو بیس سال کی مدت ہو مگر یہ ایک سو بیس سال نہایت سرعت سے گزر جائیں گے۔ حتیٰ کہ ایک سال ایک مہینہ کے برابر اور ایک مہینہ ایک ہفتہ کی برابر اور ایک ہفتہ ایک دن کی برابر ایک دن ایک گھنٹہ کی برابر معلوم ہوگا۔ اوقات میں شدید بے برکتی کی پیش گوئی مسند احمد کی ایک حدیث مرفوع میں صراحتاً موجود ہے جسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے۔

روایات کے مجموعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے بعد قیامت تک کم از کم ایک سو بیس سال ضرور لگیں گے مثلاً: حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے اثر میں ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بعد قیامت سے پہلے ایک سو بیس برس تک عرب لوگ شرک و بت پرستی میں مبتلا رہیں گے؟؟؟ اور فتح الباری میں تو حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا یہ ارشاد منقول ہے کہ آفتاب کے مغرب سے طلوع کے بعد لوگ دنیا میں ایک سو بیس سال تک رہیں گے پھر قیامت آئے گی۔

ایک اہم سوال کا جواب

مہدویات اور مسیحیات کے ضمن میں آپ نے جن جنگوں یا واقعات کا تذکرہ پڑھا، اس میں قدیم ہتھیاروں، قدیم ماحول اور قدیم اسباب جنگ کا تذکرہ ہے۔ کیا یہ علامتی زبان ہے یا حقیقی؟ گفتگو استعارے میں کی گئی ہے یا جدید دنیا واپس قدامت کی طرف لوٹ جائے گی۔ کوئی عالمی ایٹمی جنگ اسے واپس صدیاں پیچھے لے جائے گی۔ اگر ایسا ہے تو حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے دور سے پہلے ایک اور عالمی جنگ کیونکر ہوگی۔ تیسری جنگ عظیم تو انہی کے دور میں ہوئی ہے۔ الغرض یہ سوال بہت اہم ہے کہ آیا حضرت مہدی کے دور میں زمانہ دوبارہ اپنی قدیم روش پر آجائے گا یا یہ تمام سائنسی ایجادات آپ کے ظہور کے وقت موجود ہوں گی؟ چنانچہ اس سلسلے میں فقیہ العصر مفتی یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ سے ایک اہم سوال اور اس کا جواب نقل کیا جاتا ہے۔

سوال: روزنامہ جنگ میں آپ کا مضمون "علامات قیامت" پڑھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ہر مسئلے کا حل اطمینان بخش طور پر اور قرآن وحدیث کے حوالے سے دیا کرتے ہیں۔ یہ مضمون بھی آپ کی علمیت اور تحقیق کا مظہر ہے...... لیکن ایک بات سمجھ میں نہیں آتی کہ

پورا مضمون پڑھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کفار اور عیسائیوں سے جو معرکے ہوں گے ان میں گھوڑوں، تلواروں، تیر کمان وغیرہ کا استعمال ہوگا۔ فوجیں قدیم زمانہ کی طرح میدانِ جنگ میں آمنے سامنے ہو کر لڑیں گی۔

آپ نے لکھا ہے کہ حضرت مہدی قسطنطنیہ (Istanbul) سے تو گھڑ سواروں کو دجال کا پتا معلوم کرنے کے لیے شام بھیجیں گے۔ گویا اس زمانے میں ہوائی جہاز دست یاب نہ ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دجال کو ایک نیزے سے ہلاک کریں گے اور یاجوج ماجوج کی قوم بھی جب فساد برپا کرنے آئے گی تو اس کے پاس تیر کمان ہوں گے؟ یعنی وہ اسٹین گن (Stan gun)، رائفل (Rifle)، پستول (Pistol) اور تباہ خیز بموں (Explosive Bombs) کا زمانہ نہ ہوگا۔ زمین پر انسان کے وجود میں آنے کے بعد سے سائنس برابر ترقی ہی کر رہی ہے اور قیامت کے آنے تک تو اس میں قیامت خیز ترقی ہو چکی ہوگی۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام، اللہ کے حکم سے چند خاص آدمیوں کے ہمراہ یاجوج ماجوج کی قوم سے بچنے کے لیے کوہِ طور کے قلعہ میں پناہ گزیں ہوں گے یعنی دنیا کے باقی اربوں انسانوں کو جو سب مسلمان ہو چکے ہوں گے یاجوج ماجوج کے رحم و کرم پر چھوڑ جائیں گے۔ اتنے انسان تو ظاہر ہے اس قلعہ میں بھی نہیں سما سکتے۔ میں نے کسی کتاب میں یہ دُعا پڑھی تھی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتنۂ دجال سے بچنے کے لیے مسلمانوں کو بتائی تھی۔ مجھے یاد نہیں رہی۔ مندرجہ بالا باتوں کی وضاحت کے علاوہ وہ دُعا بھی تحریر فرما دیں تو عنایت ہوگی۔

جواب: انسانی تمدن کے ڈھانچے بدلتے رہتے ہیں۔ آج ذرائع مواصلات (Communication system) اور آلاتِ جنگ (War weapons) کی جو ترقی

یافتہ شکل ہمارے سامنے ہے، آج سے ڈیڑھ دو صدی پہلے اگر کوئی شخص اس کو بیان کرتا تو لوگوں کو اس پر "جنون" کا شبہ ہوتا۔ اب خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ یہ سائنسی ترقی اسی رفتار سے آگے بڑھتی رہے گی یا خود کشی کر کے انسانی تمدن کو پھر تیر و کمان کی طرف لوٹا دے گی؟

ظاہر ہے کہ اگر یہ دوسری صورت پیش آئے جس کا خطرہ ہر وقت موجود ہے اور جس سے سائنس دان خود بھی لرزہ براندام ہیں تو ان احادیث طیبہ میں کوئی اشکال باقی نہیں رہ جاتا جن میں حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانے کا نقشہ پیش کیا گیا ہے۔

فتنہ دجال سے حفاظت کے لیے سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھنے کا حکم ہے۔ کم از کم اس کی پہلی اور پچھلی دس دس آیتیں تو ہر مسلمان کو پڑھتے رہنا چاہیے۔ ایک دُعا حدیث شریف میں یہ تلقین کی گئی ہے: "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ، وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ. اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاثَمِ وَالْمَغْرَمِ." (آپ کے مسائل اور ان کا حل: 1/ 268-269)

بعض اہلِ قلم حضرات نے حضرت مہدی کے معرکوں کے متعلق وارد ان سامانِ جنگ کی جدید تعبیرات بھی کی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جدید ایجادات کو بھی فتوحات میں استعمال فرمائیں گے۔ تاہم یہ محض اندازے ہی ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا هُوَ کَائِنٌ اَلْبَتَّه.

اللہ تعالیٰ اس عظیم فتنے اور اس کے ظہور سے پہلے ظاہر ہونے والی ذیلی فتنوں کے جراثیم سے ہم سب کو محفوظ رکھے۔ ہمیں اور ہماری آل اولاد و متعلقین کو اس شیطانی فتنے کے خلاف برسرِ پیکار رحمانی افواج کے ہراول دستے میں شامل فرمائے۔ اس خواہش کو ہماری دلی آرزو اور قلبی تمنا میں تبدیل فرما دے تاکہ ہم اس راستے کی مشکلات کو ہنسی خوشی اور مردانہ وار جھیل کر مقربین کے زمرے میں شامل ہو جائیں۔ آمین یارب العالمین۔

تیسرا باب

دجالیات

- ☆......دجال کون ہے؟
- ☆......دجال کہاں ہے؟
- ☆......دجال کب برآمد ہوگا؟
- ☆......دجال کی دعوت، دجالی فتنہ کی نوعیت وحقیقت
- ☆......دجال کے پیروکار، دجالی قوتوں کا تعارف
- ☆......دجال سے بچنے کے لیے روحانی وتزویراتی تدابیر

جھوٹے خدا کی تین نشانیاں

''جب سے اللہ نے ذریتِ آدم کو پیدا کیا، دنیا میں کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑا نہیں ہوا اور اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے اور میں آخری نبی ہوں اور تم بہترین اُمت (اس لیے) وہ لامحالہ تمہارے ہی اندر نکلے گا۔ اگر وہ میری موجودگی (زندگی) میں نکلا تو ہر مسلمان کی طرف سے اس کا مقابلہ کرنے والا میں ہوں، اور اگر میرے بعد نکلا تو ہر مسلمان اپنا دفاع خود کرے گا۔ اور اللہ ہر مسلمان کا محافظ ونگہبان ہوگا۔ وہ شام وعراق کے درمیان ایک راستہ پر نمودار ہوگا، پس وہ دائیں بائیں (ہر طرف) فساد پھیلائے گا۔ اے اللہ کے بندو! تم اس وقت ثابت قدم رہنا۔ میں تمہارے سامنے اس کی وہ علامات بیان کیے دیتا ہوں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیں۔ وہ سب سے پہلے تو یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، پھر یہ دعویٰ کرے گا کہ میں تمہارا رب ہوں (مگر اسے دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر میں ایسی تین چیزیں نظر آجائیں گی جن سے اس کے دعوے کی تکذیب کی جاسکتی ہے: (1) ایک تو یہ کہ وہ آنکھوں سے نظر آرہا ہوگا) حالانکہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے (تو اس کا نظر آنا ہی اس بات کی دلیل ہوگا کہ وہ رب نہیں) اور (2) دوسری یہ کہ) وہ کانا ہوگا، حالانکہ تمہارا رب کانا نہیں، (3) تیسری یہ کہ) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا جو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔''

دجال کا نام اور اس کا معنی

یہودی اپنے اس نجات دہندہ کا آخری معلوم نام ہبُل، ہُوبل یا ھُبل بتاتے ہیں جو ہماری اسلامی اصطلاح میں ''طاغوت'' اور بتوں کا نام ہے۔ اور اس کا لقب ان کے ہاں مسیحا یا مسیا ہے۔

دجال کا اصل نام معلوم نہیں ..... احادیث میں آیا جو نہیں ..... یہ اپنے لقب سے مشہور ہے۔ ہمارے ہاں اس کا لقب ''دجال'' مشہور ہے اور یہ لفظ اس کی پہچان اور علامت بن گیا ہے۔

دجال کا مادہ ''د، ج، ل'' ہے۔ دجال کا لفظ فعّال کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے۔ دجال کا معنی ہے ڈھانپ لینا، لپیٹ لینا۔ دجال اس لیے کہا گیا کیونکہ اس نے حق کو باطل سے ڈھانپ دیا ہے یا اس لیے کہ اس نے اپنے جھوٹ، ملمع سازی اور تلبیس کے ذریعے سے اپنے کفر کو لوگوں سے چھپا لیا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ وہ اپنی فوجوں سے زمین کو ڈھانپ لے گا، اس لیے اسے دجال کہا گیا ہے۔ اس میں اس بات کی طرف اشارہ مقصود ہے کہ وہی دجال اکبر بہت بڑے بڑے فتنوں والا ہے جو ان فتنوں کے ذریعے سے اپنے کفر کو ملمع سازی کے

ساتھ پیش کرے گا اور اللہ کے بندوں کو شکوک وشبہات میں ڈال دے گا۔

''دجال'' عربی زبان میں جعلساز، ملمع ساز اور فریب کار کو بھی کہتے ہیں۔ ''دجل'' کسی نقلی چیز پر سونے کا پانی چڑھانے کو کہتے ہیں۔ دجال کا یہ نام اس لیے رکھا گیا ہے کہ جھوٹ اور فریب اس کی شخصیت کا نمایاں ترین وصف ہوگا۔ وہ ظاہر کچھ کرے گا اندر کچھ ہوگا۔ اس کے تمام دعوے، منصوبے، سرگرمیاں اور پروگرام ایک ہی محور کے گرد گردش کریں گے اور وہ ہے: دجل اور فریب۔ اس کے ہر فعل پر دھوکا دہی اور غلط بیانی کا سایہ ہوگا۔ اس کی کوئی چیز، کوئی عمل، کوئی قول، اس شیطانی عادت کے اثر سے خالی نہ ہوگا۔

اس کا ایک معنیٰ ایسی مرہم یا لیپ جس کی تہہ جلد پر بچھا کر بدنمائی چھپائی جاتی ہے۔ آپ اس تعریف کو سامنے رکھیں اور ان خوشنما الفاظ کو دیکھیں جنہیں مغربی میڈیا (جو دجال کی پہلی عالمی پریس کانفرنس سے لے کر اس کے عالمی وقتی اقتدار تک اس کی نمایندگی کا فرض انجام دے گا) نے وضع کر رکھا ہے اور ان کے سہارے اپنی خونخواری، سنگ دلی اور قتل وغارت گری کو چھپا رکھا ہے۔ مثلاً: انسانی حقوق، اشتراکیت، جمہوریت، معاشی خوشحالی، معاشرتی مساوات، فلاح وبہبود کی خاطر خاندانی منصوبہ بندی، فنون لطیفہ، قانون ودستور...... یہ سب الفاظ محض نعرے ہیں۔ ان کے پیچھے صرف سراب ہے۔

دجال اکبر کا نام مسیح کیوں رکھا گیا؟ اس کے بارے میں بہت سارے اقوال ہیں مگر سب سے زیادہ واضح قول یہ ہے کہ دجال کو مسیح کہنے کی وجہ یہ ہے اس کی ایک آنکھ اور ابرو نہیں ہے۔ ابن فارس کہتے ہیں: مسیح وہ ہے جس کے چہرے کے دو حصوں میں سے ایک حصہ مٹا ہوا ہو، اس میں نہ آنکھ ہو اور نہ ہی ابرو۔ اسی لیے دجال کو مسیح کہا گیا ہے۔ پھر انہوں نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی سند سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے: ''وَاِنَّ الدَّجَّالَ مَمْسُوْحُ الْعَيْنِ، عَلَيْهَا ظَفْرَةٌ غَلِيظَةٌ.'' ''بلاشبہ دجال

مٹی ہوئی آنکھ والا ہے جس پر ایک غلیظ بھدّا سا ناخونہ (پھلی) ہے۔"

ہمارے ہاں مسیح کا لفظ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اس کی وجہ اور مسیح صادق اور مسیح کاذب کا فرق ہم مسیحیات کے شروع میں بیان کر چکے ہیں۔

دجال کون ہے؟

(1)دجال کون ہے؟(2) کہاں ہے؟(3) کب برآمد ہوگا؟

فتنۂ دجال کا آغاز تو یقیناً ہو چکا ہے۔ اس کا سربراہ اعظم کون ہوگا؟ اس کا نکتۂ عروج کون سالمحہ ہوگا؟ اور ہم اس لمحے سے کتنی دور ہیں یا ہم دجال کے عہد میں ہی جی رہے ہیں؟

یہ وہ تین سوال ہیں جو ہر اس ذہن میں گردش کرتے ہیں جو دنیا کو صرف دنیا تک اور مادیت تک محدود نہیں سمجھتا، آخرت پر یقین اور روحانیت اور مادیت کے درمیان ہونے والی زبردست کشمکش پر نظر رکھتا ہے اور یہ بھی یقین رکھتا ہے کہ روزِ قیامت اس سے ضرور اس حوالے سے سوال کیا جائے گا کہ ایمان و مادیت کے اس عظیم معرکے میں اس نے اپنا وزن کس پلڑے میں ڈالا تھا اور اس حوالے سے اس کا رویہ اور کردار کیا تھا؟

بندہ اس حوالے سے عرصۂ دراز تک مطالعہ، جستجو اور تفتیشی کاوشوں میں لگا رہا لیکن ایک آدھ مرتبہ ہلکا سا مبہم قسم کا ذکر کرنے کے علاوہ کبھی اس موضوع کو براہِ راست نہیں چھیڑا۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے ان علمی شخصیات کو جو اس موضوع پر اُمت کو بہترین

معلومات سے آگاہ رکھتے اور بروقت نصیحتیں کرتے رہتے ہیں۔ان حضرات کے نام بندہ کی کتاب ''عالمی یہودی تنظیمیں'' کے مقدمے میں دیے گئے ہیں اور اس کتاب کے آخر میں ان کی تصنیف کردہ معلوماتی کتابوں کا تذکرہ بھی کیا گیا ہے۔عالمِ عرب میں سعودی عرب کے ڈاکٹر عبدالرحمٰن الحوالی اور مصر کے استاذ محمد امین جمال الدین نے اس حوالے سے بہت شاندار کام کیا ہے۔ڈاکٹر الحوالی کی کتابوں کا ترجمہ رضی الدین سید نے اور استاد الامین کی کتابوں کا ترجمہ پروفیسر خورشید عالم،قرآن کالج لاہور نے کیا ہے۔ ہمارے بزرگوں میں سے مولانا مناظر احسن گیلانیؒ نے ''دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال'' اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے ''معرکۂ ایمان و مادیت'' میں دجال کی شخصیت اور فتنے کی نوعیت پر سورۂ کہف کی روشنی میں مفصل اور محقق گفتگو کی ہے جو لائق دید ہے۔معاصرین میں رضی الدین سید (از راہ کرم وہ یہ تحریر پڑھیں تو اپنا فون نمبر اس نمبر پر بھجوا دیں: 0300-282253) اور ذکی الدین شرفی (کراچی) کے علاوہ اسرار عالم (بھارت) نے بہت کچھ لکھا ہے (مؤخر الذکر کا کام اگرچہ سب سے وقیع اور مفصل ہے لیکن وہ کچھ جگہوں پر راہِ اعتدال سے ہٹ گئے ہیں اور اپنے قلم کو بہکنے اور اپنی فکر کو جمہور کی تاویل و تفسیر، تشریح و توضیح سے انحراف سے بچا نہیں سکے مثلاً تفسیری ذخیرہ اور فقہ اسلامی پر ان کے غیر مناسب تبصرے۔اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے اور کوتاہیوں سے درگزر فرمائے۔) مولانا عاصم عمر اور آصف مجید نقشبندی نے حضرت مہدی اور فتنہ دجال کی عصری تطبیق میں کافی کاوش کی ہے۔حال ہی میں کامران رعد کی ''فری میسنری اور دجال'' نامی شاندار کتاب تخلیقات لاہور سے چھپ کر سامنے آئی ہے۔اللہ تعالیٰ سب کی محنتیں قبول فرمائے۔باعثِ تعجب یہ ہے کہ اتنی متعدد کاوشوں کے باوجود اور اتنی متنوع آوازیں لگنے کے باوجود عوام و خواص میں اس حوالے سے خاص فکر و تشویش اور تیاری و دفاع کے آثار دور تک دکھائی نہیں دیتے۔دراصل جب تک خواص اس

پر بھر پور توجہ نہیں دیں گے، عوام کہاں اس کی زحمت گوارا کریں گے کہ اس عالمگیر فتنے سے آگاہی حاصل کریں اور اس سے حفاظت کے تقاضوں کو سمجھیں؟ زیرِ نظر تحریر کا مقصد تجسس پھیلانا نہیں، حفاظت ایمان کی دعوت کو آگے بڑھانا اور شیطانی فتنوں سے اپنی، اپنے متعلقین اور اہلِ اسلام کے تحفظ کی طرف متوجہ کرنا ہے، واللہ ولی التوفیق۔

دجال کون ہے؟ اس حوالے سے مختلف باتیں کی جاتی رہی ہیں۔ بعض تو اتنی مضحکہ خیز ہیں کہ بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ہم ان سے صرف نظر کرتے ہوئے یہاں تین مشہور اقوال ذکر کر کے ان پر تبصرہ کرتے ہوئے چلیں گے۔

دجال کون ہے؟

(1) سامری جادوگر:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں بنی اسرائیل کو گمراہ کر کے شرک میں مبتلا کرنے والا سامری درحقیقت دجال تھا۔ دجال کو عالم اشیاء میں تصرف کا جو بھر پور اختیار دیا گیا ہے اس کے تحت سونے سے بنائے گئے بچھڑے کو متحرک، جاندار اور آواز لگانے والا بنا دینا کچھ بھی بعید نہیں۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سامری سے اتنا زبردست جرم سرزد ہونے کے باوجود اسے جانے دیا اور جو بنی اسرائیل اس کے ورغلانے پر شرک میں مبتلا ہوئے تھے، ان کی توبہ یہ طے ہوئی کہ ان کو قتل کیا جائے۔ آپ نے سامری سے فرمایا: "وان لك موعدا لن تخلفه" "بے شک تیرے لیے ایک وقت مقرر ہے جس سے تو آگے پیچھے نہ ہو سکے گا۔" یہ اس لیے کہ سامری کو اگر اس وقت قتل کیا جاتا تو وہ نہ مرتا، دجال جو مسیح کاذب ہے، کی موت تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر لکھی ہوئی ہے جو مسیح صادق ہیں۔ جب سامری سے کہا گیا: "فاذهب، فان لك في الحيوة

ان تقول لامساس" "چلا جا، تیری یہ سزا ہے کہ زندگی بھر کہے گا مجھے نہ چھوؤ۔" تو دجال المسمی بہ سامری مجروح حالت میں وہاں سے غائب ہو گیا اور اب کہیں روپوش ہے۔

یہ رائے حال ہی میں دجالیات کے حوالے سے شہرت پانے والے مصنف جناب اسرار عالم کی ہے۔ اس کی تائید میں کوئی قول بندہ کو نہیں ملا اور سامری جادوگر کے بارے میں جو تفصیلات کتب تفسیر و تاریخ میں وارد ہوئی ہیں وہ دجال پر منطبق ہوتی دکھائی نہیں دیتیں۔ مثلاً: وہ یک چشم نہ تھا۔ اس کی آنکھوں کے درمیان کافر لکھا ہوا نہ تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اسے کہیں قید نہیں کیا تھا جبکہ دجال بیڑیوں میں مقید ہے۔ سامری کو تاحیات سزا دی گئی تھی کہ وہ ہر آنے والے سے یہ کہتا تھا: "مجھے مت چھوؤ۔" دجال ایسا نہ کہے گا۔ وہ تو ساری دنیا کو اپنے قریب کرنے کی فکر میں ہوگا۔ پھر اگر سامری ہی دجال ہوتا تو حدیث شریف میں کہیں کوئی اشارہ ملنا چاہیے تھا۔ دجال کے متعلق حدیث شریف میں تفصیلی علامات ہیں لیکن کہیں یہ ذکر نہیں کہ وہ ہزاروں سال پہلے والا سامری تھا۔

(2) حیرم آبیف:

بعض اہل علم کی رائے ہے کہ اس سے حیرم آبیف (یا حیرا آصف) مراد ہے۔ یہ سیدنا حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں ہیکل سلیمانی کے نو بڑے معماروں (ماسٹر میسنز) کا سربراہ (گرینڈ ماسٹر) تھا اور جنات سے تعلق رکھتا تھا۔ یہودی مذہبی داستانوں کے مطابق اس کو (معاذ اللہ) فرشتوں نے کائنات کی تعمیر کے جادوئی راز بتا دیے تھے۔ اس سے وہ راز لینے کے لیے اسے قتل کر دیا گیا۔ یہود کی بدقسمتی دیکھیے کہ وہ اللہ کے سچے پیغمبر حضرت سلیمان علیہ السلام سے اپنی نسبت کرتے ہیں لیکن ان کی اطاعت نہیں کرتے۔ ان پر جادو کے جھوٹے بہتان لگاتے ہیں جب کہ دوسری طرف وہ حیرم آبیف کو دیوتا (الوہی شخصیت) تصور کرتے ہیں۔ ان کے مطابق قرآن شریف میں جو یہ مذکور ہے: "اور (ہم

نے) جنوں کو اس (سلیمان) کا تابع فرمان بنادیا جن میں ہر قسم کے معمار اور غوطہ خور تھے۔'' ان معمار جنوں میں حیرم آبیف بھی تھا۔ نیز آیت قرآنی '' اور ہم نے آزمایا سلیمان کو اور ڈال دیا اس کی کرسی پر ایک جسم......... '' سے یہی حیرم آبیف مراد ہے جس نے مسخ شدہ یہودی روایات کے مطابق سلیمانی انگوٹھی چرائی تھی اور تخت سلیمانی پر قابض ہوگیا تھا۔ اس اسرائیلی روایات کو ہمارے مفسرین نے نقل کیا ہے اور اس پر سخت تردید کی ہے۔ حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ یہ روایت بیان کرتے ہیں جو ابن کثیر رحمہ اللہ کے مطابق یہودی علماء سے لی گئی ہے:

'' حضرت سلیمان علیہ السلام کو حکم دیا گیا کہ بیت المقدس اس طرح تعمیر کریں کہ لوہے کی کوئی آواز سننے میں نہ آئے۔ انہوں نے بہت کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔ تب انہوں نے ایک جن کے بارے میں سنا جس کا نام صخر ایا آصف تھا۔ وہ اس تکنیک سے آگاہ تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے آصف کو بلایا۔ اس نے ہیرے کے ساتھ پتھروں کو کاٹنے کا عمل دکھایا۔ اس طریقہ سے شرط پوری ہوگئی۔ چنانچہ ہیکل سلیمانی یا بیت المقدس تعمیر ہوگیا۔ ایک دن حضرت سلیمان علیہ السلام غسل کے لیے جارہے تھے۔ انہوں نے اپنی انگوٹھی آصف کے حوالے کی۔ یہ انگوٹھی بہت مقدس اور سلیمان علیہ السلام کی سلطنت کی مہر تھی (ایک اور روایت کے مطابق سلیمان علیہ السلام نے یہ انگوٹھی اپنی ایک بیوی کو دی جس سے آصف نے لے لی۔) آصف نے یہ انگوٹھی سمندر میں پھینک دی اور خود سلیمان علیہ السلام کا روپ دھار لیا۔ اپنا چہرہ اور وضع قطع تبدیل کرلی۔ اس طرح آصف نے سلیمان علیہ السلام کی سلطنت اور تخت چھین لیا۔ آصف نے سلیمان علیہ السلام کی ہر چیز پر اختیار حاصل کرلیا سوائے بیویوں کے۔ اب اس نے ایسی بہت سی چیزیں کرنا شروع کردیں جو اچھی نہیں تھیں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک صحابی تھے جس طرح عمر رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے۔ ان کو شبہ ہو گیا کہ سلیمان علیہ السلام کے روپ میں آصف ہے۔ چنانچہ انہوں نے آصف کا امتحان لیا۔ ساتھی نے آصف سے ایک سوال پوچھا جس کا جواب اس نے تورات کی تعلیمات کے خلاف دیا۔ اب سب لوگوں کو اندازہ ہو گیا کہ یہ شخص سلیمان علیہ السلام پیغمبر نہیں۔ انجام کار حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنی سلطنت بھی واپس لے لی اور آصف کو گرفتار کر لیا۔'' (تفسیر ابنِ کثیر۔ ج:4، ص:400)

یہودی چونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے سچے پیروکار اور ماننے والے نہیں تھے انہوں نے اس داستان میں کئی توہین آمیز واقعات شامل کر دیے ہیں۔ علامہ ابنِ کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اہلِ کتاب (یہودیوں) کا ایک گروہ اس بات پر ایمان نہیں رکھتا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام اللہ کے پیغمبر ہیں۔ اس لیے زیادہ امکان یہی ہے کہ ایسے لوگوں نے یہ داستانیں وضع کر لی ہوں۔''

الغرض حیرم آبیف نامی انسانی جن یا جناتی انسان یہود کی محرف داستانوں کے مطابق ''کائنات کا گرینڈ آرکیٹیکٹ'' تھا۔ اسے مقدس ہیکل کے کلس پر لے جایا گیا۔ اس کی ایک آنکھ خراب تھی۔ اس پر مرتے وقت تشدد کیا گیا جس سے اس کا حلیہ بگڑ گیا۔ یہود کے نزدیک ''G'' کا حرفی اشارہ God کی طرف نہیں، یہ The Grand Architect Of The Univers کا مخفف ہے۔

یہود اس کو اپنا دیوتا اور مسیحا خیال کرتے ہیں اور کلوننگ کے ذریعے اس کو دوبارہ زندہ کرنے کی امید پر سائنسی تجربات کیے جا رہے ہیں۔ فری میسن کی تیسری ڈگری کی تقریب (یہ آخری ڈگری ہے جو غیر یہود کو دی جاتی ہے) میں یہ الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ''ما آت.... نیب.... سین... آ، ما، آت، با، آ.....'' یہ قدیم مصری زبان ہے۔ اس کا معنی ہے:

''عظیم ہے فری میسنری کا مستند ماسٹر، عظیم ہے فری میسنری کا جذبہ۔'' اس میں ''سینئر ماسٹر'' سے یہی نیم انسان نیم جن قسم کا بدعقیدہ و بدعمل شخص مراد ہے۔ یہودی چونکہ اس مردہ کو زندہ کر کے اُٹھانے کی فکر میں ہیں لہٰذا وہ ماسٹر میسن بنانے کی تقریب کو Raise ''اٹھانے'' کی تقریب کہتے ہیں، بنانے کی تقریب نہیں کہتے۔ یہود کو اپنے ماسٹر اور کائنات کے گرینڈ آرکیٹیکٹ کی نعش کو جینٹک سائنس میں مہارت کے ذریعے اٹھانے کی امید ہے۔

یہ رائے یہود کی مخصوص مذہبی روایات کے مطابق تو درست ہو سکتی ہے..... مگر فی الحقیقت کسی طرح صحیح نہیں۔ اس لیے کہ حدیث شریف کے مطابق دجال مردہ نہیں، زندہ ہے۔ اس کی نعش کسی سائنسی عمل سے زندہ نہیں ہوگی، البتہ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہوگا، اس کے جناتی قسم کے زندہ وجود کو دنیا میں فساد پھیلانے کے لیے رہائی مل جائے گی۔ کسی مفسر، محدث، مؤرخ یا محقق نے آج تک یہ بات نہیں کہی کہ دجال ہیکل سلیمانی کے معماروں میں شامل تھا پھر اسے مار دیا گیا اور پھر اسے یہودی زندہ کریں گے۔ جہاں تک بات یہودی مذہبی داستانوں کی ہے تو ان کا کہنا ہی کیا؟ یہود کی بربادی کا سبب یہی گھڑنتو قصے کہانیاں ہی تو ہیں۔

دجال کا شخصی خاکہ

(3) امریکا:

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ امریکا دجال ہے۔ کیونکہ دجال کی ایک آنکھ ہوگی اور امریکا کی بھی ایک آنکھ ہے۔ اس کی مادیت کی آنکھ کھلی جبکہ روحانیت کی آنکھ چوپٹ ہے۔ وہ مسلمانوں کو ایک آنکھ سے اور غیر مسلموں کو دوسری سے دیکھتا ہے۔ اس کو اپنے فائدے کی چیز نظر آتی ہے، دوسرے کے نقصان سے اسے کوئی سروکار نہیں۔ اس کی کرنسی پر ایک آنکھ بنی ہوئی ہے...... دجالی آنکھ...... جو شیطانی تکون کے اوپر پراسرار علامات کے بیچ میں ہے۔ اس کی سرزمین پر دجالی تہذیب جنم لے چکی ہے۔ پروان چڑھ رہی ہے اور مادی طاقتوں پر غیر معمولی اقتدار کی بدولت وہ ''نیو ورلڈ آرڈر'' کے ذریعے دنیا میں دجالی نظام برپا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے ایک صدر (جو جوتا کھا کر رخصت ہوا) کا بیان ریکارڈ پر ہے: ''مجھے خدا کی طرف سے براہِ راست ہدایات ملتی ہیں۔'' یہ تو دعوائے نبوت کے مترادف ہے اور دجال پہلے ایسا ہی دعویٰ کرے گا۔ صدر صاحب موصوف یہ بھی فرما چکے ہیں: ''ہم تمہیں پتھروں کے دور میں بھیج دیں گے۔'' یہ فرعونی لہجہ تو دعوائے خدائی کے ہم معنی ہے اور دجال آخر میں

خدائی کا دعویٰ کرے گا۔ دجالیت دراصل جھوٹی خدائی کا دوسرا نام ہے۔..... وغیرہ وغیرہ۔

جو حضرات اس رائے کو اہمیت دیتے ہیں وہ دو طرح کے ہیں: (1) کچھ تو احادیث کا علم نہ ہونے اور غلط فہمی کی بنا پر ایسا سمجھتے ہیں۔ ان کے پیش نظر کوئی غلط مقصد نہیں۔ یہ لوگ معذور ہیں۔ (2) کچھ جان بوجھ کر کسی خاص مقصد (مثلاً یہودیت کی خدمت اور مسلمانوں کو دجالی فتنے سے بے خبر رکھ کر دجال کی راہ ہموار کرنے) کے لیے ایسا کرتے ہیں۔ یہ خود دجال ہیں۔ کیونکہ حدیث شریف میں آتا ہے کہ الدجال الاکبر سے پہلے تیس چھوٹے دجال نکلیں گے۔ ایک حدیث میں تو ستر سے کچھ اوپر دجالوں کا ذکر ہے۔ دونوں باتیں اور دونوں اعداد اپنی جگہ درست ہیں۔ کچھ دجال بی کیٹگری کے ہوں گے کچھ سی کیٹگری کے۔ پہلے تیس ہوں گے۔ دوسری قسم ستر سے کچھ اوپر ہوگی۔ احادیث کو جس نے سرسری نظر سے بھی دیکھا ہے اسے یقین ہے کہ دجال کوئی ملک نہیں، ایک متعین شخص ہے جس کو انسانوں کی آزمائش کے لیے غیر معمولی صلاحیت اور طاقتیں دی گئی ہیں لیکن وہ ان کو ہمیشہ غلط مقاصد کے لیے استعمال کرے گا۔ حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمہ اللہ دجال اور دجالیت پر اپنی مشہور کتاب ''معرکۂ ایمان و مادیت'' کے صفحہ 135 پر فرماتے ہیں:

''جن احادیث میں دجال کا ذکر آیا ہے اور اس کے اوصاف و علامات بیان کیے گئے ہیں، وہ تواتر معنوی کی حد تک پہنچ چکی ہیں، ان میں اس بات کی صاف وضاحت ہے کہ وہ ایک معین شخص ہوگا جس کے کچھ معین صفات ہوں گے۔ وہ ایک خاص اور معین زمانہ میں ظاہر ہوگا (جس کی صحیح تاریخ اور وقت سے ہم کو آگاہ نہیں کیا گیا ہے) نیز ایک معین قوم میں ظاہر ہوگا جو یہود ہیں۔ اس لیے ان تمام وضاحتوں کی موجودگی میں نہ اس کے انکار کی گنجائش ہے نہ ضرورت۔ احادیث میں اس کا بھی تعین کر دیا گیا ہے کہ وہ فلسطین میں ظاہر ہوگا اور وہاں اس کو عروج وغلبہ حاصل ہوگا۔ درحقیقت فلسطین وہ آخری اسٹیج ہے جہاں

ایمان و مادیت اور حق و باطل کی یہ کشمکش جاری ہے اور منظر عام پر آنے والی ہے۔ ایک طرف اخلاقی اور قانونی حقوق رکھنے والی قوم ہے جن کا سب سے بڑا ہتھیار اور سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ وہ دین اور دعوت الی اللہ کے حامل ہیں اور انسانیت کی فلاح اور مساوات کے داعی ہیں۔ دوسری طرف وہ قوم ہے جو ایک خاص نسل اور خون کے تقدس و برتری کی قائل ہے اور پورے عالم اور انسانیت کے سارے وسائل کو اس نسل اور عنصر کے اقتدار و سیادت کے اندر لے آنا چاہتی ہے اور فنی صلاحیتوں اور علوم طبعیہ کے وسائل و ذرائع کا بہت بڑا ذخیرہ اس کو حاصل ہے۔ انسانیت کے اس حقیقی اور فیصلہ کن معرکے کے آثار مشرق عربی اور مشرق اسلامی کے افق پر اب ظاہر ہو چکے ہیں اور حالات و واقعات وہ مناسب فضا اور ماحول تیار کر رہے ہیں جس میں یہ کہانی اپنے سچے کرداروں کے ساتھ دہرائی جائے گی۔''

اس عبارت کو غور سے پڑھا جائے تو مضمون کے شروع میں دیے گئے تینوں سوالات کے جوابات آجاتے ہیں (دجال کون ہے؟ کہاں ہے؟ کب برآمد ہوگا؟) لیکن ہم ان تینوں کی تشریح نہیں کرتے۔ فی الحال ہم پہلے سوال پر چل رہے ہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ اگرچہ امریکا کی دجالی خصوصیات میں شک نہیں لیکن وہ دجال نہیں، البتہ امریکا کی تہذیب جو سراسر مادیت پرستی پر قائم ہے، دجالی تہذیب ضرور ہے۔ بلکہ دجال اپنے ظہور کے بعد جو کام دنیا میں کرے گا، امریکی استعمار یہود کے ورغلانے سے (دجال کو سچا نجات دہندہ سمجھ کر) اس کی راہ ہموار کر رہا ہے۔ دجال کو حقیقی آسمانی خدائی کے مقابلے میں فرضی زمینی خدائی کے لیے جو وسائل درکار ہیں، امریکا بلکہ پورا مغرب انہیں مہیا کرنے کے لیے دن رات سائنسی تحقیقات میں لگا ہوا ہے اور یہودی سائنس دانوں کے ساتھ مل کر نت نئی محیر العقول چیزیں ایجاد کر کے اس کی عالمی حکومت کی بنیادیں مضبوط

کرنے میں اپنا سارا زور صرف کر رہا ہے۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود امریکا دجال نہیں۔ کیونکہ دجال کسی ملک یا حکومت کا نام نہیں، ایک متعین شخص کا نام ہے۔

آیئے! ذرا ایک نظر ان احادیث پر جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الدجال الاکبر (مسیح کاذب) ایک مخصوص حلیہ رکھنے والا انسان ہوگا:

☆...... "وہ (الدجال، مسیح کاذب) ایک نوجوان مرد ہوگا۔ اس کے بال چھوٹے اور گھنگھریالے ہوں گے اور وہ ایک آنکھ سے نابینا (کانا) ہوگا۔" (صحیح مسلم، 7015)

☆......رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ وہ کعبے کا طواف کر رہے ہیں کہ اس دوران انہیں دجال دکھایا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وہ بھاری بھرکم جسم، سرخ رنگت، گھنگھریالے بال اور ایک آنکھ سے نابینا ہے۔ اس کی آنکھ لٹکے ہوئے انگور کے دانے جیسی ہے۔" (صحیح بخاری 9.242)

☆......"اس کی پیشانی پر لفظ کافر لکھا ہوگا اور ہر اہلِ ایمان چاہے خواندہ ہوگا یا ناخواندہ وہ اس لفظ کو پڑھ سکے گا۔" (مسند احمد 3-368\367)

مذکورہ بالا احادیث صراحت کے ساتھ المسیح الدجال کے خدوخال اور شخصیت پیش کرتی ہیں، ان کے مطابق: الدجال ایک نوجوان ہوگا۔ وہ تنومند اور بھاری بھرکم ہوگا۔ اس کا رنگ سرخ ہوگا۔ اس کے بال گھنگھریالے اور بہت چھوٹے (کٹے ہوئے) ہوں گے۔ اس کی دونوں آنکھوں میں عیب ہوگا۔ وہ ایک آنکھ سے اندھا ہوگا۔ اس کی دوسری آنکھ اس طرح ہوگی جیسے انگور کا لٹکتا ہوا دانہ۔ اس کی پیشانی پر دونوں آنکھوں کے درمیان لفظ "کافر" لکھا ہوگا (نیٹو کے جو ٹینک خلیج کی جنگ اور کوسوو کی جنگ میں استعمال ہوئے ان پر لفظ Kofr لکھا ہوا تھا) ہر ایمان والا چاہے پڑھا لکھا ہو یا ان پڑھ...... لیکن وہ "کافر" کا لفظ اس کی پیشانی پر لکھا پڑھ لیں گے، جبکہ کافر آکسفورڈ کا گریجویٹ ہو یا ہارورڈ کا ماسٹر، وہ یہ لفظ

نہیں پڑھ سکیں گے۔ اسے ایمان کی برکت اور کفر ونفاق کی نحوست کے علاوہ اور کیا نام دیں؟ جو جتنا زیادہ عصری تعلیم یافتہ ہوگا وہ اتنا ہی اس کے چنگل میں پھنسے گا۔ کیونکہ عصری تعلیم عقلیت پسندی سکھاتی ہے۔ جو جتنا سیدھا سادہ واجبی دینی تعلیم والا مومن ہوگا وہ اس سے اتنا ہی محفوظ رہے گا کیونکہ دینی تعلیم عقلیت کے پار دیکھنے کی صلاحیت پیدا کرتی اور روحانیت سکھاتی ہے۔ اب یہ لفظ تجریدی انداز میں لکھا ہوگا یا قابل ادراک انداز میں؟ اس کو خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہمیں اس تجسس میں پڑنے کے بجائے اس کی فکر کرنی چاہیے کہ ہم اس کے فتنے سے محفوظ رہیں اور وہ ہمارا ایمان گدلا نہ سکے۔ اس کا طریقہ ہمارے سچے خیر خواہ، حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اور اس سلسلے کے آخری مضمون میں اس کی تفصیل آرہی ہے۔

بات دور ہوتی چلی گئی۔ بحث یہ ہو رہی تھی کہ دجال کسی ملک یا تہذیب کا نام نہیں۔ یقینی طور پر ایک انسان کا نام ہے جو کچھ اضافی صلاحیتوں اور حیوانی جبلتوں کا مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانیت کی آزمائش کے لیے عام انسانوں کی سمجھ میں نہ آنے والی کچھ قوتیں عطا کی ہوں گی جن کی بنا پر وہ اس کے دھوکے میں آجائیں گے۔ ان کو آیات واحادیث کے ذریعے یقین دلایا گیا ہوگا کہ یہ جھوٹا خدا ہے۔ سراپا شر ہے۔ اس کے شعبدے دیکھ کر ایمان خراب نہ کرو لیکن وہ ایمان کی کمزوری، اہلِ علم سے دوری اور مغرب کی مادہ پرست اور شہوت پرست تہذیب سے متاثر ہونے کی بنا پر اس دھوکا باز کی جھوٹی دلیلوں کے سحر میں آجائیں گے۔

”جب سے اللہ نے ذریتِ آدم کو پیدا کیا، دنیا میں کوئی فتنہ دجال کے فتنہ سے بڑا نہیں ہوا اور اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا اس نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے اور میں آخری نبی ہوں اور تم بہترین اُمت (اس لیے) وہ لامحالہ تمہارے ہی اندر نکلے گا۔ اگر

وہ میری موجودگی (زندگی) میں نکلا تو ہر مسلمان کی طرف سے اس کا مقابلہ کرنے والا میں ہوں، اور اگر میرے بعد نکلا تو ہر مسلمان اپنا دفاع خود کرے گا۔ اور اللہ ہر مسلمان کا محافظ ونگہبان ہوگا۔ وہ شام وعراق کے درمیان ایک راستہ پر نمودار ہوگا، پس وہ دائیں بائیں (ہر طرف) فساد پھیلائے گا، اے اللہ کے بندو! تم اس وقت ثابت قدم رہنا۔ میں تمہارے سامنے اس کی وہ علامات بیان کیے دیتا ہوں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی نے بیان نہیں کیں۔ وہ سب سے پہلے تو یہ دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں، حالانکہ میرے بعد کوئی نبی نہیں، پھر یہ دعویٰ کرے گا کہ میں تمہارا رب ہوں، (مگر اسے دیکھنے والے کو پہلی ہی نظر میں ایسی تین چیزیں نظر آجائیں گی جن سے اس کے دعوے کی تکذیب کی جاسکتی ہے۔ (1) ایک تو یہ کہ وہ آنکھوں سے نظر آرہا ہوگا) حالانکہ تم اپنے رب کو مرنے سے پہلے نہیں دیکھ سکتے (تو اس کا نظر آنا ہی اس بات کی دلیل ہوگا کہ وہ رب نہیں) اور (2) دوسری یہ کہ) وہ کانا ہوگا، حالانکہ تمہارا رب کانا نہیں، (3) تیسری یہ کہ) اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا جو ہر مومن پڑھ لے گا، خواہ وہ لکھنا جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔''

یہ تو سیدھی سادی بات ہوئی کہ دجال جناتی قوتوں کا حامل ایک نیم انسانی نیم جناتی قسم کی آزمائشی مخلوق ہے۔

''پس مسلمان شام کے ''جبل دخان'' کی طرف بھاگ جائیں گے۔ اور دجال وہاں آکر ان کا محاصرہ کرلے گا۔ یہ محاصرہ بہت سخت ہوگا اور ان کو سخت مشقت میں ڈال دے گا۔ پھر فجر کے وقت عیسیٰ ابن مریم نازل ہوں گے۔ وہ مسلمانوں سے کہیں گے: ''اس خبیث کذاب کی طرف نکلنے سے تمہارے لیے کیا چیز مانع ہے؟ مسلمان کہیں گے کہ یہ شخص جن ہے لہٰذا اس کا مقابلہ مشکل ہے۔''

شارحین حدیث کا فرمانا ہے کہ دجال کی شعبدہ بازی اور مسمریزم وغیرہ کو دیکھ کر

شاید بعض مسلمانوں کو اس کے جن ہونے کا گمان ہو یا ممکن ہے مسلمان یہ بات بطور تشبیہ کے کہیں کہ اس کی حرکتیں اور ایذا رسانیاں جنات کی طرح ہیں۔

اگر بالفرض دورِ حاضر میں یہودی سائنس دانوں کی ہوشربا ایجادات اور محیر العقول تجربوں کے تناظر میں دجالی شخصیت کو دیکھنا چاہیں تو دجال کی تصویر کچھ یوں بنتی دکھائی دیتی ہے: ایک ایسا آدمی جو مختلف شعبوں میں محیر العقول مہارت کا حامل ہو۔ جو سپر مین قسم کا آدمی ہے۔ جو بیک وقت انجینئر، ڈاکٹر، سائنس دان، سیاست دان، شاعر، مقرر سب کچھ ہے۔ جس کے لیے ناممکن کوئی چیز نہیں۔ ہر چیز کو وہ اپنی دسترس میں لے سکتا ہے۔ اگر جدیدیت سے متاثر کوئی شخص پوچھے: آخر یہ کیسے ممکن ہوگا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ آج کل یہ پوری طرح ممکن ہو چکا ہے کہ ایک انسانی دماغ کی پوری میموری، کمپیوٹر میں فیڈ کر دی جائے۔ آکسفورڈ کی پروفیسر گرین فیلڈ نے آج سے دس سال پہلے سائنس دانوں کے ایک اجتماع سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا: ''اب ہم اس قابل ہیں کہ ایک انسان کی پوری یادداشت (میموری) کو کمپیوٹر پر ڈاؤن لوڈ کر لیں جو تقریباً 100 ٹریلین خلیوں (Cells) پر مشتمل ہوتی ہے اور جن میں 100 بلین خلیے گفتگو کرنے کے لیے استعمال ہوتے ہیں۔'' (وی رچرڈ ڈمبلے، لیکچر بی بی سی I، یکم دسمبر 1999ء) ذرا سوچیے! آج دس سال بعد وہ اس منصوبے میں کہاں تک پہنچ گئے ہوں گے؟

ایک طاقت ور ممکنہ حقیقت جس کا انکشاف ڈاکٹر سوسن نے نہیں کیا، یہ ہے کہ عمل معکوس (Reverse Action) زیادہ آسان ہے۔ عمل معکوس یہ ہے کہ میموری کسی کمپیوٹر سے انسانی ذہن کو اپ لوڈ کی جائے۔ اس صلاحیت کے ساتھ کانٹ چھانٹ، حذف کرنے اور مہارتوں کو نمایاں کرنے کی قوت بھی آتی ہے۔ مثال کے طور پر ایک پی ایچ ڈی انجینئرنگ رکھنے والے آدمی یا کسی ممتاز انجینئر کی یادداشت (میموری) کے ساتھ ایک

بہترین سرجن اور سائنس دان کی یادداشت بھی اپ لوڈ کردی جائے تو ایک سپر مین کی تخلیق کا راستہ ہموار ہو جائے گا۔ ایک ایسا آدمی جو سب شعبوں میں مہارت رکھتا ہوگا۔ بہترین انجینئر، سائنس دان، سرجن، سیاست دان، عالم، مقرر، شاعر، منصوبہ ساز، مینجمنٹ کا ماہر ......نیو ورلڈ آرڈر کا مثالی آدمی...... نئی دنیا کا عالمی بادشاہ، الدجال الاکبر، الملعون الاعظم۔

مغرب کی تجربہ گاہوں میں اس پر دن رات کام جاری ہے۔ آپ ذرا تصور کریں انسان کی شخصیت اس کی یادداشت ہی تو ہوتی ہے۔ اگر یہ یادداشت کسی سے چرالی جائے تو وہ...... وہ نہیں رہے گا جو وہ تھا۔ اسی طرح اگر ایک فرد کی یادداشت دوسرے فرد کو منتقل کردی جائے تو وہ...... وہ شخص بن جائے گا جس کی یادداشت چرالی گئی تھی۔ اس طریقے سے میموری کو زندہ رکھ کر انسان کو جامع مانع اور دائمی بنایا جاسکتا ہے۔ دجال وقتی طور پر غیر فانی لگے گا۔ لیکن اس سب کچھ کے باوجود وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں اتنا حقیر، پست اور ذلیل ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کو اور اس زمانے کے اہلِ ایمان مقربین کو اس کی کچھ پروا نہ ہوگی۔ جیسا کہ یہودی سائنس دانوں کو فرضی سپر مین بنانے کے وسائل مہیا ہونے کی اللہ رب العالمین کو کوئی پروا نہیں۔ سائنس کے میدان میں ان کی ساری ترت پھرت کے باوجود ان پر ذلت وخواری کی مہر ان کو راستہ نہیں دے رہی ہے۔

تین ضمنی سوالات

دجال کون ہے؟ کے ضمن میں چند ذیلی سوالات جنم لیتے ہیں۔ ان کو حل کیے بغیر دوسرے سوال کی طرف جانا قبل از وقت ہوگا۔ وہ ذیلی سوالات کچھ یوں ہو سکتے ہیں:

(1) دجال کس چیز کی دعوت دے گا یا دوسرے لفظوں میں اس کے فتنے کی نوعیت کیا ہوگی؟

(2) دجال کے پیروکار کون لوگ ہوں گے؟

(3) اس کو کون کون سی غیر معمولی قوتیں حاصل ہوں گی؟ اور کس بل بوتے پر حاصل ہوں گی؟

ذیل میں ہم ان تین عنوانات سے متعلق ماحضر احتیاط کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کریں گے:

(1) دجالی مذہب:

دجال ایک نئے مذہب کی دعوت دے گا۔ ایک ایسے نئے اور جھوٹے مذہب کی جس میں پہلے وہ نبوت کا دعویٰ کرے گا اور پھر خدائی کا۔ اس بدبخت کا سب سے بڑا فتنہ یہی

ہوگا کہ اسے اللہ تعالیٰ نے جتنا کچھ نوازا اس سے خیر کا کام لینے کے بجائے شر کا وہ عظیم طوفان برپا کرے گا کہ حدیث شریف میں آتا ہے: ''حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت قائم ہونے تک دجال کے فتنے سے بڑھ کر کوئی فتنہ نہیں۔''

یہ مذہب فری میسنری کا خفیہ مذہب ہوگا۔ یہ ان نظریات پر مشتمل ہوگا جسے دجال کی پیشگی تنظیم فری میسن نے ایجاد کیا اور اسے پھر آہستہ آہستہ دنیا نے قبول کرلیا۔ مثلاً: مغربی جمہوریت جو فری میسنری کے ''برادرز اور ماسٹرز'' کو برسراقتدار لانے کا بہترین ذریعہ ہے۔ جدید نظام تعلیم جو انسانیت کی خدمت کے بجائے شکم پرستی اور نفس پروری سکھاتا ہے۔ مغربی نظامِ معیشت جو سود، جوئے، غرروضرر اور بے حساب منافع خوری پر مشتمل ہے۔ ٹیکس کے نظام کا کلی رواج اور زکوٰۃ وصدقات کے نظام کا انہدام، یعنی وہ نظام جس میں حکومتیں دینے کے بجائے لینے کا مزاج بنالیتی اور اپنے ہی عوام کو لوٹتی کھسوٹتی ہیں۔ مغربی تہذیب جو اباحیت اور عقلیت پرستی پر مشتمل ہے یعنی وحی کی رہنمائی میں جائز و ناجائز کی تعیین کے بجائے عقل اور شہوت کی بنیاد پر درست و نادرست کی تعیین...... وغیرہ وغیرہ۔

فری میسنری پر کام کرنے والے تقریباً تمام ہی محققین (بشمول عیسائی و لامذہب صحافیوں کے) اس بات پر متفق ہیں کہ یہ وہ اکلوتی خفیہ تنظیم ہے جو مذہب کا نام لیے بغیر اپنے نظریات، رسومات اور اصطلاحات میں ایک مکمل مذہب کی شکل رکھتی ہے۔ فری میسنری جس نئے عالمی نظام کی نقیب ہے وہ درحقیقت ایک ''عالمی مذہب'' ہے اور افسوس ہے کہ وہ روحانی نہیں شیطانی مذہب ہے۔ جو تحریف شدہ یہودیت اور نفس وشیطان پرستی کا ملغوبہ ہے۔ ایک نظر ذیل کے اقتباس پر ڈالیے جو فری میسنری کے اصلی ہدف ''عالمی حکومت'' کے قیام کے خاکے سے لیا گیا ہے:

''صرف ایک مذہب کی اجازت دی جائے گی اور وہ ایک عالمی سرکاری کلیسا کی

شکل میں ہوگا جو 1920ء سے وجود میں آچکا ہے۔ شیطنیت، ابلیسیت اور جادوگری کو ایک عالمی حکومت کا نصاب سمجھا جائے گا۔ [بتایئے! یہ کسی آسمانی مذہب کے پیروکاروں کی تعلیمات ہوسکتی ہیں] کوئی نجی یا چرچ اسکول نہیں ہوگا۔ تمام مسیحی گرجے پہلے ہی سے زیرو زبر کیے جاچکے ہیں۔ چنانچہ مسیحیت ایک عالمی حکومت میں قصۂ پارینہ ہوگی۔ ایک ایسی صورتِ حال تشکیل دینے کے لیے جن میں فرد کی آزادی کا کوئی تصور نہ ہو، کسی قسم کی جمہوریت، اقتدارِ اعلیٰ اور انسانی حقوق کی اجازت نہیں ہوگی۔ قومی تفاخر اور نسلی شناخت ختم کردی جائیں گی اور عبوری دور میں ان کا ذکر بھی قابلِ تعزیر ہوگا۔

ہر شخص کے ذہن میں یہ عقیدہ راسخ کردیا جائے گا کہ وہ (مرد یا عورت) ایک عالمی حکومت کی مخلوق ہے اور اس کے اوپر ایک شناختی نمبر لگادیا جائے گا۔ یہ شناختی نمبر برسلز، بلجیم کے نیٹو کمپیوٹر میں محفوظ ہوگا اور عالمی حکومت کی کسی بھی ایجنسی کی فوری دسترس میں ہوگا۔ سی آئی اے، ایف بی آئی، ریاستی اور مقامی پولیس ایجنسیوں، آئی آر ایس، فیما، سوشل سیکورٹی وغیرہ کی ماسٹر فائلیں وسیع کر کے ان میں لوگوں کے کوائف کا اندراج امریکا میں تمام شہریوں کے ذاتی ریکارڈ کے انداز میں کیا جائے گا۔"

فری میسنری اپنی خفیہ تقریبات میں (جن کا کچھ ذکر "عالمی یہودی تنظیمیں" میں آچکا ہے) جو اصطلاحات استعمال کرتی ہے، مثلاً: مقدس دستور (تورات یا تالمود)، مقدس شاہی محراب، مقدس درخت (اکیشیا)، مقدس قربانی، مقدس علم (جیومیٹری)، ہیکل سلیمانی کے نو معمار (ماسٹر میسنز)، ذی وقار معمارِ اعلیٰ (گرینڈ ماسٹر) بارہ سردار، ستر دانا بزرگ، داؤد کی نسل سے عنقریب آنے والا عالمی بادشاہ (دجالِ اکبر) وغیرہ...... یہ سب اصطلاحات اور ان کے علاوہ نامانوس الفاظ مثلاً میکینی، جاہ بل آن، جبلون وغیرہ یہ سب اس امر کی واضح علامت ہیں کہ جو تنظیم یہ تقریبات منعقد کرتے وقت جس چیز کو خفیہ رکھنا چاہتی ہے وہ شیطانی مذہب کی

علمبردار ہے۔ وہ اپنے آپ کو ظاہر تو فلاحی وسماجی تنظیم کی حیثیت سے کرتی ہے لیکن درحقیقت وہ ایک مستقل خفیہ مذہب رکھتی ہے اور یہ تو ہر ایک سمجھتا ہے کہ رحمانی چیزیں خفیہ رکھنے کے لیے نہیں ہوتیں، چھپا چھپا کر تو شیطانی کام کیے جاتے ہیں۔

درج ذیل سطور میں کچھ سوالات ہیں جو فری میسن کا رکن بننے والے ایک امیدوار سے کیے گئے اور ساتھ ہی اس کے جوابات ہیں۔ یہ مکالمہ فری میسن کی ابتدا میں 1730ء میں منعقد ہونے والی ماسٹر میسن کی حلف برداری کی ایک تقریب سے تعلق رکھتا ہے:

سوال: جب تم عمارت کے وسط میں پہنچے تو تم نے کیا دیکھا؟

جواب: حرف G کی مشابہت۔

سوال: G کا حرف کس بات کی نشاندہی کرتا ہے؟

جواب: اس ہستی کا جو تم سے بڑی ہے۔

سوال: مجھ سے بڑا کون ہے؟ میں ایک آزاد اور مستند میسن ہوں۔ ماسٹر آف لاج ہوں۔

جواب: کائنات کا موجد اور سب سے بڑا معمار یا ''وہ'' جو مقدس معبد [ہیکل سلیمانی] کے کلس کی چوٹی پر لے جایا گیا۔

یہاں ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ فری میسن کی اصطلاح میں حرف G محض خدا کے لیے نہیں بلکہ ''اس'' کے لیے بھی استعمال کیا جاتا ہے جو مقدس معبد یا ہیکل کے کلس کی چوٹی پر پہنچایا گیا۔ اور یہی وہ نام نہاد دیوتا اور الوہی شخصیت ہے جس کی بدنصیب یہود عبادت کرتے ہیں۔ فری میسنری برادری کے ریکارڈ پر نظر ڈالی جائے تو یہ شخص یا جن ''حیرم آبیف'' ہے جو ہیکل سلیمانی کے نو بڑے معماروں (ماسٹر میسنز) کا سربراہ (گرینڈ ماسٹر) تھا۔ ''عالمی یہودی تنظیمیں'' میں اس کا تفصیلی تذکرہ آچکا ہے۔

دجال ظاہر ہوگا تب بھی اس کو عام لوگ نہیں پہچان پائیں گے جس طرح کے یہودیوں کے فریب کا شکار لوگ ان کے ایجنٹ بن کر بھی ان کے شیطانی مذہب کو سمجھ نہیں پاتے۔ دجال جب ظاہر ہوگا تو وہ دجال ہونے کا دعویٰ نہیں کرے گا اور نہ ہی نئے مذہب کا داعی ہوگا۔ وہ جدیدیت کا علمبردار اور انسانیت کا دعویدار بن کر نمودار ہوگا اور یہود اپنے اس جھوٹے مسیحا کو بہت بڑا دردمند اور انسانیت کے خیر خواہ کے روپ میں پیش کریں گے۔ تبھی تو لوگ اس پر اعتماد کریں گے کیونکہ ان کو دجالی مذہب کی اصطلاحات پر اعتماد کرنا سکھا دیا گیا ہوگا۔ لوگ مجبور ہو کر نہیں، متاثر ہو کر اس کی طرف بڑھیں گے۔ فری میسنری کے پلیٹ فارم سے ٹھیک یہی کچھ ہو رہا ہے۔ لوگ اس تنظیم کو اور اس کے ذیلی اداروں (روٹری کلب، لائنز کلب، شرائنز، مغربی این جی اوز) میں ''مذہب سے بالاتر ہو کر'' انسانیت کی خدمت کے لیے شامل ہوتے ہیں۔ اور پھر انہیں وہ ''روحانی اطمینان'' ملے یا نہ ملے جس کا انہیں جھانسا دیا گیا تھا، ایک نئے شیطانی مذہب کی آغوش ضرور مل جاتی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو دجال کی خبر سن لے وہ اس سے دور رہے۔ اللہ کی قسم! آدمی اپنے آپ کو مؤمن سمجھ کر [یہ لفظ انتہائی قابل غور ہے: راقم] اس کے پاس آئے گا اور پھر اس کے پیدا کردہ شبہات میں اس کی پیروی کرے گا۔'' (سنن ابی داؤد، روایت عمران بن حسین رضی اللہ عنہ

(2) دجال کے ساتھی:

''دجال کے پیروکاروں کی اکثریت یہودی اور عورتیں ہوں گی۔'' (مسند احمد)

اب یہاں اشکال ہو سکتا ہے کہ یہودیوں کی تعداد تو بہت کم ہے۔ ان کے بل بوتے پر وہ عالمی نظام، عالمی حکومت اور عالمی مذہب کے قیام کی کوشش کیسے کرے گا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہودی دھوکا دے کر اپنے ساتھ صہیونیوں کو ملا لیں گے۔ صہیونی ہر اس شخص کو کہتے

ہیں جو یہودی ہو یا نہ، لیکن یہودی مقاصد (مثلاً عالمی دجالی ریاست کے قیام) کی تکمیل میں یہود کا آلۂ کار بن جائے۔ یہودیوں کے فریب کا شکار وہ عیسائی، ہندو اور مسلمان ہوں گے جو دجال کے فتنے سے خود کو محفوظ نہیں رکھ سکیں گے اور اس کے پھندے میں پھنس جائیں گے۔ امریکا اور یورپی ممالک یہود کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔ وہ یہودیوں سے زیادہ اسرائیل کے حامی ہیں اور اس کی حمایت کو اپنے لیے باعث برکت سمجھتے ہیں۔ یہود کے دھوکہ وفریب اور مکرودجل کا کمال دیکھیے کہ عیسائی مذہب میں جو پیش گوئیاں جنابِ مسیح صادق حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے حوالے سے وارد ہوئی ہیں، یہودی ان کو دجال پر منطبق کرتے ہیں اور پھر عیسائیوں کو دھوکا یہ دیتے ہیں کہ ہم مسیح موعود کا انتظار کر رہے ہیں اور مسلمان مسیح مخالف (Anti christ) ہیں۔ جبکہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمان اور عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کا اور یہود دجال اکبر کے منتظر ہیں جس کو حضرت مسیح علیہ السلام مسلمان مجاہدین اور خوش نصیب نومسلم عیسائیوں کی مدد سے قتل کریں گے۔ یہود تو عیسائیوں کے اور ان کے مقدس پیغمبر کے دشمن ہیں۔ انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ستایا، تنگ کیا اور بالآخران کے قتل کا منصوبہ بنایا جبکہ مسلمان آج بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انتہائی احترام کرتے ہیں اور اس سے پہلے بھی کرتے تھے اور آیندہ بھی ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے جہادِ عظیم کریں گے۔ کیا دنیا میں عیسائیوں جیسی سادہ قوم بھی ہوگی جو اپنے پیغمبر کے قاتلوں سے تو دوستی اور تعلق رکھے اور جو ان کے (اور اپنے، مشترکہ) پیغمبر سے بے پایاں محبت رکھتی ہوگی، اس سے نفرت اور دشمنی رکھے؟

بھارت کی اسرائیل سے دوستی کسی سے مخفی نہیں۔ کچھ عرصہ قبل جب امریکی خلائی شٹل ''کولمبیا'' زمین کے مدار میں داخل ہوتے ہی برباد ہوگئی تو راز کھلا کہ اس میں چار امریکی، تین اسرائیلی جبکہ ایک بھارتی خاتون خلاباز سوار تھے۔ ابلیسی مشن پر گئی یہ ''مثلث''

فضا کی تسخیر کے بعد خلائی تسخیر کا ارادہ رکھتی تھی۔ پاکستان کے ایٹمی بم ایجاد کر لینے کے بعد اسے زیردست لانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اب خلائی جنگ میں بھارت کو اتنی برتری دلائی جائے کہ پاکستان خدانخواستہ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دے۔ وہ تو خدا کا کرنا کہ بھارت کی مکھی یہود کے گندگی کے ڈھیر پر نہ بیٹھ سکی۔ ڈھیر ہی دھک سے اُڑ گیا۔

رہ گئے دجالی مسلمان، تو یہ وہ بدنصیب ہوں گے جو ''فکری ارتداد'' کا شکار ہوں گے۔ (اس گروہ کے سرخیل وہ تمام اسکالرز، ڈاکٹرز، پروفیسرز اور نام نہاد دانش ور ہوں گے جو دین کا حلیہ بگاڑنے میں پیش پیش رہے۔) جو مال واولاد کے فتنے میں پھنس چکے ہوں گے۔ جو حرام خوری وحرام کاری سے توبہ نہیں کریں گے۔ جنہیں عیش پرستی اور لذت کوشی راہ خدا میں اُٹھنے سے روک لے گی اور جو دجال کی شعبدہ بازیوں سے بچانے والے اہل حق کی پکار کو ''پسماندہ ملائیت'' کہہ کر ٹھکرا دیں گے اور پھر دجال کے ساتھ دنیا وآخرت کی رسوائی سمیٹیں گے۔

دجال اکبر کے ظہور سے قبل فریب کی دو ممکنہ صورتیں

اگر یہ سوال کیا جائے کہ یہ لوگ عقل وفہم اور دین وایمان رکھتے ہوئے کیونکر دجال کی پیروکاری پر راضی ہو جائیں گے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ لوگ دنیا کو اس نظر سے دیکھ رہے ہوں گے جس نظر سے مغربی میڈیا ان کو دکھاتا ہے۔ مغربی میڈیا دجال کو ان کا سب سے بڑا خیر خواہ ثابت کرے گا۔ بداعمالیوں کی نحوست کے باعث مسلمانوں کی ایمانی بصیرت ختم ہو چکی ہوگی۔ یہ عصرِ حاضر کو ان احادیث کی روشنی میں نہیں جانچ پا رہے ہوں گے جن میں دجال، دجالیت اور فتنۂ دجال (مال ودولت، حسن، طاقت، ٹیکنالوجی) کی حقیقت سے مسلمانوں کو وضاحت کے ساتھ، تاکید کے ساتھ اور اہمیت کے ساتھ آگاہ کیا گیا ہے۔ پھر حدیث شریف میں آتا ہے کہ بعض لوگ کہیں گے ہم جانتے ہیں یہ دجال ہی

ہے مگر ہم اس کے پاس موجود سہولیات سے استفادہ کر رہے ہیں۔ ہم اس کے مذہب پر نہیں۔ حدیث میں ہے کہ ان کا حشر بھی دجالیوں کے ساتھ ہوگا۔ فتنہ دجال اکبر اور ظہور دجال اکبر روئے ارض پر برپا ہونے والے اس سب سے بڑے معرکے کے نام ہیں جہاں فریب ہی فریب اور دھوکا ہی دھوکا ہے۔ فتنۂ دجال اکبر درحقیقت فریب کا فتنہ ہوگا۔ یہ فریب دراصل فریب نظر ہوگا۔ مثلاً مستقبل میں گلوبل ویلیج کا پریذیڈنٹ دجال اکبر سراپا فتنہ ہوگا لیکن عام لوگوں کو نجات دہندہ نظر آئے گا۔ یہ بات درست نہیں کہ جب دجال اکبر ظاہر ہوگا تو مسلمان اسے دیکھتے ہی پہچان لیں گے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جب وہ ظاہر ہوگا تو یہود و نصاریٰ اور کفار کی اربوں کی تعداد اس کی گرویدہ ہو کر اس کے پیچھے پیچھے چلنے اور اس کی ایک آواز پر جان دینے کو تیار ہو جائے گی۔ ان حالات میں مسلمانوں کی بھی کثیر آبادی جو برائے نام مسلمان ہوگی اور دراصل وہ ان لوگوں پر مشتمل ہوگی جو اس کے ظہور سے قبل ہی ''فسطاط نفاق'' (نفاق کے خیمے) میں داخل ہو چکی ہوگی، اس کے پیچھے لبیک کہہ کر چل پڑے گی بلکہ اس کے جھنڈے تلے لڑنے اور جان دینے کو آمادہ ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں جو اس کی اس ظاہری خوش نما صورت و سیرت کے باوجود یہ جان لیں گے کہ اس متاثر کن صورت و سیرت کے پیچھے چھپا شخص عیسیٰ ابن مریم نہیں بلکہ ''دجال اکبر'' ہے، وہی اصلاً اہل ایمان ہوں گے۔ ڈاکٹر اسرار عالم کہتے ہیں کہ عین ممکن ہے کہ ابلیس دجال اکبر کے ظہور کے لیے ایک عظیم مکر کا بھی سہارا لے۔ اس مکر و فریب کی دو ممکنہ صورتیں ہو سکتی ہیں:

پہلی صورت:

روئے ارض پر ''دجال اکبر'' کو ظاہر کرنے سے قبل کسی اچھے شخص کو جو روئے ارض پر مظلوموں کی دادرسی کے لیے اُٹھا ہو، پروپیگنڈے کے ذریعے دجال اکبر قرار دیا جائے اور اسے روئے ارض پر خوب بدنام (Demonise) کرنے کے بعد اس کے قلع قمع کے لیے

اصلی دجال اکبر کو ''عیسیٰ ابن مریم المسیح'' بنا کر ظاہر کیا جائے جو روئے ارض پر متاثر کن صورت و سیرت لے کر آئے اور خود کو ''مسیح'' کی طرح پیش کرے۔

دوسری صورت:

اس کی دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ کسی شخص کو بے انتہا ظلم کرنے پر اُبھارا جائے اور اس سے روئے ارض پر واقعی ظالم کی طرح برتاؤ کرایا جائے اور نوبت ایسی آجائے کہ لوگ اس کے ظلم سے پناہ کے طلب گار ہوں اور انہیں کہیں پناہ نہ ملے اور ٹھیک اس وقت وہ اصلی ''دجال اکبر'' کو اس ظلم کے خاتمے کے لیے ''مسیح'' بنا کر ظاہر کیا جائے اور لوگ اسے سچا ''مسیح'' اور نجات دہندہ سمجھنے لگیں۔

فتنۂ دجال سے بچنے کے دو ذرائع:

''فتنۂ دجال اکبر'' کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ نہ ہی ظہور دجال کوئی معمولی ظہور ہے۔ یہ ایک ایسی آزمائش ہوگی جس کی روئے ارض پر کوئی نظیر نہیں۔ اس کے فتنے ایسے ہمہ گیر اور ہیبت ناک ہوں گے اور پوری انسانیت اس طرح پے در پے ذہنی، فکری، سیاسی، معاشی اور عسکری حملوں سے بے دم بنادی جائے گی جس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔ یہ ایک ایسی گھڑی ہوگی جب دوسروں کی تو بات ہی جدا ہے خود انسان اپنے آپ پر اعتماد کرنا چھوڑ دے گا۔ معرکۂ دجال اکبر دراصل معرکۂ قتل عظیم (War of Megadeath) ہے۔ اس تناظر میں ''دجال اکبر'' کے اس شدید فتنے سے بچنے اور اسے ناکام بنانے کے دو ہی راستے باقی رہتے ہیں:

(1) ایسے مقامات اور مواقع سے بچنا جہاں ہلاکت ''قتل عظیم'' کی شکل لے سکتی ہے۔ مثلاً: رہائش کے اعتبار سے ازحد مرتکز رہائشی علاقوں (High Concentration Residences) سے دور رہنا۔ ان دنوں میں اہل ایمان کو بڑے شہروں سے اجتناب کرنا اور دیہاتوں پہاڑوں کی طرف نکلنا مفید ہوگا۔ شہروں میں ویسے بھی فتنے کے زیادہ اور نیکیوں کا

ماحول کم ہی ہوتا ہے۔اور دجالیت نیکیوں سے دور گناہوں کی دلدل میں جنم لیتی ہے۔

(2) جہاد کے لیے دل سے تیار ہو جانا اور یہ طے کر لینا کہ قبل اس کے کہ کوئی ہماری جان لے ہم اپنی جان فدا کر کے ابدی حیات پالیں۔ دوسرے لفظوں میں ناگزیر قتلِ عظیم کو بے بسی کی موت کے بجائے ''پسندیدہ شہادت'' کی صورت میں تبدیل کر دینا۔ یہ ایمان والوں کی فتح عظیم اور دجال وابلیسی قوتوں کی واضح ناکامی ہوگی۔

بیداری کا وقت

(3) دجال کی طاقت:

دجال کی معاون قوتوں اور اس کے پاس موجود شیطانی طاقتوں سے آگاہی ہمیں درج ذیل احادیث سے ملتی ہے:

حدیث شریف میں آتا ہے:

☆...... ''دجال کے ساتھ اصفہان کے ستر ہزار یہودی ہوں گے جو ایرانی چادریں اوڑھے ہوئے ہوں گے۔'' (صحیح المسلم: 7034، روایت انس بن مالک رضی اللہ عنہ)

☆...... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کے متعلق کہا: ''اس کے پاس آگ اور پانی ہوں گے۔ (جو) آگ (نظر آئے گی وہ) ٹھنڈا پانی ہوگا اور (جو) پانی (نظر آئے گا وہ) آگ (ہوگی)۔'' (صحیح البخاری: روایت حذیفہ رضی اللہ عنہ)۔''

☆...... ''اس (دجال) کے پاس روٹیوں کا پہاڑ اور پانی کا دریا ہوگا (مطلب یہ کہ اس کے پاس پانی اور غذا وافر مقدار میں ہوں گے)۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ان باتوں کے لیے وہ نہایت حقیر ہے لیکن اللہ اسے اس کی اجازت دے گا (تاکہ لوگوں کو آزمایا

جا سکے کہ وہ اللہ پر یقین رکھتے ہیں یا دجال پر)۔''(صحیح البخاری: جلد 9، صفحہ 244، روایت المغیرہ رضی اللہ عنہ بن شعبہ)

☆......''اور پھر دجال اپنے ساتھ ایک دریا اور آگ لے کر آئے گا۔ جو اس کی آگ میں پڑے گا اس کو یقیناً اس کا صلہ ملے گا اور اس کا بوجھ کم کر دیا جائے گا۔ لیکن جو اس کے دریا میں اترے گا اس کا بوجھ برقرار رہے گا اور اس کا صلہ اس سے چھین لیا جائے گا۔''

(سنن ابوداؤد: 4232)

☆......ہم نے پوچھا: ''اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! وہ اس زمین پر کتنی تیزی سے چلے گا۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس طرح ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے۔''
(صحیح المسلم: 7015، روایت نواس ابنِ سمعان رضی اللہ عنہ)

☆......''وہ (دجال) ایک گدھے پر سوار ہوگا۔ اس (گدھے) کے کانوں کے درمیان چالیس ہاتھوں کا فاصلہ ہوگا۔''(مسند احمد: جلد 3، صفحہ 367-368)

☆......''اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ شیاطین کو بھیجے گا جو لوگوں کے ساتھ باتیں کریں گے۔''(مسند احمد: جلد 3، 367-368، اقتباس: 20-51)

☆......''وہ ایک بدو سے کہے گا۔ اگر میں تمہارے باپ اور ماں کو تمہارے لیے دوبارہ زندہ کروں تو تم کیا کہو گے؟ کیا تم شہادت دو گے کہ میں تمہارا خدا ہوں۔ بدو کہے گا: ہاں! چنانچہ دو شیاطین اس بدو کے ماں اور باپ کے روپ میں اس کے سامنے آ جائیں گے اور کہیں گے: ہمارے بیٹے اس کا حکم مانو، یہ تمہارا خدا ہے۔'' (ابنِ ماجہ: کتاب الفتن 4077، اقتباس: 20-58)

''الدجال آئے گا لیکن اس کے لیے مدینہ میں داخل ہونا ممنوع ہوگا۔ وہ مدینہ کے مضافات میں کسی بنجر (شور زدہ) علاقے میں خیمہ زن ہوگا۔ اس دن بہترین آدمی یا بہترین

لوگوں میں سے ایک اس کے پاس آئے گا اور کہے گا: میں تصدیق کرتا ہوں کہ تم وہی دجال ہو جس کا حلیہ ہمیں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ الدجال لوگوں سے کہے گا: اگر میں اسے قتل کردوں اور پھر زندہ کردوں تو کیا تمھیں میرے دعویٰ میں کوئی شبہ رہے گا۔ وہ کہیں گے: نہیں! پھر الدجال اسے قتل کردے گا اور پھر اسے دوبارہ زندہ کردے گا۔ وہ آدمی کہے گا: اب میں تمہاری حقیقت کو پہلے سے زیادہ بہتر جان گیا ہوں۔ الدجال کہے گا: میں اسے قتل کرنا چاہتا ہوں لیکن ایسا نہیں ہوسکتا۔'' (صحیح البخاری 3.106-، روایت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ)

ان احادیث کی روشنی میں دجال کی قوتوں کو ایک ایک کر کے دیکھتے ہیں:

(1)...... اس کا قبضہ تمام زندگی بخش وسائل مثلاً پانی، آگ اور غذا پر ہوگا۔

(2)...... اس کے پاس بے تحاشا دولت اور زمین کے خزانے ہوں گے۔

(3)...... اس کی دسترس تمام قدرتی وسائل پر ہوگی۔ مثلاً بارش، فصلیں، قحط اور خشک سالی وغیرہ۔

(4)...... وہ زمین پر اس طرح چلے گا جیسے ہوا بادلوں کو اڑا لے جاتی ہے۔ اس کے گدھے (سواری) کے کانوں کے درمیان 40 ہاتھوں کا فاصلہ ہوگا۔

(5)...... وہ ایک نقلی جنت اور دوزخ اپنے ساتھ لائے گا۔

(6)...... اس کی اعانت و مدد شیاطین کریں گے۔ وہ مردہ لوگوں کی شکل میں بھی ظاہر ہوں گے اور لوگوں سے گفتگو کریں گے۔

(7)...... وہ زندگی اور موت پہ (ظاہری طور پر) قدرت رکھے گا۔

(8)...... زندگی اور موت پر اس کا اختیار محدود ہوگا کیونکہ وہ اس مومن کو دوبارہ نہیں مار سکے گا۔

اب آیئے! اس موضوع کی سب سے اہم بحث شروع کرتے ہیں یعنی حدیث شریف میں بیان کردہ دجال کی قوتوں کو عصر حاضر کے تناظر میں تطبیق کی اپنی سی کوشش۔ آج سے پہلے حدیث شریف میں بیان کردہ اکثر حقائق پر ایمان بالغیب کے علاوہ چارہ نہ تھا۔ مگر جوں جوں ہم دجال کے دور کی طرف بڑھ رہے ہیں یہ حقائق عالم غیب سے اُتر کر عالم شہود کا حصہ بنتی جارہی ہیں۔ دجال مادی قوتوں پر دسترس رکھتا ہوگا اور سائنس مادہ میں پوشیدہ قوتوں کو جاننے اور کام میں لانے کا دوسرا نام ہے لہٰذا یہودی سرمایہ داروں کے پیسے اور یہودی سائنس دانوں کی محنت سے سائنسی ایجادات جیسے جیسے آگے بڑھ رہی ہیں، دجال کی قوتوں کو سمجھنا آسان ہوتا جارہا ہے۔ آیئے! دجال کی قوتوں کو ایک ایک کر کے عصر حاضر کے تناظر میں دیکھتے ہیں:

دولت اور خزانے:

یہ تو بہت سے لوگ جانتے ہیں کہ دنیا کی معیشت کو دو ادارے ''ورلڈ بینک'' اور ''آئی ایم ایف'' (انٹرنیشنل مانیٹری فنڈ) چلارہے ہیں۔ یہ بھی لوگوں کو معلوم ہے کہ ان کو عالمی معیشت کی نبض کہا جاتا ہے اور دنیا کی معیشت کا انحصار ان دونوں اداروں پر مانا جاتا ہے۔ یہ بھی سب جانتے ہیں کہ یہ ادارے کس طرح مقروض ملکوں پر دباؤ ڈال کر وسائل پر تصرف اور مقاصد پر اپنی اجارہ داری قائم کرتے ہیں...... لیکن یہ بہت کم لوگ جانتے ہیں کہ دنیا کے چلانے والے ان اداروں کو کون چلاتا ہے؟ ان کو ''انٹرنیشنل بینکرز'' کا گروپ چلاتا ہے اور اس گروپ کو فری میسنری کے ''بگ برادرز'' چلاتے ہیں جو دجال کے عالمی اقتدار کی راہ ہموار کرنے کے لیے دنیا کی معیشت کو قابو میں رکھنے کے لیے سرگرم ہیں۔ کچھ عرصے پہلے ایک کتاب چھپی تھی: ''کارپوریشنز کی حکومت'' یہ ایک امریکی جوڑے نے لکھی ہے جو بیرونِ امریکا ملٹی نیشنل کمپنیوں کی انسانیت سوز کارروائیوں کو قریب سے دیکھتے رہے اور

آخرکار اس بات پر مجبور ہوئے کہ نوکری چھوڑ چھاڑ کر امریکا واپس جائیں اور اپنے ہم وطنوں کو ''نادیدہ قوتوں'' کی کارستانیوں سے آگاہ کریں۔ انہوں نے کرنسی نوٹ کے متعلق لکھا کہ آہستہ آہستہ یہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اس کی جگہ کریڈٹ کارڈ نے لے لی ہے۔ پھر کریڈٹ کارڈ بھی ختم ہو جائے گا لوگ کمپیوٹر کے ذریعے اعداد و شمار برابر سرابر کریں گے اور بس! ہاتھ میں کچھ بھی نہ ہوگا۔ بندہ ایک عرصے تک اس جادوئی طلسم کے بارے میں سوچتا رہا کہ اگر نمبروں کا کھیل ہی اشیاء و خدمات کے حصول کا ذریعہ بن جائے گا تو پھر یہ دنیا آسان ہوگی یا مشکل؟ نیز اس سے یہود کیا حاصل کرنا چاہتے ہیں جو کرنسی کے پیچھے سونے کے خاتمے سے لے کر اسٹاک ایکسچینج میں سود اور جوئے کی ترویج تک ہر چیز میں ملوث ہیں۔ تفکر اور مطالعہ جاری تھا کہ ''ماسٹرز'' کا بنایا ہوا یہ منصوبہ ہاتھ لگا۔ آپ بھی سوچیے اور غور کیجیے کہ علمائے کرام جب غیر شرعی معاملات کے خطرناک نتائج یا مسلم دشمن طاقتوں کی پالیسی سے آگاہ کریں اور اس کو نہ مانا جائے تو آنے والی دنیا کا منظر نامہ کیا ہوگا:

''سینٹرل بینک، بینک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ اور ورلڈ بینک'' کام کرنے کے مجاز نہیں ہوں گے۔ پرائیویٹ بینک غیر قانونی ہوں گے۔ بینک آف انٹرنیشنل سیٹلمنٹ (BIS) منظر میں غالب ہیں۔ پرائیویٹ بینک، ''بڑے دس بینکوں'' کی تیاری میں تحلیل ہو رہے ہیں۔ یہ بڑے بینک دنیا بھر میں بینکاری پر BIS اور آئی ایم ایف کی رہنمائی میں کنٹرول کریں گے۔ اجرتوں کے تنازعات کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ نہ ہی انحراف کی اجازت دی جائے گی۔ جو بھی قانون توڑے گا اسے سزائے موت دے دی جائے گی۔

طبقہ اشرافیہ کے علاوہ کسی کے ہاتھوں میں نقدی یا سکے نہیں دیے جائیں گے۔ تمام لین دین صرف اور صرف کریڈٹ کارڈ کے ذریعے ہوگا (اور آخرکار اسے مائیکرو چپ پلانٹیشن کے ذریعے کیا جائے گا) ''قانون توڑنے والوں'' کے کریڈٹ کارڈ معطل کر دیے

جائیں گے۔ جب ایسے لوگ خریداری کے لیے جائیں گے تو انہیں پتا چلے گا کہ ان کا کارڈ بلیک لسٹ کر دیا گیا ہے۔ وہ خریداری یا خدمات حاصل نہیں کر سکیں گے۔ پرانے سکوں سے تجارت کو غیر معمولی جرم قرار دیا جائے گا اور اس کی سزا موت ہوگی۔ ایسے قانون شکن عناصر جو خود کو مخصوص مدت کے دوران پولیس کے حوالے کرنے میں ناکام رہیں ان کی جگہ سزائے قید بھگتنے کے لیے ان کے کسی گھر والے کو پکڑ لیا جائے گا۔"

ان دونوں پیراگرافوں کے آخر میں "قتل کی سزا" کا تذکرہ پوری تاکید اور اہتمام سے ہے۔ تو میرے بھائیو! جب یہود کے چنگل میں پھنس کر بھی آخر کار قتل ہونا یا غلام بن کر رہنا ہے تو مرنے سے پہلے مرنے کا اختیار خود کیوں نہ استعمال کرلیں؟؟؟ اس اختیار کے استعمال کی ایک ہی صورت ہے یعنی پورے عزم اور حوصلہ کے ساتھ شریعت پر استقامت، غیر شرعی اور حرام چیزوں سے "کلی اجتناب" اور زبان و قلم، جان و مال کا انفاق فی سبیل اللہ۔

پانی اور غذا:

آپ آج کل دیکھ رہے ہوں گے کہ قسما قسم مصنوعی غذائیں قدرتی غذاؤں کی جگہ لے رہی ہیں۔ بسکٹ چاکلیٹ، آئس کریم، مکھن، اچار چٹنی اور جام و مربہ کی خیر تھی، کولڈ ڈرنک اور مصنوعی مشروبات نے تو ایسا میدان مارا ہے کہ گاؤں دیہاتوں میں لوگ دودھ، لسی، سکنجبین، ٹھنڈائی اور تخم ملنگا تک بھول گئے ہیں۔ قدرتی دودھ دیہات میں بھی کسی قسمت والے کو ملتا ہے۔ البتہ مصنوعی دودھ بیسیوں اقسام اور ذائقے کا ہر وقت ہر جگہ دستیاب ہے۔ اب تو شہد اور دودھ کے بعد ہر قسم کے کھانے بھی ٹن پیک میں آنا شروع ہو گئے ہیں۔ دبئی جیسے شہروں میں تو قدرتی ذبیحہ پر ایک طرح کی پابندی لگ گئی ہے۔ تمام تر غذائیں مصنوعی اور کیمیاوی مادوں سے لبریز ہیں۔ ذرا تصور کیجیے! ایسے شہر کے سہولت پسند باشندوں کا کیا بنے گا جو ایک آدمی کی غذا کا بندوبست نہیں رکھتے اور تمام تر انحصار یہودی ملٹی

نیشنل کمپنیوں پر کر رہے ہیں۔ جانور مصنوعی نسل کشی کے ذریعے پیدا کیے جا رہے ہیں۔ فصلیں مصنوعی بیجوں اور کھادوں سے اُگائی جا رہی ہیں۔ جہاں امریکی بیج لگ جائے وہاں کوئی دوسرا بیج چل ہی نہیں سکتا۔ آپ کو ہر مرتبہ کمپنی سے بیج خریدنا پڑے گا ورنہ آپ کی زمین میں دھول اُڑے گی۔ پانی کا تو کہنا ہی کیا، دریاؤں اور چشموں کا معدنیات اور جڑی بوٹیوں کی تاثیر والا صاف قدرتی پانی تو پیتا ہی وہ ہے جس کے پاس منرل واٹر خریدنے کی سکت نہیں۔ شہروں میں تو فیشن ہو گیا ہے کہ لوگ کہیں ملنے بھی جائیں تو منرل واٹر کی بوتل ہاتھ میں اُٹھاتے پھرتے ہیں۔ ان کے خیال میں یہ "اسٹیٹس" کی علامت ہے جبکہ یہ دجالی قوتوں کی سیاست اور طاقت کے مظاہر میں سے ایک مظہر ہے۔ اس کا اندازہ دنیا کو اس وقت ہو گا جب انسان کے گلے سے پیٹ میں اُترنے والی ہر چیز مصنوعی ہو جائے گی اور ملٹی نیشنل کمپنیوں کے ہاتھ میں ہو گی جو بھاری رشوت، دباؤ اور شیطانی ہتھکنڈوں کے ذریعے مقامی صنعتوں کو تباہ کرنے کے لیے قدرتی دیسی خوراک کی فروخت پر پابندی لگوا دیں گی اور پھر دجال اس کو پانی کا ایک قطرہ یا پکی پکائی روٹی کا ایک ٹکڑا بھی نہیں دے گا جو اس کے شیطانی مطالبات نہیں مانے گا۔ پانی اور غذا کو مصنوعی بنانے کی دجالی مہم اس لیے جاری ہے کہ مصنوعی چیز صانع کے ہاتھ میں ہوتی ہے وہ جس کو چاہے بیچے نہ بیچے، دے نہ دے، جبکہ قدرتی چیز قدرت کے ہاتھ میں ہوتی ہے جو کہ پھول اور کانٹوں کا یکساں خیال رکھتی ہے۔ شہر تو شہر ہیں اب تو دیہاتوں میں بھی یہ حال ہے کہ واٹر سپلائی کی اسکیمیں اور ٹینک، پائپ، پن چکیاں وغیرہ این جی اوز لگا کر دے رہی ہیں جو آگے چل کر اس پر اجارہ داری قائم کریں گی۔ اور اس طرح شہروں میں تو پانی اور خوراک کے ذخیرے تو ہوں گے ہی "عالمی انتظامیہ" کے ہاتھ میں، دیہات میں بھی قدرتی پانی کسی عام آدمی کے بس میں نہ ہو گا۔ مستقبل میں پانی کے مسئلہ پر دنیا بھر میں ہونے والی جنگوں کے متعلق تو آپ پڑھتے اور

سنتے ہی رہتے ہیں، یہ دراصل آگے چل کر دجالی قوتوں کی طرف سے پیدا کیے جانے والے مصنوعی بحران کی مشق ہے۔

مزے کی بات یہ کہ قدرتی پانی کو مضر صحت جبکہ منرل واٹر کو صحت کے لیے مفید بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ صورتِ حال یہ ہے کہ منرل واٹر کے ذریعے اربوں ڈالر کمانے کے ساتھ ساتھ ہماری نسل کو ''زنخا'' بنایا جارہا ہے۔ [اس لفظ کا مطلب کسی پنجابی بھائی سے پوچھ لیں] ہمارے ایک محترم دوست نے جب دیکھا کہ لوگ غیر معیاری پانی بیچ رہے ہیں تو انہوں نے منرل واٹر بنانے کی کمپنی قائم کی۔ ان کا ارادہ تھا معیاری کام کریں گے، چاہے کم نفع ملے۔ جب وہ پلانٹ لگا چکے اور تمام تجربات مکمل کرنے کے بعد حکومتی نمایندہ اس کی منظوری دینے آیا تو ان کے کام اور لگن کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا لیکن...... اس کا سوال تھا کہ آپ اس میں ''وہ'' قطرے ملاتے ہیں یا نہیں؟ ان کو تعجب ہوا کہ کون سے قطرے پانی میں ملائے جاسکتے ہیں؟ کہانی کچھ یوں سامنے آئی کہ انسان کے تولیدی مادے میں دو طرح کے جراثیم ہوتے ہیں۔ ایک کو 'ایکس کروموسومز' اور دوسرے کو 'وائی کروموسومز' کا نام دیا گیا ہے۔ پہلا زیادہ ہو تو اللہ کے حکم سے مذکر اور دوسرا زیادہ ہو تو مولود مؤنث پیدا ہوتا ہے۔ دوسری قسم کے قطرے ملائے بغیر پانی کی فروخت کا لائسنس نہیں دیا جاتا۔ اب مجھے نہیں معلوم کہ ہمارے ڈاکٹرز اور ماہرین اس بات کی تصدیق کریں گے یا ناواقفیت اور دباؤ ان کے آڑے آئے گا لیکن بندہ اس کا کیا کرے کہ میں نے ان دوست کا پلانٹ خود دیکھا اور ان کی بے بسی کی داستان ان کے دفتر میں بیٹھ کر خود سنی۔ اس کو کیسے جھٹلا دوں؟ کیا محض مجھے یہ کہانی سنانے کے لیے انہوں نے اپنا لگا لگایا پلانٹ ٹھپ کر دیا ہوگا؟

اس طرح کی کہانیاں دنیا کے کئی حصوں میں جنم لے رہی ہیں۔ دنیا بھر کے انسان پینے کے پانی کے بحران کے ناخوشگوار پہلوؤں سے سمجھوتہ کر رہے ہیں۔ ورلڈ بینک کی پشت

پناہی میں بین الاقوامی سطح پر غذا اور پانی فراہم کرنے والی مٹھی بھر کمپنیوں نے انسانی ہمدردی کے نام پر پانی کو اشیائے صرف میں شامل کر کے منافع خوری شروع کر دی ہے۔ یہ کمپنیاں کھلے عام ورلڈ بینک اور اقوام متحدہ میں اپنا غلبہ رکھتی ہیں۔ انہوں نے گزشتہ سال مارچ 2005ء میں ہالینڈ کے دارالحکومت ہیگ میں منعقدہ ورلڈ واٹر فورم کو اسپانسر کیا تھا۔ جس میں قدرتی پانی کے بارے میں مختلف بیماریاں پھیلنے کا منفی پروپیگنڈا اور مصنوعی پانی کو خریدنے کی اہمیت پیدا کرنے کے لیے نت نئے طریقے سوچ گئے اور اربوں ڈالر کی مالیت پر مشتمل منصوبے منظور کیے گئے جسے مختلف یہودی کمپنیاں مل کر اسپانسر کریں گی۔

قدرتی وسائل:

یعنی بارش، فصلیں، موسم اور اس کے اثرات قحط، خشک سالی وغیرہ۔ آپ نے محسوس کیا ہوگا کہ کرۂ ارض کے موسم میں واضح تبدیلیاں آ رہی ہیں اور موسم سنگین تباہی سے دوچار ہو رہے ہیں۔ دنیا بھر میں اس حوالے سے مضامین اور سائنسی فیچرز شائع ہو رہے ہیں۔ مجموعی درجہ حرارت میں اضافے سے طوفان، سیلاب اور بارشوں کی شرح غیر معمولی طور پر متغیر ہوگئی ہے۔ اگرچہ اس کو فطری عمل قرار دیا جا رہا ہے لیکن درحقیقت یہ تسخیر کائنات کے لیے کی جانے والی ان شیطانی سائنسی تجربات کا نتیجہ اور موسموں کو قابو میں رکھنے کی کوششوں کا شاخسانہ ہے جو مغرب میں جگہ جگہ موجود یہودی سائنس دان حضرت داؤد کی نسل سے عالمی بادشاہ کے عالمی غلبے کی خاطر کر رہے ہیں۔ کرۂ ارض کا اپنا دفاعی نظام ہے جو اسے سورج کی مہلک شعاعوں اور مختلف ستاروں اور سیاروں سے آنے والی تابکار لہروں کو انسانوں تک نہیں پہنچنے دیتا۔ ان خطرناک شعاعوں کو ''الٹرا وائیلٹ ریز'' کہتے ہیں۔ یہ نظام قدرتی ہے اور اسے ہمارے خالق و مالک اللہ رب العالمین نے وضع کیا ہے۔ اس کے مقابلے میں 88-1886ء میں ایک امریکی و یہودی سائنسدان نکولا ٹیسلا نے اے سی

Alternative Current پاور(بجلی) کا نظام اور اس کی ترسیل کا نظام ایجاد کیا۔ فی سیکنڈ 60 ارتعاشات (ہرٹز) کی اے سی بجلی کے پاور گرڈز زمین پر پھیل جائیں تو کرۂ ارض اپنی معمول کی فریکوئنسی 8-7 ہرٹز کی بجائے ایک مختلف رفتار سے اچھلنے لگے گا اور اس سے خارج ہونے والی ریڈیائی لہریں آیونی کرہ کی فضا اور موسم کو لازمی طور پر تبدیل کر دیں گی۔ آیونی کرے کو گرم کرنے کے لیے ناروے میں قطب شمال کے نزدیک تجربات کیے جا رہے ہیں۔ اس سے موسموں میں حسب منشا تبدیلی آ جائے گی۔ اس منصوبے کا اظہار مختلف پیرایوں میں مختلف یہودی اتھارٹیوں کی طرف سے ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً: 1958ء میں وہائٹ ہاؤس کے مشیر موسمیات نے بتایا کہ محکمہ دفاع ایسے ذرائع کا جائزہ لے رہا ہے جو زمین اور بالائی فضا میں برقی ذرّات کو موسم پر اثر انداز کرنے کے لیے استعمال کیے جا سکیں۔

92-1987ء کے دوران ''ایسٹ لنڈ'' آرکو پاور ٹیکنالوجیز انکارپوریٹیڈ (APTI) کے سائنس دانوں نے ایک ایسا آلہ پیٹنٹ کرایا جو زمین کے آیونی کرہ یا مقناطیسی کرہ کے کسی حصہ کو تبدیل کر سکتا ہے۔ اگست 1987ء کو رجسٹر ہونے والے اس عسکری ہتھیار کو یہودی سائنس دان برنارڈ جے ایسٹ لنڈ نے ایجاد کیا تھا۔ بالآخر 2001ء کو اس سسٹم کے مکمل طور پر زیر عمل لانے کا مجوزہ سال قرار دیا گیا۔

اس پروجیکٹ کے اہداف یہ ہیں:

(1) انسانی ذہن کا عمل درہم برہم کرنا۔

(2) کرۂ ارض کے تمام ذرائع مواصلات کو منجمد کرنا۔

(3) بڑے علاقے میں موسم تبدیل کرنا۔

(4) وائلڈ لائف کی نقل مکانی کے انداز میں مداخلت کرنا (وائلڈ لائف کے

ہر پروگرام میں اینمل مائیکرو چپنگ واضح دیکھی جاتی ہے۔ یہ جنگلی حیات کی تسخیر کے منصوبے کا ایک حصہ ہے۔)

(5) انسانی صحت کو منفی انداز میں تبدیل کرنا۔ مختلف قسم کی دوائیاں، قطرے، ویکسین وغیرہ کا جبری استعمال اس کی ایک شکل ہے۔

(6) زمینی فضا کی بالائی سطح پر غیر فطری اثرات مرتب کرنا۔

1958ء میں وہائٹ ہاؤس کے مشیر موسمیات، کیپٹن ہاورڈ ٹی اورویل نے کہا تھا کہ محکمہ دفاع جائزہ لے رہا ہے وہ طریقے تلاش کیے جائیں جن کے ذریعے زمین اور آسمان میں آنے والی تبدیلیوں کو استعمال کر کے موسموں پر اثر انداز ہوا جا سکے۔ مثلاً کسی مخصوص حصے میں فضا کو ایک الیکٹرانک بیم کے ذریعے آئیونائز یا ڈی آئیونائز کیا جا سکے۔

امریکی سائنس دانوں نے ایک ادارہ قائم کیا ہے جو موسموں میں تبدیلی سے براہِ راست تعلق رکھتا ہے۔ یہ ادارہ نہ صرف موسموں میں تغیر کا ذمہ دار ہے بلکہ کرۂ ارض میں زلزلوں اور طوفانوں کے اضافے کا بھی ذمہ دار ہے۔ اس پروجیکٹ کا نام Haarp یعنی ''ہائی فریکوئنسی آکیٹو آرورل ریسرچ پروجیکٹ'' ہے۔ اس کے تحت 1960ء کے عشرے سے یہ تجربات ہو رہے ہیں کہ راکٹوں اور مصنوعی سیاروں کے ذریعے بادلوں پر کیمیائی مادے (بیریم پاؤڈر وغیرہ) چھڑکے جائیں جس سے مصنوعی بارش کی جا سکے۔ یہ ساری کوششیں قدرتی وسائل کو قبضے میں لینے کی ہیں تاکہ دجال جسے چاہے بارش سے نوازے جسے چاہے قحط سالی میں مبتلا کردے۔ جس سے وہ خوش ہو اس کی زمین میں ہریالی لہرائے اور جس سے بگڑ جائے وہاں خاک اُڑے۔ لہٰذا مسلمانوں کو قدرتی غذاؤں اور قدرتی خوراک کو استعمال کرنا اور فروغ دینا چاہیے۔ یہ ہم سب کے لیے بیدار ہونے کا وقت ہے کہ ہم قدرتی خوراک (مسنون اور فطری خوراک) استعمال کریں اور مصنوعی اشیاء سے خود

کو بچائیں جو آگے چل کر دجالی غذائیں بننے والی ہیں۔

دوا اور علاج:

پانی اور خوارک پر مکمل قابو پانے کا مرحلہ تو ابھی کچھ دور ہے لیکن دوا تو مکمل طور پر ملٹی نیشنل کمپنیوں کے قابو میں آ چکی ہے۔ انہوں نے مختلف ممالک میں ایسے قوانین منظور کروا لیے ہیں کہ دیسی طریقہ علاج اگرچہ آسان اور سستا ہو لیکن ممنوع ہے۔ ان عالمی کمپنیوں کے کارندے مقامی طریقہ علاج (نیز مقامی دوا ساز کمپنیوں) کے خلاف ایسا پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ دنیا آہستہ آہستہ ان سے متنفر ہو کر ان کمپنیوں کے چنگل میں پھنس گئی ہے۔ قدرتی جڑی بوٹیوں پر مشتمل علاج پر آہستہ آہستہ مکمل پابندی لگ جائے گی اور دنیا مکمل طور پر یہودی ملٹی نیشنل دوا ساز کمپنیوں کے نرغے میں آ جائے گی۔ یہ جب چاہیں کسی ملک کے مریضوں کو سسکتا تڑپتا چھوڑ کر ان کے مرنے کا تماشا دیکھیں گے۔ یہ دراصل اس عالمی حکومت کا نقشہ ہے جس کے مطابق:

''تمام ضروری اور غیر ضروری ادویاتی مصنوعات، ڈاکٹروں، ڈینٹسٹوں اور ہیلتھ کیئر ورکروں کو سینٹرل کمپیوٹر ڈیٹا بینک میں رجسٹر کیا جائے گا اور کوئی دوائی یا علاج اس وقت تک تجویز نہیں کیا جا سکے گا جب تک ہر شہر، قصبہ یا گاؤں کا ذمہ دار ریجنل کنٹرولر اس کی تحریری اجازت نہیں دے گا۔''

دجال کی سواری:

وہ ایسی رفتار کے ساتھ کرے گا جو بادلوں کو اُڑا لے جانے والی ہوا کی ہوتی ہے۔ ایسے جہاز ایجاد ہو چکے ہیں جو ہوا سے کئی گنا تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ بلاشبہ یہ سواری ہوائی جہاز جیٹ یا کنکورڈ یا سپر سانک قسم کی سواری ہو گی۔ ایک خلائی شٹل پینتالیس منٹ میں پوری زمین کے گرد چکر لگا لیتی ہے۔ پُر اسرار اُڑن طشتریوں کا ذکر بھی

سننے میں آتا رہتا ہے۔ یہ سب دجال کی سواری کی ممکنہ شکلیں ہیں جو ہمیں بتا رہی ہیں کہ دجال کا وقت اب دور نہیں۔ اس کے گدھے کے کانوں کے درمیان 40 ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ کسی طیارے کے پروں کے درمیان تقریباً اتنا ہی فاصلہ ہوتا ہے۔ حال ہی میں اسرائیلی ماہرین نے ہیرون (Heron) نامی ایک طیارہ ایجاد کیا ہے جو اسرائیل کے Palmahim نامی ائیر پورٹ پر کھڑا ہے۔ یہ طیارہ سازی کی جدید ترین ٹیکنالوجی کے تحت تیار کیے گئے۔ اس طیارے کی پہلی پرواز 14 رجولائی 2006ء کو کی گئی جبکہ اسے منظر عام پر ایک سال بعد جون 2007ء کو لایا گیا۔ اس کی بلند ترین پرواز 9 ہزار میٹر (30 ہزار فٹ) ہے جبکہ یہ 30 گھنٹے تک مسلسل 225 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑ سکتا ہے۔ اس کے دونوں پروں کے درمیان 16.6 میٹر کا فاصلہ ہے جو 85 فٹ بنتے ہیں۔ قارئین! حدیث شریف میں بیان کردہ مقدار ''چالیس ہاتھ'' اور اس طیارے کے پروں کے درمیانی فاصلہ ''85 فٹ'' کے درمیان مناسبت کو ملحوظ نظر رکھیں۔ اہم ترین بات یہ ہے کہ اس کی دم پر دو اُبھار بالکل گدھے کے کانوں کی طرح اُبھرے ہوئے ہیں۔ انہیں جس زاویے سے بھی دیکھا جائے گدھے کے دو کانوں کی تشبیہ صاف دکھائی دیتی ہے۔ ممکن ہے اسرائیل کی یہ ٹیکنالوجی مزید ترقی کرے۔ اسی طیارے کی رفتار اور صلاحیت پرواز میں مزید اضافہ ہو اور اس کا آیندہ ماڈل حدیث شریف میں بیان کردہ نشانیوں کے عین مطابق ہو جائے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

جنت اور دوزخ:

یورپ یا امریکا سے باہر رہنے والوں سے مغرب کے بارے میں پوچھیے وہ اسے جنت قرار دیتے ہیں۔ وہ اپنے ملکوں کو جہنم کہتے ہیں۔ دجال کے پاس کچھ اس طرح کی صورت ہوگی جن میں تمام سہولتیں اور آسانیاں ہوں گی اور وہ اسے جنت کہے گا۔ ایسے

علاقے جہاں دنیاوی عیش وآرام نہیں ہوں گے انہیں جہنم کہا جائے گا۔

شیطانوں کی اعانت:

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم انسانوں میں سب سے بہتر وافضل تھے۔ کسی انسان کی تمام تر خوبیاں ان میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جمع تھیں اور ان خوبیوں کی علامت ''مہرِ نبوت'' کی صورت میں ان کے کندھوں کے درمیان پائی جاتی تھی۔ بُرے انسانوں کی تمام خرابیاں دجال میں جمع ہوں گی اور اس کے چہرے سے عیاں ہوں گی۔ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ''کافر'' لکھا ہوگا۔ اس کی ایک آنکھ اس کی ناقص شخصیت کی علامت ہوگی۔ فرشتوں نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی، اس کے برعکس دجال کی مدد شیاطین کریں گے۔ یہ مسلمانوں کے لیے ایک عظیم آزمائش ہوگی کہ کیا وہ الدجال پہ ایمان لے آتے ہیں یا اللہ پہ ایمان میں استقامت دکھاتے ہیں۔

انسانی آبادی پہ اختیار:

جب سے انسان نے جھوٹ بولنے کا گناہ شروع کیا ہے، انسانی تاریخ میں خاندانی منصوبہ بندی کے فوائد بیان کرنے سے بڑا جھوٹ شاید نہیں بولا گیا۔ مغرب نے کرۂ ارض کے وسائل چوس لیے، ان پر سانپ بن کر بیٹھ گیا اور پھر اپنا جرم چھپانے کے لیے دنیا سے کہتا ہے وسائل کم ہیں، آبادی نہ بڑھاؤ، بچے کم پیدا کرو...... حالانکہ آج بھی زمین کے خزانے اس قدر ہیں کہ کئی گنا زیادہ انسانی آبادی کے لیے کافی ہیں۔ پاکستان کو لے لیجیے۔ صرف سندھ کے معدنی ذخائر اور صرف پنجاب کی زرخیز ترین اور مثالی نہری نظام پورے پاکستان کے لیے کافی ہیں اور صرف پاکستان وسعودی عرب کے وسائل پورے عالمِ اسلام کی کفالت کرسکتے ہیں۔ لیکن غضب ہے کہ ان وسائل کو استعمال کر کے مفلوک الحال دنیا کے کام آنے کے بجائے یورپی کمپنیاں ان پر قبضہ جما رہی ہیں اور مسلمانوں کی نئی نسل کو پیدائش سے پہلے

گلا گھونٹ کر مارنے کا ظلم عظیم کر رہی ہیں۔ جب ڈنمارک، ہالینڈ وغیرہ میں ڈیری مصنوعات زیادہ ہوتی ہیں تو انہیں غریب ملکوں کو سستا بیچنے یا قحط زدہ ملکوں کو بطور امداد دینے کے بجائے سمندر میں ڈبو دیا جاتا ہے۔ اس سنگدلی کو کیا نام دیا جائے؟ دنیا میں فی ایکڑ پیداوار پہلے سے چار گنا زیادہ ہو رہی ہے، سال ہی میں تین فصلیں بھی حاصل کی جارہی ہیں، لیکن محض غیر یہودی آبادی کم کرنے کے لیے وسائل کی کمی کا ڈھنڈورا پیٹا جارہا ہے۔

اب دجالی قوتوں کے زندگی موت پر اختیار کی طرف واپس آتے ہیں۔ زندگی کا مطلب کسی جسم میں روح کی موجودی ہے۔ جب یہ روح نکال لی جاتی ہے جسم کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ ہم اس حالت کو ''موت'' کہتے ہیں۔ روح پہ غالب آنا ممکن نہیں کیونکہ روح کا علم صرف اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''اور یہ تم سے روح کے بارے میں پوچھتے ہیں، کہہ دو کہ روح تو میرے رب کا حکم ہے اور تمہیں اس کے بارے میں بہت معمولی علم دیا گیا ہے۔'' (القرآن) دجال کچھ مواقع پر (کچھ عرصہ کے لیے) اس قابل ہوگا کہ لوگوں کو ہلاک اور پھر زندہ کر سکے اور یہ اس معمولی علم کی بدولت ہوگا۔ وہ اسے کس طرح کرے گا؟ غالباً کلوننگ کے ذریعے۔ سائنس دانوں نے انسانی جینیاتی کوڈ پڑھ لیا ہے۔ فی الحال اس سائنسی پیش رفت کو جینیاتی امراض کے علاج کے طور پر پیش کیا جارہا ہے لیکن جب اسے باقاعدہ پلیٹ فارم مل گیا اور لوگوں نے اسے قبول کر لیا تو پھر ''ہیومن جینوم'' کا قانون بالجبر نافذ کر دیا جائے گا۔ اس کا مطلب ایک مکمل جینیاتی برتھ کنٹرول ہے۔ اس کے تحت شادی کرنا غیر قانونی قرار دے دیا جائے گا۔ اس طرح کی خاندانی زندگی نہیں ہوگی جس طرح آج کل ہے۔ بچوں کو ان کے ماں باپ سے چھوٹی عمر میں علیحدہ کر دیا جائے گا۔ ریاستی املاک کی طرح وارڈز میں ان کی پرورش ہوگی۔ اس طرح کا ایک تجربہ مشرقی جرمنی میں کیا گیا تھا۔ بچوں کو ان والدین سے الگ کر دیا جاتا تھا جنہیں ریاست وفادار نہیں سمجھتی تھی۔ خواتین

کو آزادیِ نسواں کی تحریکوں کے ذریعے ذلیل کردیا جائے گا۔ جنسی آزادی لازم ہوگی۔ خواتین کا بیس سال کی عمر تک ایک مرتبہ بھی جنسی عمل سے نہ گزرنا سخت ترین سزا کا موجب ہوگا۔ خود اسقاطِ حمل سے گزرنا سکھایا جائے گا اور دو بچوں کے بعد خواتین اس کو اپنا معمول بنالیں گی۔ ہر عورت کے بارے میں یہ معلومات عالمی حکومت کے علاقائی کمپیوٹر میں درج ہوں گی۔ اگر کوئی عورت دو بچوں کو جنم دینے کے بعد بھی حمل سے گزرے تو اسے زبردستی اسقاطِ حمل کے کلینک میں لے جایا جائے گا اور اسے آیندہ کے لیے بانجھ کردیا جائے گا۔

جب دجالی قوتیں برتھ کنٹرول پر مکمل عبور حاصل کرلیں گی تو دنیا کا نقشہ کچھ یوں ہوگا:

''ایک عالمی حکومت اور ون یونٹ مانیٹری سسٹم، مستقل غیر منتخب موروثی چند افراد کی حکومت کے تحت ہوگا جس کے ارکان قرونِ وسطیٰ کے سرداری نظام کی شکل میں اپنی محدود تعداد میں سے خود کو منتخب کریں گے۔ اس ایک عالمی وجود میں آبادی محدود ہوگی اور فی خاندان بچوں کی تعداد پر پابندی ہوگی۔ وباؤں، جنگوں اور قحط کے ذریعے آبادی پر کنٹرول کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ صرف ایک ارب نفوس رہ جائیں جو حکمران [یہ طبقہ یہود کے علاوہ کون ہوسکتا ہے؟] طبقہ کے لیے کارآمد ہوں اور ان علاقوں میں ہوں گے جن کا سختی اور وضاحت سے تعین کیا جائے گا اور یہاں وہ دنیا کی مجموعی آبادی کی حیثیت سے رہیں گے۔''

(ڈاکٹر جان کولیمن کی کتاب Conspirators Hierarchy سے ماخوذ)

اے میرے بھائیو! بیدار ہونے کا وقت ہے۔ شریعت کے احکام سمجھ میں نہ بھی آئیں انہیں ماننے کی عادت ڈالو۔ مغربی پروپیگنڈہ بازوں کی خلاف شرع باتوں کا جواب سمجھ میں نہ بھی آئے پھر بھی ان پر یقین نہ کرو۔ مسلمانوں کی نسل کشی کے لیے خاندانی منصوبہ بندی جیسی ایک نہیں کئی مہمیں چل رہی ہیں۔ ایک ایک کو کیا بیان کریں۔ جو چیز خلاف شریعت ہے، اسے چھوڑ دو...... ورنہ دنیا بھر میں پھیلے ''برادرز اور ماسٹرز'' اپنے ہدف

"عالمی دجالی حکومت" تک پہنچ جائیں گے اور ہم نجانے کس گروہ میں ہوں گے اور کس انجام سے دوچار ہوں گے؟؟؟

دجال کہاں ہے؟

یہودیت کی ایک مذہبی دستاویز میں لکھا ہے: ''مسیح (یعنی الدجال) کی روح اس جگہ جہاں وہ قید ہے، رویا کرتی ہے اور یہودیوں کے احوال پر غمگین رہتی ہے اور بار بار ان ملائکہ سے جو اسے قید کیے ہوئے ہیں پوچھتی ہے کہ اسے کب نکلنے کی اجازت ملے گی؟''

یہودی ''مسیح دجال''یعنی ''دجال اکبر'' کے جسے وہ مسیح داؤد کہتے ہیں، کے موجودہ مقام رہائش یا موجودہ پناہ گاہ کو ظاہر نہیں کرتے۔ یا تو ابلیس نے انہیں بھی اس کا علم واضح اور متعین نہیں دیا ہے یا اگر دیا ہے تو یہودی اکابر اسے بے حد خفیہ راز کی طرح رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ چنانچہ ان کی خفیہ ترین بحثوں میں اس تعلق سے جو بات کہی جاتی ہے وہ نہایت معنی خیز ہونے کے ساتھ ساتھ پُراسرار بھی ہے۔ ان کی ایک مذہبی دستاویز مشنیٰ (Mishnah) میں ایک نصیحت ہے:

''ممنوع درجوں'' کی بات تین لوگوں کے مابین بھی نہ کی جائے۔ براشیت (تکوین) کی بات دو لوگوں کے درمیان بھی نہ ہو؛ اور ''مرکبہ'' کی بات تو کوئی شخص تنہا بھی نہ کرے الا یہ کہ وہ خود ''شیخ'' ہو اور اسے اپنے علم کا علم ہو۔''

یہ پُر اسراریت اور رازداری کی کوششیں اپنی جگہ...... لیکن سچی بات یہ ہے کہ یہود کو دجال کے مقام کا صحیح علم ہے نہ اس تک ان کی حقیقۃً رسائی ہے۔ آج تک جتنے روحانی یہودی (جادوگر، سفلی عامل) گزرے ہیں مثلاً: سبا تائی زیوی، اسرائیل بن ایلی زربعل شیم وغیرہ...... نہ یہ اپنے جادو، شیطانی علم اور خبیث جنات سے رابطے کے ذریعے دجال کا ٹھکانا معلوم کر سکے ہیں، نہ ان کے احبار و رہبان (علماء اور پیر) کو اس کا کچھ علم ہے اور نہ ہی ان کے سائنس دان اور خلا نورد اس کی کوئی خبر لا سکے ہیں۔ اللہ پاک نے اپنی سچی کتاب اور سچی نبوت کے ذریعے جو اور جتنا علم مسلمانوں کو دیا ہے، اس کے علاوہ سب غلط ہے۔ یہود کے خواص اس حوالے سے ایک دوسرے کو جس رازداری کی تلقین کرتے ہیں وہ یہودی عوام کے سامنے درحقیقت اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کی کوشش ہے۔

جب یہودیوں کی بات یقینی طور پر غلط ہے تو صحیح بات کیا ہے؟

جن امور کا تعلق غیبیات یا ماوراء الطبعیات سے ہوتا ہے اس میں ہمارے پاس واحد ذریعۂ معلومات وحی ہے۔ انسانیت کے پاس اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار نہیں کہ جن چیزوں کو مشاہدے اور ذاتی تحقیق سے دریافت نہیں کر سکتی ان کے بارے میں ایسے ذریعے پر اعتماد کرے جو مستند بھی ہو اور تسلی بخش بھی۔ اور یہ ذریعہ عقل نہیں، وحی ہے۔ وحی کے نور کے بغیر عقل گمراہ ہے اور گمراہی تک لے جانے والی ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام وہ ہستی ہیں جنہیں زمانۂ جاہلیت کے شدید دُشمن رکھنے والے مخالفین نے بھی ''الصادق الامین'' کا لقب دیا۔ آپ نے زندگی بھر کبھی بھی کسی طرح کا جھوٹ نہیں بولا۔ لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی اطلاعات سے زیادہ مستند ذریعہ معلومات انسانوں کے پاس کوئی اور نہیں۔ آیئے! دنیا کی سب سے سچی اور سب سے زیادہ قابل اطمینان زبان سے پوچھتے ہیں کہ ''دجال کہاں ہے؟'' یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ خود اسی حدیث شریف میں جس میں

دجال کے موجودہ مقام کا تذکرہ ہے، ذکر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی کی تصدیق آپ کی حیات مبارکہ میں ہوگئی تھی جس پر آپ نے خوشی ومسرت کا اظہار فرمایا:

''جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ چکے تو وہ منبر پر تشریف فرما ہوئے اور مسکراتے ہوئے فرمایا: ''تمام لوگ اپنی اپنی جگہ بیٹھے رہیں۔ پھر فرمایا: جانتے ہو میں نے تمہیں کیوں جمع کیا ہے؟''لوگوں نے کہا: ''اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بہتر جانتے ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! میں نے تمہیں نہ تو کسی چیز کا شوق دلانے کے لیے جمع کیا ہے اور نہ کسی چیز سے ڈرانے دھمکانے کے لیے اکٹھا کیا ہے بلکہ میں نے تمہیں یہ بتانے کے لیے جمع کیا ہے کہ تمیم داری پہلے عیسائی تھا۔ وہ آیا۔ اس نے بیعت کی اور اسلام میں داخل ہوگیا۔ اس نے مجھے ایسا واقعہ سنایا جوان باتوں سے تعلق رکھتا ہے جو میں تمہیں دجال کے بارے میں بتایا کرتا ہوں۔

اس نے مجھے بتایا کہ وہ لخم اور جذام قبیلہ کے تیس آدمیوں کے ہمراہ ایک بحری جہاز میں سمندر کے سفر پر روانہ ہوا۔ سمندر کی لہریں مہینہ بھر انہیں اِدھر اُدھر دھکیلتی رہیں یہاں تک کہ وہ ایک جزیرے میں پہنچ گئے۔ اس وقت سورج غروب ہو رہا تھا۔ وہ ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ جب وہ جزیرے میں داخل ہوئے تو ان کو ایک جانور ملا جس کے جسم پر بہت سے بال تھے۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے انہیں اس کے آگے پیچھے کا کچھ پتا نہ چل رہا تھا۔ انہوں نے کہا: تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا کہ میں جساسہ ہوں۔ انہوں نے پوچھا: ''یہ جساسہ کیا چیز ہے؟'' اس نے کہا: ''اے لوگو! خانقاہ میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ وہ تمہاری خبریں سننے کا بڑے تجسس سے انتظار کر رہا ہے۔''

بیان کرنے والا بتاتا ہے کہ جب اس نے آدمی کا ہم سے ذکر کیا تو ہمیں خوف لاحق ہوا کہ یہ جانور شیطان نہ ہو۔ پھر ہم تیزی سے چلے اور خانقاہ میں داخل ہوگئے۔ وہاں ہم نے بھاری

بھرکم قد کاٹھ کا ایک آدمی دیکھا جس کے گھٹنوں سے ٹخنوں تک بندھی ایک لوہے کی زنجیر تھی اوراس کے ہاتھ اس کی گردن کے ساتھ بندھے تھے۔ ہم نے پوچھا: ''تیرا ناس ہو تو کیا چیز ہے؟'' اس نے کہا: ''میرا پتا تمہیں جلد چل جائے گا۔ یہ بتاؤ کہ تم کون ہو؟'' ہم نے کہا کہ ہم عرب سے آئے ہیں۔ ہم جہاز میں سوار ہوئے۔ سمندر میں طوفان آ گیا، مہینہ بھر لہریں ہمیں دھکیلتی رہیں۔ یہاں تک کہ اس جزیرے کے کنارے لے آئیں۔ ہم کشتی میں بیٹھ کر جزیرے میں داخل ہوئے۔ یہاں ہمیں ایک جانور ملا جس کے بدن پر بہت بال تھے۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: ''تیرا ناس ہو، تو کیا چیز ہے؟'' اس نے کہا: ''میں جساسہ ہوں۔'' ہم نے پوچھا: ''یہ جساسہ کیا چیز ہے؟'' اس نے کہا: ''خانقاہ میں موجود اس آدمی کی طرف جاؤ۔ وہ تمہاری خبریں سننے کا بہت شوق سے انتظار کر رہا ہے۔ ہم تیزی سے تمہاری طرف آئے۔ اس ڈر سے کہ کہیں یہ شیطان نہ ہو۔''

اس نے کہا: ''مجھے بیسان کے نخلستان کا حال بتاؤ۔'' ہم نے کہا کہ اس نخلستان کے بارے میں کون سی بات پوچھنا چاہتے ہو؟ اس نے کہا: ''میں جاننا چاہتا ہوں کہ کیا اس کے درختوں پر پھل آتے ہیں یا نہیں؟'' ہم نے کہا: ''ہاں!'' اس نے کہا: ''مجھے طبریہ کی جھیل کے بارے میں بتاؤ۔ ہم نے پوچھا: ''اس کی کون سی بات جاننا چاہتے ہو؟'' اس نے کہا: ''کیا اس میں پانی ہے؟'' ہم نے کہا: ''ہاں! اس میں بہت پانی ہے۔'' وہ بولا: ''اس کا پانی بہت جلد ختم ہو جائے گا۔'' پھر اس نے کہا: ''مجھے زغر کے چشمہ کے بارے میں بتاؤ۔'' ہم نے پوچھا: ''کون سی بات معلوم کرنا چاہتے ہو؟'' زنجیر میں جکڑے آدمی نے کہا: ''کیا چشمہ میں پانی ہے اور لوگ اس پانی سے کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں؟'' ہم نے کہا: ''اس میں بہت پانی ہے اور شہر کے رہنے والے اس سے کھیتوں کی آبیاری کرتے ہیں۔'' پھر اس نے

پوچھا: ''مجھے نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بتاؤ۔ اس نے کیا کیا ہے؟'' ہم نے کہا: ''وہ مکہ سے نکل کر یثرب (مدینہ) میں آگئے ہیں۔'' اس نے پوچھا: ''کیا عربوں نے اس کے ساتھ جنگ کی؟'' ہم نے کہا: ''ہاں!'' اس نے پوچھا: ''اس نے ان کے ساتھ کیا کیا؟'' ہم نے بتایا کہ ''وہ اردگرد کے عربوں پر غالب آچکے ہیں اور انہوں نے ان کی اطاعت قبول کرلی ہے۔'' اس پر اس نے کہا: ''کیا واقعی ایسا ہو چکا ہے؟'' ہم نے کہا: ''ہاں!'' اس پر اس نے کہا: ''ان کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ اس کی اطاعت قبول کرلیں۔ اب میں تمہیں اپنے بارے میں بتاتا ہوں۔ میں دجال ہوں۔ مجھے عنقریب خروج کی اجازت مل جائے گی۔''
(صحیح مسلم حدیث: 7208، روایت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا)

اس حدیث شریف سے اتنا معلوم ہوگیا کہ دجال کسی اور سیارے میں نہیں، نہ ماوراء الارض کسی طبقے میں ہے، نہ لاہوت لامکان میں ہے۔ وہ اسی زمین پر کسی جزیرے میں مقید ہے۔ اب قبل اس کے کہ ہم یہ سوال چھیڑیں کہ وہ جزیرہ کہاں ہے؟ مذکورہ بالا حدیث شریف میں مذکورہ دجال کے تین سوالات پر غور کرتے ہیں۔ کیونکہ باہر سے آنے والے آدمی سے خصوصیت کے ساتھ ان تین سوالات کا مطلب یہ ہے کہ ان میں کوئی خاص بات پوشیدہ ہے۔ ان سے دجال کا کوئی خاص تعلق ہے۔ وہ تین سوالات یہ ہیں:

دجال کے تین سوالات

(1) بیسان میں واقع کھجوروں کے باغ میں پھل آتے ہیں یا نہیں؟

(2) طبریہ کی جھیل میں پانی ہے یا نہیں؟

(3) زُغر کے چشمہ کے لوگ کھیتوں کو سیراب کرتے ہیں یا نہیں؟

ہم ان تین سوالات پر غور کرتے ہیں کہ تاکہ خروج دجال اور ان کے درمیان کے تعلق کو سمجھ سکیں۔ اس کے بعد حدیث شریف میں مذکور ایک خاص نکتے پر سوچیں گے یعنی

جزیرے میں موجود اس شخصیت کے کردار پر جسے ''الجساسہ'' کا نام دیا گیا ہے۔

(1) بیسان کا باغ:

بیسان فلسطین میں ایک جگہ کا نام ہے۔ اسے سب سے پہلے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں مشہور کمانڈر صحابی حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے فتح کیا تھا۔ 1924ء میں خلافت عثمانیہ کے سقوط کے بعد جب جزیرۃ العرب کے حصے بخرے ہوئے تو یہ اردن کا حصہ بن گیا۔ 1948ء تک یہ اسلامی ملک اُردن کا حصہ تھا۔ مئی 1948ء میں اسرائیل نے بیسان سمیت ارد گرد کے علاقے پر قبضہ کر لیا اور تا حال یہ اسرائیل کے قبضہ میں ہے جو دجالی ریاست ہے۔ یہ علاقہ قدیم زمانے میں کھجوروں کے باغات کے لیے مشہور تھا جس کی تصدیق صحابیِ رسول نے کی...... لیکن اب یہاں پھل نہیں پیدا ہوتا۔ مشہور مؤرخ اور سیاح علامہ یاقوت حموی اپنی شہرہ آفاق کتاب ''معجم البلدان'' میں فرماتے ہیں کہ میں کئی مرتبہ بیسان گیا ہوں لیکن مجھے وہاں صرف دو پرانے کھجوروں کے باغ ہی نظر آئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہاں کے باغ پہلے پھل دیتے تھے۔ 626ھ تک جو علامہ حموی کی تاریخ وفات ہے، ان درختوں نے پھل دینا بند کر دیا تھا۔ اللہ اکبر! یہ دجال کی اس بات کی تصدیق ہے کہ ''وہ زمانہ قریب ہے جب ان درختوں پر پھل نہیں آئیں گے۔''

گویا دجال کے خروج کی تین بڑی علامتوں میں سے ایک علامت پوری ہوگئی ہے۔

(2) بحیرہ طبریہ کا پانی:

دجال کا دوسرا سوال یہ تھا کہ بحیرہ طبریہ کا پانی خشک ہو چکا ہے یا نہیں؟ گویا اس پانی کے خشک ہونے کا دجال کے خروج سے ضرور کوئی تعلق ہے۔ بحیرہ طبریہ اسرائیل کے شمال مشرق میں اردن کی سرحد کے قریب واقع ہے۔ اس کی لمبائی 23 کلومیٹر اور زیادہ سے زیادہ چوڑائی 13 کلومیٹر ہے۔ اور انتہائی گہرائی 157 فٹ ہے۔ اس کا کل رقبہ 166 مربع کلومیٹر

ہے۔ اس پر اس وقت اسرائیل کا قبضہ ہے اور دلچسپ بات یہ ہے کہ اس کا پانی بھی بغیر کسی ظاہری وجہ کے رفتہ رفتہ خشک ہوتا جا رہا ہے۔ اسرائیلی حکومت خلیج عقبہ سے پانی کی پائپ لائنوں کے ذریعے یہاں پانی پہنچاتی ہے۔ لیکن بحیرۂ طبریہ کا پانی میٹھا اور سمندر کا پانی کڑوا ہے۔ اس لیے اسے میٹھا کرنے کے لیے بڑے بڑے پلانٹ نصب کرنے پڑے ہیں جس سے بڑے پیمانے پر اخراجات آتے ہیں۔ بحیرۂ طبریہ کے خشک ساحلوں کی تصویریں کئی سال پہلے ان کالموں کے ساتھ شائع ہو چکی ہیں۔ اس کا خشک ہونا اس بات کی دلیل ہے کہ دجال کی زبانی اس کے خروج کی زبانی دوسری علامت بھی پوری ہو چکی ہے۔

(3) زُغر کا چشمہ:

دجال کا تیسرا سوال...... جو درحقیقت اس کو خروج کی اجازت ملنے کا وقت قریب آنے کی تیسری علامت ہے...... زُغر کے چشمے کے بارے میں تھا۔ زُغر دراصل حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی کا نام ہے۔ آپ کی دو صاحبزادیاں تھیں۔ ''ربہ'' اور ''زُغر''۔ بڑی صاحبزادی کو انتقال کے بعد جس جگہ دفنایا گیا وہاں قریب ہی ایک چشمہ تھا جس کا نام ''عین ربہ'' پڑ گیا۔ عربی میں چشمے کو ''عَیۡن'' کہتے ہیں۔ چھوٹی صاحبزادی کے انتقال پر انہیں بھی ایک چشمے کے قریب دفن کیا گیا تو اس کا نام ''عَیۡنِ زُغَر'' (زُغر کا چشمہ) پڑ گیا۔ یہ جگہ بھی اسرائیل ہی میں بحر مردار (Dead Sea) کے مشرق میں ہے۔ دجال کی تفتیش اور تجسس کے عین مطابق یہ تیسری جگہ بھی اسرائیل میں واقع ہے اور اس کا پانی پوری طرح خشک ہوتے ہی اسے خروج کی اجازت مل جائے گی۔

دجال کے جاسوس:

حدیث شریف میں دجال کے ان تین سوالوں کے علاوہ ایک اور نکتہ قابل ذکر ہے۔ صحابی نے فرمایا: ''جزیرے میں ہمیں ایک عجیب و غریب مخلوق ملی جس کے بدن پر

بہت بال تھے۔ بالوں کی کثرت کی وجہ سے اس کے آگے پیچھے کا پتا نہیں چل رہا تھا۔ ہم نے اس سے پوچھا: تیرا ناس ہو۔ تو کیا چیز ہے؟ اس نے کہا میں جساسہ ہوں۔''

''جساسہ'' جاسوسی کرنے والے (جاسوس یا جاسوسہ) کو کہتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ اس جزیرے پر دجال کے علاوہ جو واحد جاندار موجود تھا وہ جاسوسی پر متعین ایک عجیب وغریب مخلوق تھی۔ اس سے سمجھ لینا چاہیے کہ جاسوسی اور اطلاعات کا حصول دجال کا اہم ترین حربہ ہوگا۔ اطلاعات کا حصول نگرانی اور خفیہ اطلاعات کا حصول خفیہ نگرانی سے ہوتا ہے۔ دجال دنیا بھر میں اپنے کلی اقتدار کے قیام واستحکام کے لیے خفیہ نگرانی کا جال بچھائے گا اور زمین پر موجود کسی متنفس کو اپنی اکلوتی آنکھ کے دائرے سے باہر نہ جانے دے گا۔ اس کے لیے کچھ ایسی چیزیں ابھی سے شروع ہو گئی ہیں جو دجال کے اس ہمہ گیر گرفت اور جابرانہ جکڑ بندی کی راہ ہموار کر رہی ہیں۔ مثلاً:

1- ڈیٹا انفارمیشن:

کچھ عرصے سے پوری دنیا میں ہر ذی روح کے کوائف جمع کرنے کا ایک نظام متعارف ہو رہا ہے جو دھیرے دھیرے اپنا دائرہ کار بڑھا رہا ہے۔ بظاہر اس کا عنوان متاثر کن ہے۔ مثلاً: ملکی سلامتی کے لیے وطن کے اصل باشندوں کے کوائف جمع کرنا۔ چنانچہ روئے زمین پر بسنے والے اکثر بنی آدم کے نام، پتے، تصویریں، انگلیوں کے نشانات کسی نہ کسی عنوان سے کہیں نہ کہیں محفوظ کیے جا چکے ہیں۔ کسی فرد کے بارے میں مکمل معلومات انگلی کی ایک حرکت سے اسکرین پر لائی جا سکتی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ یہ ملکی سلامتی کے لیے ضروری ہے...... لیکن اس کا کیا جائے کہ ملکی سلامتی کے لیے اربوں روپے خرچ کر کے جمع کیا جانے والا یہ مواد بلجیم کے دارالحکومت برسلز بھیج دیا جاتا ہے اور ہر ہر فرد کو نیٹو کی زیر نگرانی کام کرنے والے ایک ماسٹر کمپیوٹر کی نکیل ڈال دی جاتی ہے۔ نادرا جیسے ادارے اسی لیے وجود

میں لائے گئے ہیں کہ کچھ سالوں بعد تک کوئی بھی فرد خفیہ نگران کاروں سے چھپا نہ رہ سکے۔ وہ جہاں جائے نادیدہ آنکھوں کی خفیہ نگرانی کے حصار میں رہے۔ مختلف افراد کے بارے میں معلومات اور اطلاعات مہیا کرنے کے لیے ڈیٹا کمپنیاں وجود میں آ گئی ہیں جو مختلف اشیا کے گاہکوں یا استعمال کنندگان کے نام پتے، فون نمبر، ای میل ایڈریس فراہم کرتی ہیں۔ اپنے کاروبار کو فروغ دینے کے خواہشمند بزنس مین ان سروے کمپنیوں کی جانب سے مہیا کی گئی معلومات پر انحصار کرتے ہیں۔ اسے ''کنزیومر سروے'' کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ہیلتھ سروے اور دیگر سروے ہوتے رہتے ہیں۔ ان کے نتیجے میں حاصل ہونے والی معلومات بھی براہِ راست برسلز پہنچ جاتی ہیں۔ آپ کی نظروں سے کئی مرتبہ اس قسم کے سروے فارم گذرے ہوں گے جنہیں آپ نے معمول کی کارروائی سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہوگا۔ ''برادری'' یہی چاہتی ہے۔ عوام کو استعمال کرنے کا جدید طریقہ یہی ہے۔ انہیں یہ چیز نارمل اور معمول کے مطابق محسوس ہو۔

جب ایک فرد کسی بڑے اسٹور مثلاً ایسڈا، ٹیسکو یا سینز بری میں شاپنگ کے لیے جاتا ہے تو اسے لائیلٹی کارڈ پیش کیا جاتا ہے جو آپ کو ڈسکاؤنٹ دلاتا ہے۔ اس لائیلٹی کارڈ میں خریدار کے بارے میں معلومات درج ہوتی ہیں۔ مثلاً اس کا ایڈریس، فون نمبر، وہ شاپنگ جو اس نے کر رکھی ہے اور وہ برانڈز جو اسے پسند ہیں وغیرہ وغیرہ۔ اسٹور میں نصب کیمرے خریدار کی ہر حرکت محفوظ کرتے رہتے ہیں۔ ان کیمروں کے ذریعے خریدار کی نقل و حرکت اور دلچسپی کا بھی پتا چلتا رہتا ہے۔ کون سی مصنوعات اس نے فوراً اٹھالیں اور کن مصنوعات کے بارے میں وہ متذبذب رہا؟ اور کن کو اس نے ناپسند کر کے متبادل کی طرف ہاتھ بڑھایا؟ بالآخر ان کارڈز میں درج معلومات بھی سپر کمپیوٹر میں محفوظ کرنے کے لیے روانہ کر دی جاتی ہیں۔ مغرب کے نگران کاروں کے پاس شرق کے باسیوں کا ڈیٹا جمع کرنے کا

ایک ذریعہ ’’این جی اوز‘‘ ہیں۔یقین نہ آئے تو شاہد حمید کی کہانی سن لیجیے۔

’’شاہد حمید‘‘ جذبۂ حب الوطنی سے سرشار ایک نوجوان تھا جو پاکستان کے لیے کچھ کرنا چاہتا تھا۔اس شوق کی تکمیل کے لیے وہ اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے اپنی طویل ملازمت کو خیر باد کہہ کے ایک این جی او میں شامل ہوگیا۔اس کا کام شہروں کے مضافات میں رہنے والے ایسے ہر فرد کے بارے میں معلومات اکٹھی کرنا تھا جو کم از کم دس افراد پر اثر انداز ہوسکے۔یہ معلومات متعلقہ فرد کے مرتبہ تعلیم، مذہب، اولاد اور دلچسپیوں پر مشتمل تھیں۔یہ سمجھتے ہوئے کہ مذکورہ معلومات غریب لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے ضروری ہیں وہ دن رات جوش و جذبہ کے ساتھ کام کرتا رہا۔اسے قطعاً علم نہیں تھا کہ وہ ایک ایسا Data اکٹھا کرنے کے لیے استعمال ہو رہا ہے جو ایک عالمی حکومت کے TSP کے لیے سپر کمپیوٹر کو فیڈ کیا جائے گا۔TSP سے مراد Total Surveillance Program (مکمل نگرانی) ہے۔اس نے محسوس کیا کہ وہ جتنی معلومات ارسال کر رہا ہے اسے این جی اوز کے ڈائریکٹرز خاموشی سے وصول کیے جا رہے ہیں جبکہ عملدرآمد کے لیے کچھ نہیں کیا جا رہا۔یہ صورتِ حال جاری رہی، یہاں تک کہ اس نے بار بار استفسار کیا کہ ان معلومات کا استعمال کیا ہوگا؟ اس اسرار کو سمجھنے کے لیے بار بار کوشش کے باوجود ناکام ہونے پر وہ دل برداشتہ ہو کر واپس اپنی پرانی ملازمت میں آگیا۔خوش قسمتی سے اس کا باس ان معاملات کو اچھی طرح سمجھتا تھا۔ چنانچہ اس نے خندہ پیشانی کے ساتھ اسے واپس ملازمت میں لے لیا۔اسے معلوم ہوا کہ ’’برادری‘‘ کے لوگ نہ صرف این جی اوز کے ذریعے ضروری معلومات اکٹھی کرتے ہیں بلکہ پرسنل ڈیٹا ڈسک چوری کر کے بھی حاصل کر لیتے ہیں۔اس کی ایک مثال نرسوں کے ریکارڈ کی چوری جسے روزنامہ جنگ کے رپورٹر نے درج ذیل رپورٹ میں آشکارا کیا لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہ رینگی:

''اسلام آباد (جنگ رپورٹر) باوثوق ذرائع کے مطابق پاکستان نرسنگ کونسل ہیڈکوارٹرز سے ایک ہارڈ ڈسک اور کمپیوٹر ریم چوری ہوگئی ہے جس میں ہزاروں نرسوں کا ڈیٹا موجود ہے۔ بتایا گیا ہے کہ پاکستان نرسنگ کونسل کی ایگزیکٹو کمیٹی کا ایک اجلاس مسز فیض عالم کی سربراہی میں ہوا۔ جس نے اسلام آباد پولیس کو اس چوری کی مزید تفتیش کرنے سے روک دیا ہے۔'' حیرت ہے کہ پولیس کو اس چوری کی تفتیش سے آخر کیوں روک دیا گیا؟

(روزنامہ جنگ لندن، منگل، 29 اگست، 2000ء)

یہ کام عورتوں میں دلچسپی رکھنے والے کسی جنونی کا نہیں۔ یہ مکمل سازش ہے 1998-99ء میں ایک امریکی کمپنی پاکستان کی سڑکوں/گلیوں کی پیمائش ایک ایک انچ کے حساب لے رہی تھی۔ اس کمپنی نے اپنا کام مکمل کیا۔ اپنا سامان باندھا اور پرواز کرگئی۔ پاکستان میں کسی سرکاری یا غیر سرکاری فرد نے ان سے یہ پوچھنے کی زحمت گوارا نہیں کی کہ اتنی باریک پیمائش کا مقصد کیا ہے؟

کینیڈا لاٹری ایک اور دام ہے جسے تیسری دنیا سے ڈیٹا اکٹھا کرنے کے لیے فری میسنری استعمال کرتی ہے۔ ممکنہ طور پر فنگر پرنٹس بھی حاصل کیے جاتے ہیں۔ ہر سال اس لاٹری میں تین ملک شامل کیے جاتے ہیں۔ صرف 70 ہزار (ان میں سے کسی ایک کا بھی نام منظر عام پر نہیں آتا...... لیکن یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہیں اپنی ارضِ موعودہ، مواقع کی سرزمین، فری میسنوں کی سرزمین، کینیڈا آف امریکا کی شہریت ملے گی۔

2- نگراں کیمرے:

دنیا بھر میں نگرانی کا ''فریضہ'' انجام دینے والے کیمرے جا بجا نصب ہوگئے ہیں اور تیزی سے ہر جگہ پھیل رہے ہیں۔ کراچی میں بڑی شاہراہوں کے علاوہ حبیب چورنگی جیسی جگہ میں بھی کیمروں سے لدا ہوا بلند و بالا ٹاور نصب ہے جسے دیکھ کر اپنے ملک کی

"تیز رفتار ترقی" پر رشک آتا ہے۔

عام طور پر کیمروں کی موجودگی کا جواز یہ پیش کیا جاتا ہے کہ اس طرح جرائم سے تحفظ، لوگوں کی جان و مال کی حفاظت اور شاہراہوں پر تیز رفتار ڈرائیونگ روکنے میں مدد ملتی ہے لیکن اصل مقصد "نگرانی" ہے اور اس مقصد کے لیے کرۂ ارض کے ارد گرد درجنوں سیٹلائٹس (مصنوعی سیارے) ہیں۔ یہ سیٹلائٹ اپنے کیمروں کے ذریعے زمین کے ایک ایک مربع گز کی واضح ترین تصویر حاصل کر کے کھوئی ہوئی سوئی بھی تلاش کر لیتے ہیں لیکن وہ ابھی تک گھروں کے اندر ہونے والی سرگرمیاں نہیں دیکھ سکتے۔ چھتوں کے نیچے ہونے والی سرگرمیوں کے بارے میں جاننے کے لیے انہیں سروے انفارمیشن پر انحصار کرنا پڑتا ہے۔ جن کا ذکر ابھی گزرا۔ آپ کے گھر سے نکلنے اور واپس آنے تک آپ پر نظر رکھی جاتی ہے۔ گلیوں میں نصب کیمروں، دکانوں، بسوں، ریل گاڑیوں میں نصب کیمروں کے ذریعے آپ کی نقل و حرکت پر نظر رکھی جاتی ہے۔ ٹرانسپورٹ کیمرے تو نہایت حساس اور بٹن کے سائز کے ہوتے ہیں۔ برادری کے "بگ برادر" آپ کو ہر جگہ دیکھ رہے ہیں۔

3- چینل اور کمپیوٹر:

جب آپ واپس گھر آ جاتے ہیں تو سیٹلائٹ چینل سبسکرپشن اور Pay as you watch کے ذریعے "انہیں" معلوم ہوتا ہے کہ آپ کون سے چینلز میں دلچسپی رکھتے ہیں؟ آپ کے ٹیلی فون ریکارڈ کے ذریعے "وہ" آپ کے خاندان اور دوستوں کے بارے میں بھی جانتے ہیں۔ آپ کے کمپیوٹر کے ذریعے انہیں علم ہے کہ آپ کون سی ویب سائٹس وزٹ کرتے ہیں۔ کون سی ای میل آپ کو ملتی ہے اور آپ کے کمپیوٹر لنکس کیا ہیں؟ کچھ کلیدی لفظ Key Words ہیں جو مشکوک ہیں۔ انہیں کمیونی کیشن سسٹم (مواصلاتی نظام) میں فیڈ کر دیا گیا ہے، مثلاً: اُسامہ بن لادن۔ آپ انہیں آن لائن لکھیں یا ادا کریں۔

خصوصی نگرانی از خود آپ کو اپنے فوکس میں لے لیتی ہے۔ آپ چاہے فون پر ہوں، ای میل کریں یا کوئی ویب سائٹ وزٹ کریں۔ آپ کی جاسوسی شروع ہو جائے گی۔ یہ ہے جساسہ......

4-سفری ٹکٹ:

آج کل ٹکٹ بنوانے کے لیے ذاتی معلومات دینی پڑتی ہیں۔ فون نمبر لکھوانا پڑتا ہے۔ اندرون ملک پروازوں کے لیے بھی شناختی کارڈ لازمی ہوتا جا رہا ہے۔ عمرہ یا حج پر جانا اور بیرونِ ملک سفر کرنا تو اپنے آپ کو ہر لمحے نادیدہ اکلوتی آنکھ کے آلہ کاروں کی نگرانی میں دینے کا مترادف ہے۔ یہ دراصل باشندگان کرۂ ارض کے گرد ہمہ وقت نگرانی کا حصار سخت کرنے کی طرف پیش رفت ہے۔

5-رقوم کی منتقلی:

دجالی قوتوں نے سرمایہ کی منتقلی پر کس قدر گہری نظر رکھی ہوئی ہے، اس کا اندازہ اس سے کریں کہ بیرون ملک سے کوئی شخص کسی فرد یا ادارے کو رقم بھیجنا چاہے تو یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک نیویارک سے اس کی کلیئرنس نہ ہو جائے۔ اندرون ملک رقوم بھجوانے کے لیے بھی بیسیوں سوالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ نہ صرف عوام کی زندگی تنگ ہوتی جا رہی ہے بلکہ اس کے گرد دجال کی جاسوس طاقتوں کا گھیرا بھی تنگ ہو رہا ہے۔

دجال کا مقام

اب اہم اصل سوال کی طرف لوٹتے ہیں۔ دجال اکبر کہاں ہے؟ کس جگہ روپوش ہے؟ اگر اسی زمین پر ہے جس کا چپہ چپہ چھان مارا جا چکا ہے، جس کا ذرہ ذرہ سیٹلائٹ کی نگرانی میں ہے، تو اس کا انکشاف کیوں نہیں ہوتا؟ اس تک پہنچا کیوں نہیں جاسکتا؟

یہودی علماء (احبار و رہبان) ''دجال اکبر'' کے موجودہ مسکن کے حوالے سے نہایت تضاد بیانی کا شکار ہیں۔ کبھی کہتے ہیں کہ دجال اکبر ''قن'' یا ''قنم'' میں ہے۔ ''قنم'' کے معنی کبھی چڑیا کا گھونسلہ کرتے ہیں۔ کبھی لکڑی کا تابوت اور کبھی پہاڑ کا غار۔ کبھی اس کا قید خانہ، ماوراء الارض طبقات میں بتاتے ہیں، کبھی زمین کے قریب سیاروں میں، کبھی خلا کے نامعلوم مقام میں...... اسے وہ ''جبل'' یا ''زبَل'' کہتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ مسیح الدجال کی موجودہ رہائش گاہ ہے۔ جہاں ان کا نجات دہندہ اس وقت رہتا ہے۔ یہی رہائش گاہ اس کے ظہور کے وقت روئے ارض پر آ کر یروشلم میں قائم ہو جائے گی۔ یہود کے بددیانت علمائے سوء کے مطابق اصل ہیکل اور قربان گاہ بھی وہیں ہے جہاں المسیح الدجال روپوش ہے۔ مسیح کا آنا دراصل اس ہیکل اور روئے زمین پر قائم کرنے کے لیے ہوگا۔ یہ

سب اپنی جہالت پر پردہ ڈالنے کی کوشش اور ٹامک ٹوئیاں ہیں۔ سچی بات وہ ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادی ہے کہ وہ اسی زمین پر ہے۔ مشرق کی جانب میں ہے۔ ایک جزیرے میں ہے۔ فرشتوں کی قید میں ہے اور وقت سے پہلے ساری دنیا کے سیٹلائٹ مل کر اسے تلاش کر سکتے ہیں نہ پوری دنیا کے یہودی مل کر اسے چھڑوا سکتے ہیں۔

یہ بات مکمل طور پر صحیح نہیں کہ سیٹلائٹ کے ذریعے زمین کے چپے چپے کو چھان مارا گیا ہے اور خشکی و سمندر کی مکمل سکیننگ ہو چکی ہے۔ ابھی حال ہی میں خبر آئی تھی کہ برازیل کے جنگلوں میں ایسے وحشی قبیلے کا انکشاف ہوا ہے جہاں جدید دور کے انسان کے قدم آج تک نہیں پہنچے۔ لہٰذا یہ بات بعید از قیاس نہیں کہ دنیا میں اب بھی بہت دشوار گزار جگہیں ہیں جہاں ''نادیدہ آنکھ'' اب تک نہیں پہنچ سکی۔

ابلیسی سمندر اور شیطانی تکون:

حدیث شریف میں آتا ہے:

(یہ واقعہ سنانے کے بعد) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصا منبر پر مار کر فرمایا: ''یہ ہے طیبہ۔ یہ ہے طیبہ [یعنی مدینہ منورہ]۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں تم کو یہی بتایا کرتا تھا۔ جان لو کہ دجال شام کے سمندر (بحیرۂ روم) میں ہے یا یمن کے سمندر (بحر عرب) میں ہے۔ نہیں! وہ مشرق میں ہے! مشرق میں! اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مشرق کی طرف اشارہ کیا۔'' (صحیح مسلم: حدیث 7208)

اب جزیرۃ العرب سے مشرق کی جانب دیکھا جائے تو دو جگہیں ایسی ہیں جنہیں مغرب کے عیسائیوں کے ہاں بھی ''شیطانی سمندر''، ''شیطانی جزیرے'' یا ''جہنم کا دروازہ'' کہا جاتا ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ دونوں کا آخری سرا امریکا سے جا ملتا ہے۔

(1) مشرق بعید میں بحر الکاہل کے ویران اور غیر آباد جزائر آتے ہیں...... ان کے

اردگرد کے گہرے اور خوفناک پانیوں کا نام ہی ''شیطانی سمندر'' (Devils Sea) ہے۔ یہ جنوب مشرقی جاپان، آیوجیاتی یونین اور جزائر ماریانہ کے قریب ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ وہاں کوئی بھی اسلامی ملک نہیں پھر اسے ''شیطانی سمندر'' کا عالمی نام کس نے دیا؟ مسلمان ایسی نکتہ طرازی کریں تو سمجھ میں آتی ہے، غیر مسلموں نے اسے کیوں ابلیسی ٹھکانہ قرار دیا؟

یہاں یہ بات بھی مدنظر رہے کہ مشرق کی جانب واقع سمندر میں امریکا کی ایک سمندری ریاست بھی موجود ہے۔ امریکا کی پچاس ریاستیں ہیں جب کہ اس کے پرچم پر موجود پچاس ستاروں سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان میں سے اڑتالیس تو اکٹھی ہیں۔ دو ذرا فاصلے سے ہیں:

(۱) الاسکا۔ اس کے اور امریکا کے بیچ میں کینیڈا حائل ہے۔ یہ 1867ء تک روس کے پاس تھی۔ اس کے اور روس کے بیچ میں صرف درۂ بیرنگ نامی تنگ سمندری گذرگاہ ہے۔ جو 170 ڈگری شمالاً جنوباً پر واقع ہے۔ جغرافیائی اعتبار سے یہ شمالی امریکا کی حدود میں آتی تھی اور امریکی برآعظم میں ایشیائی روس کی موجودگی امریکیوں کو نہایت کھلتی تھی۔

امریکا کے سترہویں صدر اینڈریو جانسن کی زندگی میں سب سے بڑی کامیابی یہ تھی کہ انہوں نے 18 اکتوبر 1867ء کو الاسکا کا 5 لاکھ 86 ہزار مربع میل پر پھیلا ہوا برفستان زارِ روس الیگزینڈر دوم (1855ء-1881ء) سے سات ملین ڈالر کی مالیت کے برابر ہونے کے بدلے خرید کر امریکی وجود کو روسی داغ سے پاک کرلیا۔ اس طرح الاسکا اپنے وسیع رقبے اور قیمتی معدنیات کے ساتھ انچاسویں ریاست کی حیثیت سے شرف بہ امریکا ہوا۔

(۲) جزیرۂ ہوائی جس کا صدر مقام ''ہونولو'' ہے۔ اس کا رقبہ گیارہ ہزار مربع میل ہے۔ یہ 1898ء میں پچاسویں ریاست کے طور امریکا میں شامل ہوا۔ بحرالکاہل کے بیچ میں ہے اور بحرالکاہل وہی سمندر ہے جس کا ایک مقام ''ماریانہ ٹرینچ'' دنیا کی گہری ترین جگہ

ہے، جس کی تہہ میں خوفناک آتش فشاں ہیں، جس میں زیر آب زلزلے آتے رہتے ہیں.....اور.......جس کا ایک حصہ ''شیطانی سمندر'' کے نام سے مشہور ہے۔

(2) اور پھر......بحر اکاہل کے پار امریکا ہے۔ امریکا کے قریب سمندر میں ایسا تکونی خطہ ہے جس کے متعلق عجیب وغریب قصے کہانیاں مشہور ہیں۔ ان میں حقیقت کم اور افسانہ زیادہ ہے۔ حقیقت اتنی ہے کہ یہ ''شیطانی تکون'' ہے۔ ''تکون'' سے آپ کے ذہن میں کیا بات آتی ہے۔ تکون کہاں استعمال ہوتی ہے؟ کس فرقے کا مخصوص نشان ہے؟

کس ملک کے نوٹ پر اہرام نما تکون چھپی ہوئی ہے؟ ''برمودا ٹرائی اینگل'' آج کی ترقی یافتہ سائنس کے لیے بھی ایک معمیٰ ہے۔ جدید ترین طیاروں اور بحری جہازوں کے آلات اس خطے میں داخل ہوتے ہی بے کار ہو جاتے ہیں۔ قریب پہنچتے ہی متاثر ہونے لگتے ہیں۔ اس کے اندر اللہ پاک کسی کو اپنی قدرت سے لے جائے تاکہ وہ دنیا والوں کو آگاہ کر سکے تو اس کی خصوصیت ہے۔ عام آدمی کے بس کی بات نہیں۔ زمین چونکہ گول ہے اس لیے اگر دجال کے مقام کو مبہم رکھنے کے لیے مشرق کی طرف اشارہ کیا جائے جو کہ آگے جا کر بہرحال (زمین کے گول ہونے کی وجہ سے) مغرب تک پہنچے گا تو یہ درج بالا حدیث شریف کی ایک ممکنہ تاویل ہو سکتی ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ اس سے زیادہ قوی تاویل وہ ہے جو ایک مصری محقق عیسیٰ داؤد نے اپنی کتاب ''مثلث برمودا'' میں کی ہے کہ پہلے دجال بحر اکاہل کے ان ویران جزائر میں قید تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر اسے بیڑیوں سے تو رہائی مل گئی۔ وہ زنجیروں سے آزاد ہو گیا ہے اور اپنے خروج کی راہ ہموار کر رہا ہے، لیکن اسے ابھی خروج کی اجازت نہیں ملی لہٰذا وہ ''شیطانی سمندر'' سے ''شیطانی تکون'' تک رابطے میں ہے جس کے قریب شیطانی تہذیب پروان چڑھ کر نکتۂ عروج کو پہنچنے ہی والی ہے۔

بحر شیطان سے مثلث شیطان تک: بحر اکاہل کے شیطانی سمندر اور بحر اوقیانوس کی

''شیطانی تکون'' میں کئی خصوصیات کے اعتبار سے مماثلت پائی جاتی ہے جو یہ سوچنے پر مجبور کرتی ہے کہ ان دونوں میں کوئی ایسا تعلق ضرور ہے جو دنیا کی نظر سے پوشیدہ ہے اور یہ تعلق لازماً شیطانی ہے، رحمانی یا انسانی نہیں۔ مثلاً:

(1) دنیا میں یہ دونوں ایسی جگہیں ہیں جہاں قطب نما کام کرنا چھوڑ دیتا ہے۔ دونوں میں متعدد ہوائی اور بحری جہاز غائب ہو چکے ہیں۔ بحرِ شیطان میں کم اور مثلث شیطان (برمودا) میں زیادہ۔ انتہائی تعجب خیز بات یہ ہے کہ ان دونوں جگہوں کے درمیان ایسے جہازوں کو سفر کرتے دیکھا گیا ہے جو بہت پہلے غائب ہو چکے تھے۔

(2) دونوں کے اندر ایسی مقناطیسی کشش یا برقی لہریں یا لیزر شعاعیں قسم کی چیز موجود ہے جو ہماری بجلی سے ہزار گنا طاقتور ہے۔ یہ انتہائی طاقتور لہریں ہوائی یا بحری جہازوں کو توڑ مروڑ کر نگل کر ان کا نام ونشان مٹا دیتی ہیں۔

(3) دونوں کے درمیان اُڑن طشتریاں اُڑتی دیکھی گئی ہیں جنہیں امریکی میڈیا کی مخصوص ''نادیدہ طاقتیں'' خلائی مخلوق کی سواری قرار دیتی ہیں جبکہ وہ دجال کی تیز رفتار سواری بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ حدیث شریف میں آتا ہے: ''دجال کے گدھے کے دونوں کانوں کے درمیان چالیس گز کا فاصلہ ہوگا اور اس گدھے کا ایک قدم تین دن کی مسافت کے برابر ہوگا اور وہ اپنے گدھے پر سوار ہو کر سمندر میں ایسے گھس جائے گا جیسے تم اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر چھوٹی نالی میں گھس جاتے ہو۔'' (کتاب الفتن، نعیم بن حماد۔ روایت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ)

تین دن کی مسافت ایک قدم پر تقسیم کی جائے تو تقریباً 82 کلومیٹر فی سیکنڈ بنتے ہیں۔ اُڑن طشتریاں جہاں انتہائی تیز رفتار ہوتی ہیں وہاں وہ فضا کی طرح سمندر کی گہرائی میں بھی گھس کر سفر کر لیتی ہیں تیز اپنا حجم چھوٹا یا بڑا کرنے اور فضا میں ٹھہر جانے یا زمین میں

کہیں بھی اُتر جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔امریکا کا یہودی میڈیا ان کے متعلق سامنے آنے والے حقائق چھپاتا رہتا ہے۔ کچھ ماہرین نے انہیں منظر عام پر لانے کی کوشش کی تو انہیں قتل کر دیا گیا۔ یہ موضوع تفصیل چاہتا ہے۔اس پر ان شاء اللہ الگ سے لکھا جائے گا۔

(4) دونوں جگہوں کو خواص وعوام قدیم زمانے سے شیطان کی طرف نسبت کرتے ہیں اور یہاں ایسی قوتوں کی کارستانیوں کے قائل ہیں جو انسانیت کی ہمدرد نہیں، خوفناک، پُراسرار اور جان لیوا ہیں...... لیکن ان کے گرد اسرار کے ایسے پردے آویزاں کر دیے گئے ہیں کہ بال کی کھال اُتارنے والے مغربی میڈیا اور چیونٹی کے بلوں میں گھرے فٹ کر کے ان کی طرز زندگی پر تحقیق کرنے والے مغربی سائنس دان مہر بہ لب ہیں بلکہ یہ بات ریکارڈ پر ہے کہ ان دونوں جگہوں کے درمیان سفر کرتی نظر آنے والی اُڑن طشتریوں کی حقیقت تک پہنچنے والے دو سائنس دانوں ڈاکٹر موریس صبیب اور ڈاکٹر جیمس ای میکڈونلڈ کو ہلاک کر دیا گیا اور ان کی ہلاکت کو خودکشی کا نام دے کر اس راز کو دنیا سے چھپانے اور دفن کرنے کی کوشش کی گئی۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے دجال کی قید گاہ کے بارے میں تین جگہوں کا نام لیا۔ دو کی نفی کی اور ایک کی تائید کی کہ دجال وہاں مقید ہے۔ان تینوں میں سمندر کا نام آتا ہے۔ اس کی تشریح ایک دوسری حدیث سے ہوتی ہے کہ امام مسلم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔فرماتے ہیں میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا: ''ابلیس اپنا تخت سمندر پر لگاتا ہے۔لوگوں کو فتنے میں ڈالنے کے لیے اپنا لشکر روانہ کرتا ہے۔ جو اس کے لشکر میں سب سے زیادہ فتنہ پرور ہوتا ہے وہ ابلیس کے سب سے زیادہ قریب ہوتا ہے۔'' مسلم شریف کے شارح علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد ابلیس کا مرکز ہے یعنی ابلیس کا مرکز سمندر میں ہے۔

اس سے ہمیں دجال کے مقام کو سمجھنے میں کچھ مدد ملتی ہے۔ وہ اس طرح کہ دجال ابلیس کے ترکش کا سب سے کارآمد اور زہر میں بجھا ہوا تیر ہے۔ اللہ کی سچی خدائی کے مقابلے میں جھوٹی خدائی قائم کرنے کے لیے ابلیس کا سب سے اہم ہتھیار اور کارآمد حربہ جال ہے۔ ان دونوں کی باہمی ملاقات اور شیطانی قوتوں کی دجال کے ساتھ بھرپور امداد احادیث سے ثابت ہے۔ کیا عجب کہ ابلیس کے مرکز میں ہی دجال مقید ہو اور اللہ تعالیٰ نے اسے شیطانی سمندر اور شیطانی جزائر میں مقناطیسی کشش پیدا کر کے عام انسانوں سے مخفی کر رکھا ہو۔

دجالی شعبدوں کی دو تشریحات:

احادیث میں دجال کو دیے گئے جن محیر العقول شعبدوں کا ذکر آتا ہے، ایسا لگتا ہے کہ ان کا تعلق بھی انہی مقناطیسی لہروں یا لیزر شعاعوں سے ہے۔ ان شعاعوں کے ذریعے وہ کام کیے جا سکتے ہیں جن کو دیکھ کر کمزور ایمان اور ناقص علم والے تو جھوٹے خدا کو سچا ماننے میں دیر نہیں کریں گے۔ یہ کام دو طرح کے ہو سکتے ہیں:

(1) بعض میں تو حقیقت وہ ہو گی جو دکھائی دے رہی ہے۔ یعنی ان شعاعوں کو کسی انسان یا انسانوں کے مجمع پر ڈالا جائے تو وہ پگھل کر غائب ہو جائے گا۔ کھیتوں پر ڈالا جائے تو سرسبز کھیت جل کر راکھ ہو جائیں گے اور بنجر کھیت لہلہانے لگیں۔ مادرزاد اندھے کی بینائی لوٹا دینا، لاعلاج امراض کا علاج کر دینا، جاندار کو مار ڈالنا یا غائب کر دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کچھ ان شعاعوں کے ذریعے پلک جھپکتے میں ممکن ہو گا۔

(2) دوسری قسم وہ ہے جس میں نظر بندی ہے۔ حقیقت وہ نہیں ہو گی جو نظر آ رہی ہے۔ مثلاً: کثیر المنزلہ عمارتوں، دیوہیکل جہازوں کو غائب کر دینا۔ سمندر کی تہہ میں یا زمین کی گہرائی میں موجود پلیٹوں کو ہلا کر زلزلہ پیدا کرنا۔ زندہ انسان کو دو ٹکڑے کرنا اور پھر زندہ

کر دینا۔

یہودی سائنس دانوں نے ان شعاعوں کو جوان دو شیطانی جزائر میں پائی جاتی ہیں، محفوظ کرنے اور حسب منشا استعمال کرنے میں ابتدائی کامیابی حاصل کر لی ہے۔ یہ اس قدر طاقتور ذریعۂ توانائی ہے کہ موجودہ سائنس کی تمام ایجادات اس کی گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتیں۔ ہوائی جہاز کو تو چھوڑیں، اگر اس کو کار میں استعمال کیا جائے تو وہ مروّجہ روایتی توانائی سے چلنے والی کاروں سے لاکھوں گنا...... ہزاروں نہیں لاکھوں گنا...... تیز رفتاری سے چلے گی۔ دجال جس قسم کی اُڑن طشتریوں پر سواری کرے گا اس میں یہی توانائی استعمال ہوگی۔ اس کی حیرت انگیز شعبدہ بازیوں کی پشت پر یہی توانائی کارفرما ہوگی اور کمزور ایمان والوں کو گمراہ کر چھوڑے گی۔ آج کل یہود آخری معرکے کی تیاری کر رہے ہیں اور دنیا کا ذہن بنا رہے ہیں کہ ''نجات دہندہ'' کی آمد قریب ہے۔ عنقریب جیسے ہی وہ اس پر حسب منشا کنٹرول حاصل کریں گے، انسانیت کے خلاف فیصلہ کن جنگ کا بانگ دہل اعلان کر دیں گے۔ ان کے خیال میں یہ ناقابل شکست ٹیکنالوجی ہے جو دجال کی ''عالمی حکومت'' کے قیام میں حائل ہر رکاوٹ کو بہالے جائے گی۔ ...... بلکہ وہ تو اس سے بھی آگے کی سوچ رہے ہیں کہ یہ لیزر ٹیکنالوجی ان کو موت پر قابو دلوا دے گی کیونکہ موت ان کے لیے یقینی طور پر جہنم کا دروازہ ہے...... اور سنیے! حقیقت یہ ہے کہ وہ اس سے بھی آگے کی سوچ رہے ہیں کہ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ، اللہ ربّ العزت کو قتل کر کے زمین و آسمان کی بادشاہت اپنے نام کر لیں۔ لیکن ان کی غلطی یہ ہے کہ وہ اس موقع پر بھول جاتے ہیں کہ سب طاقتوں کے اوپر ایک طاقت موجود ہے۔ شیطانی مادی طاقتوں کی جہاں انتہا ہوتی ہے، وہاں رحمانی روحانی طاقت کی ابتدا ہوتی ہے۔ اللہ کو اپنی مخلوق سے محبت ہے خصوصاً اسے سجدہ کرنے اور اس کی خاطر جان دینے والے بے لوث جانثاروں سے اسے عشق ہے۔ وہ ان کی قربانیوں کو رائیگاں نہیں جانے

دے گا۔ وہ ان شعاعوں کے مقابلے میں مجاہدین کے امیر حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسی شعاعوں کی طاقت دے گا کہ جہاں تک ان کی نظر جائے گی کافر مرتے جائیں گے اور دنیا کو برموداکی شعاعوں کا شعبدہ دکھانے والا دجال تو ان کو دیکھتے ہی پگھلنے لگے گا۔ اور اس کے ساتھ موجود یہودیوں کو قلیل تعداد اور بے سروسامان مجاہدین ہر پتھر اور درخت کے پیچھے سے پکڑ پکڑ کر برآمد کرلیں گے اور چن چن کر ختم کریں گے۔ یہودیت، شیطنت اور دجالیت ہمیشہ اس حقیقت کو بھول جاتی ہے۔ اس کو مادی طاقت کا زعم رہتا ہے اور دنیا بھی ان کی طاقت سے مرعوب ہو کر خدائی احکام اور جہاد فی سبیل اللہ سے منہ موڑ لیتی ہے۔ یہ انسانیت کی بدقسمتی ہے۔ جو حشر ہوش ربا یہودی اور اس کی ہم نوا صہیونی طاقت کا افغانستان میں ہو رہا ہے۔ وہی حشر دجال کی ''ناقابل شکست ٹیکنالوجی'' کا آرمیگاڈون کے میدان میں ''افیق'' کی کھائی میں ہوگا۔

دجالی شعبدوں کو ناکام بنانے کا طریقہ:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ابن صیاد سے فرمایا تھا: ''اِخْسَأْ! لَنْ تَعْدُوَ قَدْرَكَ'' یعنی مردود تو اپنی اوقات سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔ ابن صیاد جیسا دجال اصغر ہو یا یہودیوں کا مسیحائے منتظر دجال اکبر، دونوں کو ربّ تعالیٰ ایک حد سے آگے کی نہ طاقت دیں گے نہ اپنی مخلوق کے لیے اسے ایک حد کے بعد آزمائش بنائیں گے۔ دجال کی یہ شعاعیں اس مسلمان کے آگے قطعاً بیکار رہوں گی اور اس کو نہ نقصان پہنچا سکیں گی نہ اس کی نظر بندی کر سکیں گی جو:

(1) سورۂ کہف کی (یا اس کی ابتدائی یا آخری دس آیات کی) تلاوت کرے گا۔

(2) تسبیح وتحمید اور تکبیر وتہلیل (تیسرا اور چوتھا کلمہ) کا ورد کرے گا۔ (3) اور جو دجال کے منہ پر تھوک کر اس کے خلاف علم جہاد بلند کرے گا۔ جہاد وہ بے مثال ٹیکنالوجی ہے جو یہود کی صدیوں کی محنت سے حاصل کردہ سائنسی ٹیکنالوجی کو ایک ہلّے میں بہا کر لے جائے گی

اوران کے پلے سوائے ذلت ورسوائی کے کچھ نہ چھوڑے گی۔ جب تمام دنیا نے امریکا سے شکست کھائی تھی تو طالبان نے جہاد کی بدولت اسے اس کی اوقات یاد دلا دی۔ عنقریب جب تمام روشن خیال دنیا دجال کو خدا تسلیم کر چکی ہوگی کہ خراسان کے کالے جھنڈے والے اس کی جھوٹی خدائی کا پردہ چاک کر ڈالیں گے۔ کاش! مسلمان اس دن کی تیاری ابھی سے کریں۔ تقویٰ اور جہاد۔ تقویٰ اور جہاد۔ تقویٰ اور جہاد...... اے اہلِ اسلام! تقویٰ اور جہاد۔ ان دو چیزوں کو دنیا کی کوئی طاقت شکست نہیں دے سکتی۔

بات یہ ہے:

دجال کہاں ہے؟ یہ سوال اسرار ورموز کے دبیز پردے کے پیچھے چھپا تھا۔ اب جیسے جیسے اس کے ظہور کا وقت قریب آرہا ہے، ایسا لگتا ہے اللہ تعالیٰ ابلیسی اور دجالی قوتوں کے ٹھکانے کو کچھ کچھ نہ آشکارا کرنا چاہتے ہیں۔ بہر حال اس کا معلوم ہو یا نا معلوم، واضح ہو یا مبہم، معلوم ہو کر بھی نا معلوم رہے یا بالکل مجہول رہے، بات یہ ہے: جس چیز کو حدیث شریف میں جتنا بتایا گیا ہے، اس سے زیادہ جاننے میں یقیناً ہمارا فائدہ نہ تھا اس لیے اسے مبہم رکھا گیا۔ ہمیں اس ابہام کی تشریح کے پیچھے پڑنے کے بجائے اس مقصد پر نظر رکھنی چاہیے جو ابہام کا منشا تھا۔ یعنی دجال کے مسکن کی تعیین کے بجائے دجالی فتنے کے مقابلے کی تیاری۔ آج اگر ہمیں اس کا مسکن معلوم بھی ہو جائے تو نہ کوئی قبل از وقت اسے قتل کر سکتا ہے نہ اس جزیرے تک پہنچ سکتا ہے، البتہ جب دجال نکلے گا اور پوری دنیا میں دندنائے گا تو جس نے اس کے مقابلے کے لیے دنیا کی محبت سے جان چھڑا کر موت کی تیاری نہ کی ہوگی، حرام چھوڑ کر حلال کی پابندی نہ کی ہوگی، سورۂ کہف اور ذکر و تسبیح کی عادت نہ ڈالی ہوگی، اللہ کی ملاقات کا شوق دل میں پیدا نہ کیا ہوگا اور جہاد سے غافل رہا ہوگا، وہ اس کے فتنے کا شکار ہونے سے نہ بچ سکے گا۔ فتنے کا مرکز معلوم ہونا اتنا اہم نہیں جتنا فتنے کا شکار ہونے سے بچنے

کی تیاری کرنا اور فتنے سے بچنا اتنا قابلِ قدر نہیں جتنا اس کے خاتمے کے لیے فیصلہ کن جدوجہد کا عزم کرنا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایمان و استقامت کا اعلیٰ درجہ اور جدوجہد و جہاد کا لازوال جذبہ نصیب فرمائے۔ آمین۔

دجال کب برآمد ہوگا؟

اس بحث کا تیسرا اور آخری سوال...... جو پہلے دوسوالوں سے زیادہ نازک، تحقیق طلب اور حتمی جواب سے بعید ترین ہے...... یہ ہے کہ دجال کب نکلے گا؟ اسے زنجیروں سے آزادی تو شاید مل چکی ہے، قید سے رہائی کب ملے گی؟ اور دجال کا راستہ ہموار ہونے، اسٹیج تیار ہونے اور دجالی قوتوں کی مادی ترقی کے نکتۂ عروج پر پہنچنے کے بعد وہ کون سا لمحہ ہے جب وہ خروج کر کے دنیا کو تاریخ انسانی کی سب سے بڑی آزمائش سے دوچار کرے گا؟

ہمیں قرآن مجید سے اس طرح کے سوالات کے دو جواب ملتے ہیں: چنانچہ پہلا جواب تو وہی ہے جو سورۂ بنی اسرائیل کی آیت نمبر 51 میں وارد ہوا ہے: "قُلْ عَسٰی اَنْ یَّكُوْنَ قَرِیْبًا."

ترجمہ: "اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ عین ممکن ہے کہ وہ (لمحۂ موعود) بالکل ہی قریب آ گیا ہو۔"

بالکل اسی طرح کی ایک بات سورۃ المعارج میں بھی وارد ہوئی ہے: "اِنَّهُمْ یَرَوْنَهٗ بَعِیْدًا وَّ نَرٰىهُ قَرِیْبًا."

یعنی ’’یہ لوگ اسے دور سمجھ رہے ہیں، جبکہ ہم اسے بالکل قریب دیکھ رہے ہیں۔‘‘
(آیات:6-7)

اور دوسرا وہ عمومی جواب ہے جو قرآن مجید میں متعدد بار آیا ہے یعنی: "وَاِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ اَمْ بَعِیْدٌ مَّاتُوْعَدُوْنَ."

یعنی ’’(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جارہا ہے وہ قریب آچکی ہے یا ابھی دور ہے۔‘‘(سورۃ الانبیاء:109)

"قُلْ اِنْ اَدْرِیْ اَقَرِیْبٌ مَّاتُوْعَدُوْنَ اَمْ یَجْعَلُ لَهٗ رَبِّیْ اَمَدًا."

یعنی اور (اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کہہ دیجیے کہ میں نہیں جانتا کہ جس چیز کا وعدہ تم سے کیا جارہا ہے وہ عنقریب پیش آنے والی ہے یا ابھی میرا ربّ اس کے ضمن میں کچھ تاخیر فرمائے گا۔‘‘(سورۃ الجن:25)

خلاصہ یہ کہ اللہ ربّ العزت نے جن خاص حکمتوں کے تحت قیامت کا علم کسی کو نہیں دیا، اسے سو فیصد مبہم رکھا ہے، اسی طرح علاماتِ قیامت کے ظہور کے وقت کی حتمی تعیین بھی ناممکن ہی جیسی ہے۔ البتہ بعض قرائن وشواہد کی بنا پر ہمارے اکابر یا اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے اہلِ علم نے اب تک جو کچھ فرمایا ہے، ذیل میں ہم اسے بلا تبصرہ نقل کرتے ہیں:

(1)...... برصغیر کے مشہور عالمِ دین اور دجالیات سے خصوصی دلچسپی رکھنے والے اور اس پر مفصل کتاب کے مؤلف حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانی اپنی معرکۃ الآرا کتاب ’’دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال‘‘ کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

’’مغرب کا جدید تمدن بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ’’المسیح الدجال‘‘ کے خروج کی زمین تیار کررہا ہے، کیونکہ اپنی اقتداری قوتوں سے وہی کام یورپ کی اس نشاۃ جدیدہ میں بھی لیا جارہا ہے، جس میں ’’المسیح الدجال‘‘ اپنی اقتداری قوتوں کو استعمال کرے گا۔ خدا

بیزاری یا خدا کے انکار کو ہر دلعزیز بنانے کی راہ یورپ صاف کر رہا ہے یا کر چکا ہے لیکن بجائے خدا کے خود اپنی خدائی کے اعلان کی جرأت اس میں ابھی پیدا نہیں ہوئی ہے۔ المسیح الدجال اسی قصے کی تکمیل کر دے گا۔ کچھ بھی ہو، صحیح اور صاف نپی تلی بات جس میں خواہ مخواہ نبوت کے الفاظ میں کھینچ تان اور رکیک تاویلوں کی ضرورت نہیں ہوتی یہی ہے کہ ''المسیح الدجال'' کے خروج کا دعویٰ تو قبل از وقت ہے، مگر ''المسیح الدجال'' جس فتنے میں دنیا کو مبتلا کرے گا، اس فتنے کے ظہور کی ابتدا کسی نہ کسی رنگ میں مان لینا چاہیے کہ ہو چکی ہے۔ دوسرے لفظوں میں چاہیں تو کہہ سکتے ہیں کہ دجال آیا ہو نہ آیا ہو، لیکن ''دجالیت'' کی آگ یقیناً بھڑک چکی۔ آخر حدیثوں میں یہ بھی تو آیا ہے کہ ''المسیح الدجال'' سے پہلے ''دجاجلہ'' کا ظہور ہوگا۔ بعض روایتوں میں ان کی تعداد تیس اور بعضوں میں ستر، چھہتر تک بتائی گئی ہے۔ ''دجال'' سے پہلے ان ''دجاجلہ'' کی طرف ''دجالیت'' کا انتساب بلاوجہ نہیں کیا گیا ہے۔ بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ''المسیح الدجال'' جس فتنے کو پیدا کرے گا کچھ اسی قسم کے فتنوں میں اس سے پہلے ہونے والے ''دجاجلہ'' دنیا کو مبتلا کریں گے۔'' (ص:24،25)

(2)..... مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ سورۂ کہف اور دجال سے اس کے خصوصی تعلق پر لکھی گئی کتاب ''معرکۂ ایمان و مادیت'' میں رقم طراز ہیں:

''عہد آخر میں یہودیوں نے (مختلف اسباب کی بنا پر جن میں بعض ان کے نسلی خصائص سے تعلق رکھتے ہیں، بعض تعلیم و تربیت سے، بعض سیاسی مقاصد اور قومی منصوبوں سے) علم وفن اور ایجادات و اختراعات کے میدان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ انہوں نے ایک طرح سے تہذیب جدید پر پورا کنٹرول کر لیا اور ادب و تعلیم، سیاست و فلسفہ، تجارت و صحافت اور قومی رہنمائی کے سارے وسائل ان کے ہاتھ میں آ گئے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ

انہوں نے مغربی تہذیب (جو مغربی ماحول میں پیدا ہوئی) کے ایک اہم ترین عنصر کی حیثیت حاصل کر لی۔ جدید تغیرات کا جائزہ لینے سے ہمیں اندازہ ہوگا کہ بین الاقوامی یہودیت کا اثر ورسوخ مغربی معاشرہ میں کس قدر بڑھ چکا ہے؟ اب یہ تہذیب اپنے تمام سرمایۂ علم وفن کے ساتھ اپنے منفی انجام کی طرف بڑھ رہی ہے اور تخریب وفساد اور تلبیس و دجل کے آخری نقطہ پر ہے اور یہ سب ان یہودیوں کے ہاتھوں ہو رہا ہے جن کو اہل مغرب نے سر آنکھوں پر بٹھایا اور ان کے دور رس خفیہ مقاصد، انتقامی طبیعت اور تخریبی مزاج سے غافل و بے پرواہ ہو کر ان کی جڑوں کو اپنے ملکوں میں خوب پھیلنے اور گہرا ہونے کا موقع دیا اور ان کے لیے ایسی سہولتیں اور مواقع فراہم کیے جو طویل صدیوں سے ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آسکے ہوں گے۔ یہ انسانیت کا سب سے بڑا ابتلی ہے اور نہ صرف عربوں کے لیے (جوان کو بھگت رہے ہیں اور نہ صرف اس محدود رقبہ کے لیے جہاں موت وزیست کی یہ کشمکش برپا ہے) بلکہ ساری دنیا کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔'' (ص:10،11)

(3)...... عالم عرب کے مشہور عالم، داعی اور محقق شیخ سفر عبدالرحمٰن الحوالی اپنی کتاب ''یوم الغضب'' میں کہتے ہیں:

''رہا آخری مشکل سوال کہ غضب والا دن کب نازل ہوگا؟ اللہ تعالیٰ ''ویرانے کی گندگی'' کو کب تباہ کرے گا؟ بیت المقدس کی زنجیریں کب کٹیں گی؟ اس کا جواب ہم نے ضمناً پہلے ہی دے دیا ہے۔ پہلے گزر چکا ہے کہ دانیال نے کرب اور کشائش کے درمیان 45 برس کا تعین کیا ہے۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ دانیال کی نشاندہی کے مطابق پلید ریاست 1967ء میں قائم ہوئی [یعنی اسرائیل کا بیت المقدس پر قبضہ 1967ء میں ہوا۔ راقم] تو اس صورت میں اس کا خاتمہ...... یا اس کے خاتمہ کا آغاز...... (1967+45) 2012ء میں ہوگا۔ اس سال اس کے وقوع کی توقع ہے، لیکن جب تک واقعات تصدیق نہیں کرتے ہم

کوئی قطعی بات نہیں کہہ سکتے۔'' (ص: 122)

(4)...... جامعہ ازہر کے استاد، اور مہدویات کے مشہور مصری محقق، الاستاذ امین محمد جمال الدین اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''ہرمجدون'' (آرمیگاڈون) کے صفحہ 33 پر رقم طراز ہیں:

''نعیم بن حماد نے روایت کی ہے کہ کعب نے کہا: ''ظہور مہدی کی علامت مغرب سے آنے والے جھنڈے ہیں جن کی قیادت کندۃ (کینیڈا) کا ایک لنگڑا آدمی کرے گا۔''

مجھے گمان تک نہ تھا کہ امریکی ایک لنگڑے کا انتخاب کر کے اسے کمانڈر انچیف کے منصب پر فائز کریں گے بلکہ میں اپنے دل ہی دل میں سمجھتا تھا کہ اعــرج کے لفظ سے مراد ایک کمزور شخص ہے جس کی رائے میں کوئی وزن نہ ہوگا۔ میرے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا کہ وہ دنیا کی فوج کا سپہ سالار ایک لنگڑے کو بنانا روا سمجھیں گے۔ بدشگونی کے طور پر کہا جا سکتا ہے کہ یہ فوج اپنے قائد کی طرح عاجز و درماندہ ہوگی۔ جب میں نے دیکھا کہ کینیڈا سے تعلق رکھنے والا جنرل رچرڈ مائرز بیساکھیوں پر چل کر آ رہا ہے تاکہ وہ امریکی عوام کے سامنے افغانستان کے خلاف بری، بحری اور فضائی آپریشن کا اعلان کرے تو میرے منہ سے نکل گیا۔ اللہ اکبر! اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سچ فرمایا ہے۔

اتحادی فوج کے جھنڈوں (صلیبی جھنڈوں) کا کینیڈا کے لنگڑے جرنیل کی زیر قیادت خروج کشت وخون کے آغاز کی علامت ہے اور حی وقیوم کی قسم! یہی ظہور مہدی کی علامت ہے۔ اگر ہم لنگڑے امریکی کمانڈر انچیف پر حیران ہو رہے ہیں تو ہمیں ایک اور عبارت پر بھی حیران ہونا چاہیے جس کو نعیم بن حماد نے ہی روایت کیا ہے۔ اس میں اسی لنگڑے کا وصف بیان ہوا کہ پھر لنگڑا کینیڈین خوبصورت بیج لگا کر ظاہر ہوگا۔ جب تو لنگڑے کو خوبصورت فوجی وردی، تمغوں اور بیجوں میں دیکھے گا تو بے ساختہ تیرے منہ سے نکلے گا: سبحان اللہ! واقعی مہدی کا ظہور قریب تر ہے کیونکہ کینیڈین لنگڑا جرنیل ظاہر ہو چکا ہے۔''

تھوڑا آگے چل کر صفحہ 36 پر وہ کہتے ہیں:

"1400ھ کی دہائیوں (دو یا تین دہائیوں) میں مہدی امین کا خروج ہوگا۔ وہ ساری دنیا سے جنگ کرے گا۔ سب گمراہ اور اللہ کے غضب کے مارے اس کے خلاف اکٹھے ہو جائیں گے اور ان کے ساتھ وہ لوگ بھی جو اسراء اور معراج کے ملک میں نفاق کی حد کمال تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یہ سب مجدون نامی پہاڑ کے قریب جمع ہوں گے۔ ساری دنیا کی مکار اور بدکار ملکہ جس کا نام امریکا ہے، اس کے مقابلہ کے لیے نکلے گی۔ اس دن وہ پوری دنیا کو گمراہی اور کفر کی طرف ورغلائے گی۔ اس زمانہ میں دنیا کے یہودی اوج کمال تک پہنچے ہوں گے۔ بیت المقدس اور پاک شہر ان کے قبضے میں ہوگا۔ برو بحر اور فضا سے سب ممالک آدھمکیں گے سوائے ان ممالک کے جہاں خوفناک برف پڑتی ہے یا خوفناک گرمی پڑتی ہے۔ مہدی دیکھے گا کہ پوری دنیا بُری بُری سازشیں بنا کر اس کے خلاف صف آرا ہے اور وہ دیکھے گا کہ اللہ کی تدبیر سب سے زیادہ کارگر ہوگی۔ وہ دیکھے گا کہ پوری کائنات اللہ کی ہے اور سب نے اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ساری دنیا بمنزلہ ایک درخت کے ہے جس کی جڑیں اور شاخیں اسی اللہ کی ملکیت ہیں...... اور ان پر انتہائی کربناک تیر پھینکے گا اور زمین و آسمان اور سمندر کو ان پر جلا کر راکھ کر ڈالے گا۔ آسمان سے آفتیں برسیں گی۔ زمین والے سب کافروں پر لعنت بھیجیں گے اور اللہ تعالیٰ ہر کفر کو مٹانے کی اجازت دے دے گا۔"

(5)...... برصغیر کی ایک مشہور بزرگ شخصیت جن کی علامات قیامت کے بارے میں منظوم پیش گوئیاں معرکۃ الآراء رہی ہیں یعنی مولانا نعمت اللہ شاہ المعروف (شاہ ولی نعمت) اپنی پیش گوئیوں میں فرماتے ہیں:

- ایسے مسلم رہبر بھی ہوں گے جو در پردہ مسلمانوں کے دشمنوں کے دوست ہوں

گے اور اپنے فاجرانہ عہد و پیان کے مطابق ان کی امداد کریں گے۔

- پھر ماہ محرم میں مسلمانوں کے ہاتھ میں تلوار آ جائے گی۔ اس وقت مسلمان جارحانہ اقدام شروع کر دیں گے۔ اس کے بعد پورے ملک ہندوستان میں شورش برپا ہو جائے گی۔ اس وقت مسلمان جہاد کا مصمم ارادہ کرے گا۔

- ساتھ ہی ساتھ اللہ کا ایک حبیب جو اللہ کی طرف سے صاحب قرآن کا درجہ رکھے گا، اللہ کی مدد سے اپنی تلوار نیام سے نکال کر اقدام کرے گا۔

- سرحد کے بہادر غازیوں سے زمین مرقد کی طرح ہلنے لگے گی جو اپنے مقصد میں کامیابی کے لیے پروانہ وار آئیں گے۔ یہ چیونٹیوں مکوڑوں کی طرح راتوں رات غلبہ کریں گے اور حق بات یہ ہے کہ قوم افغان برابر فتح یاب ہو جائے گی۔

- افغانی و دکنی اور ایرانی مل کر ہندوستان، مردانہ وار فتح کر لیں گے۔

- دین اسلام کے تمام بدخواہ مارے جائیں گے اور اللہ تبارک و تعالیٰ اپنا لطف نازل فرمائے گا۔

- خدا کے فضل و کرم سے قوم مسلمان خوش ہو جائے گی اور پورا ہندوستان ہندوانہ رسوم سے پاک ہو جائے گا۔

- ہندوستان کی طرح یورپ کی قسمت خراب ہو جائے گی اور تیسری جنگ عظیم پھر چھڑ جائے گی۔

- جن الفوں کا میں نے ذکر کیا ہے ان میں سے ایک الف (امریکا) بدلگام گھوڑے کی طرح الف یعنی سیدھا ہو کر شریک جنگ ہوگا اور روس الف مغربانہ یعنی انگلستان پر حملہ کر دے گا۔

- شکست خوردہ جیم یعنی جرمنی روس کے ساتھ شریک ہو کر اور جہنمی اسلحہ آتش فشاں

تیار کر کے ہمراہ لائے گا

- الف یعنی انگلستان ایسے مٹیں گے کہ ان کا ایک لفظ بھی صفحۂ ہستی پر بجز تاریخوں میں ان کی یاد کے اور ان کے کچھ باقی نہ رہے گا۔

- غیب سے سزا ملے گی، گنہگار نام پائے گا اور پھر کبھی عیسائی طرز سر نہ اُٹھائے گا۔

- بے ایمان ساری دنیا کو خراب کردیں گے۔ آخرکار ہمیشہ کے لیے جہنمی آگ کا نذرانہ ہو جائیں گے۔ وہ راز بستہ ہیں جو میں نے کہا ہے اور موتیوں کی طرح پرو دیا ہے۔ تیری نصرت و کامیابی کے لیے ایک اسناد غیبی کا کام دے گا۔

اگر تو جلدی چاہتا ہے اور فتح چاہتا ہے تو خدا کے لیے احکامِ الٰہی کی پیروی کر۔ جب آیندہ کان زھوقا کا سال شروع ہوگا تو حضرت مہدی اپنے مہدویانہ عہدہ پر جلوہ افروز ہوں گے۔

''نعمت خاموش ہو جاؤ! اور خدا کے رازوں کو آشکار امت کر۔'' کنت کنزاً (745ہجری) میں نے یہ اشعار لکھے ہیں۔''

(6)......صدر دارالعلوم کراچی حضرت مفتی محمد رفیع صاحب عثمانی دامت برکاتہم ماہنامہ ''البلاغ'' میں شائع شدہ اپنے ایک انٹرویو میں فرماتے ہیں:

سوال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مستقبل کے بارے میں بشارتیں اور ان کی تطبیقی صورت حال کے بارے میں رہنمائی فرمائیں۔

جواب: اس سلسلہ میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشگی خبریں دی ہیں ان کی رُو سے اگر دیکھا جائے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ پوری دنیا کی سیاست، جغرافیے اور حالات میں جو تبدیلیاں بڑی تیزی سے رونما ہوئی ہیں اور ہو رہی ہیں، یہ سب اس دور کی طرف دنیا کو لے جا رہی ہیں جو حضرت مہدی کے ظہور سے سامنے آنے والا ہے اور یہ سارا

میدان اس کے لیے تیار ہورہا ہے۔اور روایت سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ حضرت مہدی کے زمانے میں مسلمانوں میں اختلاف عروج پر پہنچا ہوا ہوگا تو اختلاف کا خاتمہ وہی کریں گے اور دوبارہ خلافت اسلامیہ قائم ہوگی۔جس کے سربراہ حضرت مہدی ہوں گے بظاہر وہ وقت اب زیادہ دور نظر نہیں آتا۔

سوال: حضرت مہدی کے ظہور کے پہلو بہ پہلو دجال کا ظاہر ہونا بھی آتا ہے؟

جواب: وہ پوری اُمت کے لیے آزمائش کا وقت ہوگا۔بس اتنی بات ہے کہ اسلام کی ذلت کا وقت نہیں ہوگا اس لیے کہ مسلمان ایک امیر کے جھنڈے کے نیچے متحد ہوں گے اور حق ان کے سامنے کھلا ہوا ہوگا۔حضرت مہدی کا قول حق ہوگا اور ان کے خلاف جو ہوگا وہ باطل ہوگا۔اُس مشکل میں وہ دوچار نہیں ہوں گے جس مشکل میں اب ہم رہتے ہیں کہ کس بات کو ہم صحیح کہیں کس کو غلط کہیں۔ٹھیک ہے، جانیں بہت جائیں گی، قربانیاں بہت دی جائیں گی لیکن کش مکش نہیں ہوگی، ذلت نہیں ہوگی، مسلمان کی موت ہوگی تو عزت کی موت ہوگی۔(البلاغ: ج6، شمارہ 11، جنوری 2004ء)

یہ تو اس سلسلہ میں حضرت کا انٹرویو تھا۔آپ کا ایک مضمون ''انبیاء کی سرزمین میں چند روز'' بھی ''البلاغ'' میں قسط وار شائع ہوا ہے، اس کی پانچویں قسط میں آپ تحریر فرماتے ہیں:

''اردن میں جن جن تاریخی مقامات پر جانا ہوا اکثر جگہ اسرائیل کے مقبوضات بھی ساتھ ہی نظر آئے جو انہوں نے مسلمانوں سے چھینے ہیں۔ظاہر ہے کہ یہ ہماری شامتِ اعمال کا نتیجہ ہے۔دل جو شامتِ اعمال سے پہلے ہی زخمی ہے، ان مناظر کو بچشمِ خود دیکھ کر اور بھی چوٹ پر چوٹ کھاتا رہا، لیکن پوری دنیا جس تیزی سے بدل رہی ہے اور جس طرح بدل رہی ہے، خصوصاً شرقِ اوسط (Middle East) میں تقریباً ساٹھ سال سے جو انقلابات رونما ہورہے ہیں، انہیں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ علامات کی

روشنی میں دیکھا جائے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ دنیا اب بہت تیزی سے قیامت کی طرف رواں دواں ہے۔

اردن اور شام کے اس سفر میں قدم قدم پر نظر آتا رہا کہ یہ حضرت مہدی کے ظہور اور دجال سے ان کی ہونے والی جنگ کا میدان تیار ہو رہا ہے۔ اور اسی جنگ کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نزول کے فوراً بعد ان کے ہاتھوں دجال کے قتل اور ساتھ ہی یہودیوں کے قتل عام کا جو واقعہ ہونے والا ہے اس کی تیاری میں خود یہودی...... نادانستہ ہی سہی...... پیش پیش ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے کافی پہلے ''بخت نصر'' بادشاہ نے جب یہودیوں پر ضرب کاری لگائی تو یہ تتر بتر ہو کر پوری دنیا میں ذلت کے ساتھ بکھر گئے تھے۔ اب سے تقریباً ساٹھ سال پہلے تک ان کا یہی حال تھا۔ اب ہزاروں سال بعد ان کا پوری دنیا سے کھنچ کھنچ کر فلسطین میں آ کر...... دوسرے لفظوں میں اپنے مقتل میں آ کر جمع ہو جانا...... یہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کا کام آسان کرنے میں لگے ہوئے ہیں۔ ورنہ بقول حضرت والد ماجد (مفتی محمد شفیع صاحب) رحمہ اللہ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کو پوری دنیا میں کہاں کہاں تلاش کرتے پھرتے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہودی دجال کو اپنا پیشوا مانتے ہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ اُس کی آمد کے اُسی مقام پر منتظر ہیں جہاں پہنچ کر اُس کا قتل ہونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگی خبر کے مطابق مقدر ہو چکا ہے۔

ہمارے ایک میزبان حسن یوسف جن کا ذکر پہلے بھی کئی بار آ چکا ہے۔ یہ اصل باشندے فلسطین کے ہیں۔ وہاں سے ہجرت کر کے تقریباً 30،25 سال سے عمان ہی میں مقیم ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ اب سے کئی برس پہلے وہ تبلیغ کے سلسلہ میں فلسطین گئے تو وہاں

کے ایک شہر ''لُد'' بھی جانا ہوا، جو بیت المقدس کے قریب ہے۔ وہاں ایک بڑا گیٹ دیکھا جو "بابُ اللُّد" (لُد کا دروازہ) کہلاتا ہے۔ اُس پر اسرائیلی انتظامیہ نے لکھا ہے: "هنا يخرجُ ملِكُ السلام" ''سلامتی کا بادشاہ (دجال) یہاں ظاہر ہوگا۔''

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث دیکھیے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربِ قیامت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نازل ہونے کی تفصیلات ارشاد فرمائی ہیں۔ یہ حدیث اعلیٰ درجہ کی صحیح سندوں کے ساتھ آئی ہے اور اسے تین صحابہ کرام اور ایک اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ (رضی اللہ عنہا وعنہم) نے روایت کیا ہے۔ اس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: "فيطلُبُه حتّٰى يُدْرِكه ببابِ لُدٍّ، فيقْتُله." (صحیح مسلم، ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ و مسند احمد)

ترجمہ: ''پس عیسیٰ (علیہ السلام) دجال کو تلاش کریں گے یہاں تک کہ اُسے "بابُ اللُّد" (لُد کے دروازے) پر جالیں گے اور قتل کر دیں گے۔''

ہمارے ایک اور میزبان جناب علی حسن احمد البیاری جو ''اِربد (Irbid)'' کے معروف تاجر ہیں اور تبلیغی کام سے بھی وابستہ ہیں۔ ہمارا ''عمان'' سے ''اِربد'' کا سفر اُن ہی کی گاڑی میں ہوا تھا۔ ان کے والد بھی اصل باشندے فلسطین کے تھے، بلکہ خاص شہر ''لُد'' ہی کے رہنے والے تھے۔ 1948ء میں ہجرت کر کے یہاں آگئے تھے۔ یہیں 1951ء میں علی حسن احمد البیاری صاحب پیدا ہوئے۔ انہوں نے آج سیاحت سے واپسی پر اپنی عالیشان کوٹھی میں ضیافت کا اہتمام کیا تھا۔ اس پُرلطف مجلس میں انہوں نے اپنا یہ واقعہ سنایا کہ 1980ء میں یہ دس روز اپنے آبائی وطن ''لُد'' میں جا کر رہے۔ انہوں نے بتایا کہ وہاں "بابُ اللُّد" ہی کے مقام پر ایک کنواں ہے۔ یہودی شہری انتظامیہ نے وہاں سے ایک سڑک گذارنے کے لیے اس کنویں کو ختم کرنا چاہا، مگر بلڈوزروں اور طرح طرح کی مشینوں

سے بھی اس کنویں کو ختم نہ کیا جا سکا۔ مجبوراً سڑک وہاں سے ہٹا کر گذارنی پڑی۔ وہاں اب یہ لکھا ہوا تھا کہ "ھذا مکانٌ تاریخی" (یعنی ایک تاریخی مقام ہے)۔

ان ہی علی حسن بیاری صاحب نے بتایا کہ ان کے ایک ماموں زاد بھائی بھی جو ''علاماتِ قیامت'' کی تحقیق و جستجو میں خاص دلچسپی رکھتے ہیں، لُدّ گئے تھے۔ وہاں انہوں نے ایک محل دیکھا جو اسرائیلی انتظامیہ نے اپنے "ملك السلام" (دجال) کے لیے بنایا ہے۔''

(7)...... علاماتِ قیامت، آخری زمانے کے فتنوں اور ان کی عصری تطبیق رکھنے والے ایک اور صاحبِ بصیرت عالم حضرت مولانا عاصم عمر فاضل دارالعلوم دیوبند اپنی مقبول عام کتاب ''تیسری جنگ عظیم اور دجال'' میں فرماتے ہیں:

''جہاں تک تعلق وسائل پر قبضے کا ہے تو اگر آج سے پچاس سال پہلے جنگوں کے بارے میں یہ کہا جاتا کہ یہ دنیا کے وسائل پر قبضہ کرنے کے لیے ہیں، تو کسی حد تک درست تھا لیکن اس دور میں ان جنگوں کو تیل اور معدنی وسائل کی جنگ کہنا، اس لیے درست نہیں کہ امریکا پر حکمرانی کرنے والی اصل قوتیں اب تیل اور دیگر دولت کے مرحلے سے بہت آگے جا چکی ہیں۔ اب ان کے سامنے آخری ہدف ہے اور وہ اپنی چودہ سو سالہ جنگ کے آخری مرحلے میں داخل ہو چکی ہیں۔'' (ص:23)

مولانا موصوف ''صدائے امت'' میں ''طلسم کشائی'' کے نام سے برمودا تکون پر لکھے گئے کالم میں فرماتے ہیں:

''یہ فتنہ دجال ہے جس کو یاد کر کے صحابہ رضی اللہ عنہم رونے لگتے تھے۔ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اتنے فکر مند رہتے کہ مدینہ منورہ میں ایک لڑکے (ابن صیاد) کی پیدائش کی خبر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی جس میں دجال کی نشانیاں پائی جاتی تھیں تو آپ صلی اللہ

علیہ وسلم خود اس کے گھر تشریف لے جاتے اور چھپ چھپ کر اس کے بارے میں تحقیقات کرتے تھے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سچا ماننے والی امت اپنے گرد وپیش کے تمام خطرات سے بے نیاز، نامعلوم سمتوں میں بھٹکتی پھر رہی ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ اُڑن طشتریوں اور برمودا تکون کے واقعات کی بھنک لگتے ہی سنجیدگی سے اس موضوع کی طرف توجہ کرتے، لیکن یوں ہے کہ دجال کے نکلنے کا وقت قریب ہے کہ علماء نے بھی اس کا تذکرہ منبر ومحراب سے کرنا چھوڑ دیا ہے۔''

(8)...... دجالیات کے مشہور محقق ڈاکٹر اسرار عالم نے اپنی کتاب دجال کی تینوں جلدوں پر تقریباً ایک جیسا حاشیہ لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

''بیسویں صدی عیسوی کی آخری دہائی تک آتے آتے واضح طور پر محسوس ہونے لگا ہے کہ یہ اُمت تاریخ انسانی کے اس مرحلے میں داخل ہو چکی ہے جس کی خبر دیتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا: ''عنقریب قومیں تم پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بلاوا دیں گی جیسے بھوکے (جانور) کھانے پر ٹوٹ پڑنے کے لیے بلاوا دیتے ہیں۔'' (ابوداؤد وبیہقی)

اس اندوہناک صورتحال سے زیادہ کرب کی بات یہ ہے کہ اُمت مسلمہ...... جو دنیا کی وہ واحد گروہ ہے جسے ماضی، حال اور مستقبل کا کافی علم (ما کان وما ھو کائن) دیا گیا...... آج حیران اور ناواقف راہ بھٹک رہی ہے اور دنیا کی تاریکیوں سے روشنی کی بھیک مانگ رہی ہے۔ چودہ صدیوں بعد اب آثار قیامت کے ظاہر ہونے کی رفتار تیز ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہے گویا کوئی ہار ٹوٹ جائے اور یکے بعد دیگرے دانے گرنے لگیں۔'' (دیکھیے: دجال نامی کتاب کی جلد اوّل، دوم وسوم کا مقدمہ)

موصوف کی کتاب ''فتنۂ دجال اکبر'' کے مقدمے میں بھی بعینہ یہی الفاظ درج ہیں۔ واضح ہو کہ موصوف اپنی ان کتابوں میں کئی جگہ جمہور کے مسلک اعتدال سے ہٹ گئے

ہیں۔لیکن ان کے دردِدل اور موضوع پر نظر اور گرفت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔اللہ تعالی ان کو اپنی اصلاح اور اُمت کی فلاح کے لیے بہترین کام کی توفیق دے۔

ڈاکٹر صاحب موصوف اپنی ایک اور کتاب ''معرکۂ دجال اکبر'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''صورتحال کی نزاکت بڑھتی جارہی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اُمت کی ذمہ داریاں بھی۔صورت حال کی نزاکت اس کی متقاضی ہے کہ اس کتاب کے محتویات سے اُمت کا ہر خاص و عام زیادہ سے زیادہ اور جلد سے جلد واقف ہوجائے،لہٰذا اُمید کی جاتی ہے کہ قارئین اور بالخصوص اہل ہمم حسب استطاعت اسے عام کرنے کی سعی فرمائیں گے۔ اللہ تعالی اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے۔''[ص:6]

(9)......کامران رعد اپنی کتاب ''فری میسنری اور دجال'' کے مقدمے میں لکھتے ہیں:

''میں نے یہ تحقیقی کام اخلاصِ نیت کے ساتھ اس سازش کو مسلمانوں کے سامنے لانے کے مقصد سے کیا ہے جو 1095ء میں شروع ہوئی۔اس سازش نے انسانی زندگی کے ہر اس شعبے کو اپنی گرفت میں لے لیا ہے جس پہ خدائی قوانین کا اطلاق ہونا چاہیے۔یہ منصوبہ ایک مہلک زہریلے گروہ نے تیار کیا جو نائٹس کے روپ میں ابھرا اور اپنے منصوبہ پر اب اس طرح عمل پیرا ہے جس طرح ''خاکی وردی والے لوگ'' مستعد ہوتے ہیں۔ان کا مقصد لوگوں کو خدا کے راستے سے منحرف کر کے شیطان کے غیر انسانی راستے پر گامزن کرنا ہے تاکہ انہیں ٹھیک وہ موزوں حالات میسر آجائیں جن میں المسیح الکذاب،الدجال کی آمد ممکن ہوسکے۔وہ وقت زیادہ دور نہیں ہے کہ جب ہم کچھ کرسکنے کے قابل نہیں رہیں گے۔ہم نیو ورلڈ آرڈر کے شکنجے میں بُری طرح جکڑے جائیں گے جو ہماری طرف عیاری اور خاموشی سے مسلسل بڑھتا چلا آرہا ہے۔''(ص:7،8)

(10)...... مولوی محمود بن مولانا سلیمان بارڈولی مدرس جامع اسلامیہ ڈابھیل، بھارت اپنی کتاب ''ظہور مہدی: کب؟ کہاں؟ کیسے؟'' میں فرماتے ہیں:

''احادیث میں بہت ہی تاکید کے ساتھ حضرت مہدی کی تشریف آوری اور اس کے بعد اُمت مسلمہ کے عروج وترقی کی یقینی خبریں دی گئی ہیں...... لیکن ساتھ ہی کس وقت، کس سال، کس ماہ میں آپ کا ظہور ہوگا اس کی تعیین نہیں کی گئی۔ ہاں! احادیث سے جس زمانہ میں آپ کا ظہور ہونے والا ہے اس وقت کے اُمت مسلمہ کے احوال کا کافی حد تک اندازہ ہوسکتا ہے، جس سے یہ پتہ چل سکتا ہے کہ اب ظہور کا زمانہ قریب ہے۔'' (ص:73)

(11)...... آخر زمانہ کے فتنوں کے حوالے سے امت کو مسلسل دعوت دینے والے ایک اور دردمند اور صاحب دل مسلمان ذکی الدین شرفی مشہور امریکی مصنفہ گریس ہال سیل کی کتاب کے ترجمے میں دیباچہ میں لکھتے ہیں:

''اب بات صدیوں، سالوں یا دہائیوں کی نہیں، دنوں اور مہینوں کی رہ گئی ہے۔ اللہ کے لیے جاگیے اور آنکھیں کھول کر حالات کو دیکھیے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی رہنمائی فرمائے اور عالمِ اسلام اور ملتِ اسلامیہ کا حامی وناصر ہو۔'' (ص:3)

(12)...... ڈاکٹر اسرار احمد اپنے بیانات پر مشتمل کتاب ''سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی، حال اور مستقبل اور مسلمانانِ پاکستان کی خصوصی ذمہ داری'' کے مقدمے میں کہتے ہیں:

''بین الاقوامی حالات جس تیزی کے ساتھ تبدیل ہو رہے ہیں اور تاریخ جس برق رفتاری سے کروٹیں بدلنے لگی ہے، اس کے پیش نظر ملک وملت کا درد رکھنے والا ہر شخص یہ سوچنے پر مجبور ہے کہ اُمت مسلمہ اور اسلام کا مستقبل کیا ہوگا؟ بادی النظر میں تو یہی دکھائی دیتا ہے کہ اسلام مخالف تمام قوتیں اب واحد سپر پاور امریکا جسے ایک اعتبار سے ''سپریم پاور''

کہنا بھی غلط نہ ہوگا، کے جھنڈے تلے مسلمانوں اور اسلام کے خلاف متحد ہو چکی ہیں اور ستم ظریفی یہ کہ قوت وطاقت کے نشے میں سرشار اس سپر پاور کے سر پر ''یہودی'' سوار ہے جس کی مسلمان دشمنی محتاجِ بیان نہیں۔ اس تناظر میں صاف نظر آتا ہے کہ اُمت کا مستقبل نہایت تاریک ہے اور شدید اندیشہ ہے کہ دجالی فتنے کا یہ سیلاب مسلمانوں کو خس وخاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔'' (ص:3)

اسی کتاب میں آگے چل کر اپنے تاثرات کا خلاصہ یوں بیان کرتے ہیں:

''حال ہی میں ایک اور کامیابی انہیں خلیج کی جنگ کے بعد حاصل ہوئی ہے اور وہ یہ کہ فلسطینیوں سمیت تمام عرب ممالک نے اسرائیل کو اس حد تک تو تسلیم کر ہی لیا کہ اس کے ساتھ مذاکرات کی میز پر بیٹھنے کے لیے تیار ہو گئے۔ اب ظاہر ہے کہ ان کی آخری منزل مقصود ''دو چار ہاتھ جبکہ لبِ بام رہ گیا!'' کی مصداقِ کامل بن چکی ہے اور وہ ہے عظیم تر اسرائیل کا قیام اور ہیکلِ سلیمانی کی تعمیرِ نو۔ اس آخری منزل تک پہنچنے کے لیے یہود کا سازشی ذہن ایسی تدابیر اختیار کرے گا کہ ''مسلم فنڈامنٹلزم'' کا ہوا دکھا کر مغرب کی عیسائی دنیا کو مسلمانوں خصوصاً عربوں سے لڑوا دے۔ چنانچہ یہی سلسلۂ ''ملاحم'' کا اصل پس منظر ہوگا اور اس کے ضمن میں جب اسرائیلی یہودی دیکھیں گے کہ حضرت مہدی کی قیادت میں مسلمانوں کا پلڑا بھاری ہونے لگا ہے تو کوئی اسرائیلی لیڈر ''اَنَا الْمَسِیْح'' کا نعرہ لگا کر میدان میں کود جائے گا۔ چنانچہ یہی ''المسیحُ الدَّجّال'' ہوگا جس کے ہاتھوں مسلمانوں کو شدید ہزیمت اُٹھانی پڑے گی اور ایک بار تو عظیم تر اسرائیل قائم ہو ہی جائے گا۔ یہ دوسری بات ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ اصل حضرت مسیح علیہ السلام کو بھیج کر یہودیوں کا قلع قمع کر دے گا اور وہی عظیم تر اسرائیل ان کا عظیم تر قبرستان بن جائے گا۔ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ!!!'' (ص:130)

ان درجن بھر حوالوں میں جو بات مشترک ہے وہ یہ کہ اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے عرب وعجم کے اہل علم اب اس وقت کو کچھ زیادہ دور نہیں سمجھتے۔ ان سب کا وجدان، شعور اور ادراک یہ کہتا ہے کہ امت کو اس مشکل وقت کے لیے خود کو تیار کر لینا چاہیے جو انتہائی خوفناک فتنوں کو اپنے جلو میں لے کر عنقریب ان پر آ پڑنے والا ہے۔ ایک آفت کا حتمی وقت معلوم ہو تو اس کی تیاری اتنی مشکل نہیں جتنا کہ اس چیز کی جو قریب آ کر دور چلی جائے اور پھر دور رہ کر قریب دکھائی دے۔ اللہ تعالیٰ اُمت مسلمہ کے قلوب کو خیر کی قبولیت کی صلاحیت دے اور اسے حق کے دفاع و غلبے کے لیے جان مال لٹانے کی توفیق عام عطا کرے۔ وآخر دعوانا ان الحمدللہ ربّ العالمین.

کرنا کیا چاہیے؟

یہاں پہنچ کر انسان کا ایمان اور ضمیر اس سے پوچھتا ہے: ''اب کرنا کیا چاہیے؟''

ہمارے سب سے بڑے اور سچے خیر خواہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سچی احادیث میں ہمیں اس خطرناک دور کے حوالے سے کچھ نصیحتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ ہمارے لیے ان سے بڑھ کر تو کوئی چیز ڈھال یا حصار نہیں ہو سکتی۔ ہم پہلے ان روحانی تدابیر کو ذکر کریں گے۔ اس کے بعد ان کی عصرِ حاضر پر تطبیق کرتے ہوئے کچھ تزویراتی تدابیر پیش کریں گے۔ فتنۂ دجال سے ان دو قسم کی تدابیر کے بغیر نہیں بچا سکتا۔ لیکن ان تدابیر کے تذکرے سے پہلے ان کا خلاصہ سمجھ لیجیے تو بہتر ہوگا۔ فتنۂ دجال اکبر کے تین مختلف مرحلے ہیں: شدید، اشدّ اور ناقابلِ تحمل اشدّ۔ امت مسلمہ اس وقت پہلے مرحلے (شدید) میں داخل ہو چکی ہے۔ دوسرے و تیسرے مرحلے (اشدّ اور ناقابل تحمل اشدّ) کا اسے عنقریب سامنا ہے۔ ان تمام مراحل سے سرخروئی کے ساتھ نمٹنے اور پوری بنی نوع آدم کو نجات و کامیابی سے ہمکنار کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ ہے ''جہاد فی سبیل اللہ''...... جہاد سے مراد اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قتال فی سبیل اللہ ہے۔ اس کے علاوہ کوئی تدبیر، کوئی منصوبہ، کوئی

حیلہ کارگر نہیں ہوسکتا۔ باقی سب چیزیں تعلیم وتبلیغ، سیاست، تحریک، علم وٹیکنالوجی اس کے تابع اور ماتحت ہوں تو خیر ہی خیر ہیں...... لیکن اس سے لاتعلقی اور کنارہ کشی کی قیمت پر تو یہ سب غیر موثر ہیں۔ آج تک مسلمانوں کی ترقی وکامیابی کا راز یہی رہا ہے اور آیندہ بھی اللہ کا قانون تبدیل نہیں ہوسکتا۔ عصر حاضر کے مسلمانوں کا سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ وہ مغرب کی حیران کن مادی ترقی کا مقابلہ اتنی ہی مادی طاقت حاصل کر کے کرنا چاہتے ہیں...... جبکہ یہ ممکن نہیں ہے۔ اس میدان میں مغرب ہم سے اتنا آگے ہے کہ اس کا تعاقب کھیلوں میں ممکن نہیں، زندگی کی عملی حقیقتوں میں ایسا کہاں ممکن ہوگا؟ پچھلے اولمپک گیمز (بیجنگ، چین) میں پاکستان زور لگا کر بھی ایک تمغہ نہیں جیت سکا۔ پورا عالمِ اسلام مل کر بھی لاطینی امریکا کے ایک چھوٹے سے ملک ''جمیکا'' جتنے تمغے نہیں جیت سکا۔ دبئی کی ایک شہزادی کو جوڈو کرانے کا شوق چرایا لیکن جب پہلا ہی مقابلہ جنوبی کی چیمپئن سے پڑا تو یہ شوق مہنگا پڑا۔ تو جب کھیلوں میں یہ حال ہے حضور! تو آپ رہتے کس دنیا میں ہیں کہ مغرب سے متھا لینے چلے ہیں...... البتہ میدان میں پنجہ لڑانے کا مقابلہ ہو تو مغرب ہم سے نہیں نکل سکتا۔ جس طرح عالمِ اسلام کے تیس چالیس ملک مل کر ایک چھوٹے سے امریکن ملک سے نہیں جیت سکتے، اسی طرح ''عظیم ترین امریکا'' چالیس ملکوں کو ساتھ لے کر نہتے طالبان کے آگے بے بس ہے۔ اے مسلمانو! اللہ کے لیے سوچو! آنکھوں سے دیکھنے کے بعد کیا باقی رہ جاتا ہے۔ اب تو سمجھ لو! اب تو مان لو! دنیا کے ترقی یافتہ ملکوں میں سے تعلیم وٹیکنالوجی کے بل بوتے پر کسی ایک کا مقابلہ تم نہ کر سکے لیکن جہاد کے مبارک عمل کی بدولت دنیا کے پسماندہ ترین ملک کے غیر منظم مجاہدین نے دنیا کے تمام سپر پاورز اور منی سپر پاورز کو وقت ڈالا ہوا ہے۔ یہ کیا کرشمہ ہے؟ ترقی کا یہ کیسا کارآمد گر ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سکھا کر گئے ہیں۔ ذیل میں ذکر کی جانے والی ساری تدبیریں اسی ایک نکتے کے گرد گھومتی ہیں۔

روحانی تدابیر

اللہ تعالیٰ جو بیماری نازل کرتا ہے، اس کا علاج بھی بتاتا ہے۔ احادیث میں جس طرح آخر زمانے کے فتنوں اور خونریز معرکوں کی تفصیل بیان ہوئی ہے اسی طرح ان سے نجات کی راہوں کی بھی اتنی دقیق تفصیل ہے کہ کوئی چیز کوئی تدبیر باقی نہیں چھوڑی گئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے ہر آنے والے فتنے اور واقعے کے بارے میں معلومات چھوڑی ہیں۔ لیکن جس طرح آخری زمانے کے فتنوں اور ان میں ہونے والی ہلاکتوں کے بارے میں احادیث اور آثار غیر معروف ہیں، اسی طرح وہ آثار جن میں ایسی نبوی ہدایات اور قیمتی نصیحتیں ہیں جو نجات کی راہوں پر روشنی ڈالتی ہیں، غیر معروف ہیں اور لوگوں کی نظروں سے اوجھل ہیں۔ ہمیں اس موقع پر اکابر علمائے اہلِ حق کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ وہ ہمیں ان سے آگاہ کرتے اور مطلع رکھتے ہیں۔ ان کی یہ کوشش نہ ہو تو ہماری جہالت اور بے حسی ہمیں لے ڈوبے۔

راہِ نجات کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات راستے کے روشن نشانات ہیں جن کی روشنی میں انسان آنے والے فتنوں کی تاریکیوں میں منزل تلاش کر سکتا اور مہلک وخون ریز معرکوں میں نجات حاصل کر سکتا ہے۔ ذیل میں احادیث سے مستنبط شدہ وہ ہدایات درج کی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں ان پر عمل کی توفیق دے اور ہمیں چھوٹے بڑے ظاہری اور باطنی ہر طرح کے فتنوں سے بچائے۔ آمین۔

پہلی ہدایت:

آخری زمانہ کے فتنوں اور حادثات کے بارے میں جاننا اور ان سے بچنے کے لیے نبوی ہدایات سیکھنا اور ان پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ ان کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ پر

یقین کو مضبوط کیا جائے، اپنے رب کے ساتھ مضبوط بنیادوں پر تعلقات استوار کیے جائیں، دین کے لیے فدائیت اور فنائیت کا جذبہ پیدا کیا جائے اور فتنوں کے حوالے سے حدیث شریف میں بیان کی جانے والی نصیحتوں اور آخری تدبیر سمجھ کر ان پر سختی سے عمل کیا جائے۔ کیونکہ فتنے کسی کو بھی متاثر کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ جو اُن کو پہلے سے جانتا ہوگا بچ جائے گا اور جس کا ایمان قوی ہوگا اور اللہ پر یقین پختہ ہوگا وہ کامیاب ہو جائے گا۔

دوسری ہدایت:

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ دل کی گہرائیوں سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرے کہ اللہ تعالیٰ اسے فتنوں کا شکار ہونے سے بچائے اور حق کی مدد کے وقت باطل والوں کے ساتھ کھڑے ہونے کے عذاب سے محفوظ رکھے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''فتنوں کے درمیان سب سے زیادہ خوش نصیب وہ ہوگا جو چھپا رہے اور پاک وصاف رہے۔ اگر سامنے آئے تو کوئی اسے پہچان نہ سکے اور اگر سامنے نہ ہو تو کوئی اس کا حال احوال نہ پوچھے۔ اور لوگوں میں سب سے زیادہ بدنصیب وہ خطیب ہوگا جو بلند آواز سے فصیح وبلیغ خطبہ دے گا اور وہ سوار ہوگا جو سواری کو تیز دوڑنے پر مجبور کرے گا۔ ان فتنوں کے شر سے وہی نجات پائے گا جو سمندر میں ڈوبنے والے کی طرح خلوص سے دعا مانگے گا۔''

لہٰذا ہر صاحب ایمان پر اولاً تو یہ لازم ہے کہ دل کو باطنی گندگیوں سے پاک کرے اور اسے ریاکاری، غرور وتکبر اور حسد جیسے امراض سے صاف کرے۔ یہ بیماریاں دلوں کو مُردہ کر دیتی ہیں اور ایسے لوگ فتنوں کے دوران استقامت نہیں دکھاتے۔ نمود ونمائش کی چاہت اور شرف وجاہ کی تمنا، یہ سراسر بدنصیبی اور تباہی کا باعث ہے۔ پھر اس کے بعد اسے چاہیے کہ گڑگڑا کر خلوص کے ساتھ ایسے دل سے دعا مانگے جو درد میں ڈوبا ہوا ہو۔ ایسی دعا جو

سمندر میں ڈوبنے والا مانگتا ہے۔ یہ دعا اس کے دل و دماغ سے بلکہ اس کے ہر ہر عضو اور ہر بال کی جڑ سے نکل رہی ہو۔ یہی دعا وہ ڈھال ہے جو فتنوں میں کام آئے گی۔ یہ دعائیں پابندی کے ساتھ مانگنا چاہیے جیسا کہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اُمت کو سکھانے کے لیے مختلف فتنوں سے بچنے کے لیے ان کا نام لے کر دعا مانگا کرتے تھے۔

تیسری ہدایت:

ان تمام گروہوں اور نت نئی پیدا شدہ جماعتوں سے علیحدہ رہنا جو علمائے حق اور مشائخ عظام کے متفقہ اور معروف طریقے کے خلاف ہیں اور اپنی جہالت یا خود پسندی کی وجہ سے کسی نہ کسی طرح کی گمراہی میں مبتلا ہیں۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: ''ایک وقت آئے گا کہ مسلمان کا بہترین مال وہ بھیڑ بکریاں ہوں گی جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹی اور بارش کے مقامات پر چلا جائے گا تاکہ وہ اپنے دین کو لے کر فتنوں سے بھاگ جائے۔'' اس حدیث کی تشریح کرتے ہوئے علامہ ابن حجر نے اپنی مشہور تصنیف ''فتح الباری'' میں لکھا ہے: ''سلف صالحین میں اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ فتنوں کے زمانے میں صاحب ایمان آدمی عام لوگوں سے کنارہ کش ہو کر علیحدگی اختیار کرے یا نہ؟ بعض حضرات ایمان بچانے کے لیے گوشہ نشینی یا پہاڑوں میں نکل جانے کی اجازت دیتے ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ شہروں میں رہ کر فتنوں کے خلاف ڈٹ جانا چاہیے...... لیکن یہ اختلاف اس صورت میں ہے جب فتنہ عام نہ ہو، لیکن اگر فتنہ عام ہو جائے تو پھر فتنہ زدہ لوگوں سے علیحدگی اور تنہائی کو ترجیح دی گئی ہے۔'' یعنی قابل برداشت حالات میں تو انسان کو معاشرے کے درمیان ہی رہنا چاہیے اور ان کے خلاف آواز بلند کرنی چاہیے...... البتہ جب فتنوں کا ایسا زور ہو کہ اپنا ایمان بچانا مشکل ہو جائے تو پھر عذاب الٰہی آنے سے پہلے گناہوں بھرے معاشرے سے

الگ ہو جانا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے عبداللہ بن عمرو! اگر تو ادنیٰ درجہ کے لوگوں کے درمیان رہ گیا تو پھر کیا کرے گا؟ یہ وہ لوگ ہوں گے (اس کا جواب آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے سنیے) جنہوں نے اپنے عہد و پیمان اور امانتوں کو ضائع کر دیا، پھر وہ ایسے ہو گئے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھوں سے اشارہ کرتے ہوئے اپنی انگلیوں کو آپس میں پیوست کر لیا۔ انہوں نے پوچھا: ''ایسے وقت میرے لیے کیا حکم ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''عام لوگوں کو چھوڑ کر خاص لوگوں کے ساتھ مل جانا۔''

ہمارے زمانہ میں عہد و پیمان کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ لوگ وعدے کر کے صاف مکر جاتے ہیں۔ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ یہ کوئی قرآن و حدیث تھوڑا ہی ہے۔ امانتوں کا کوئی خیال نہیں رکھتا۔ خیانت اور کرپشن عام ہے اور سوائے ان کے جن پر اللہ کی رحمت ہے، سب کے ضمیر بگڑ چکے ہیں۔ یہ خرابیاں مزید بڑھتی جائیں گی اور عنقریب ایک ایسا وقت آئے گا کہ عوام میں رہنا اپنی آخرت کو برباد کرنے کے مترادف ہوگا۔ اللہ والے خواص (علماء و مشائخ، اصلاحی حلقے، مدارس و خانقاہ) کی صحبت کے علاوہ کوئی جائے پناہ نہ ہوگی۔

چوتھی ہدایت:

جب حضرت مہدی کا ظہور ہو تو ان کے خلاف نکلنے والے لشکر میں کوئی صاحب ایمان ہرگز شامل نہ ہو، بلکہ حضرت مہدی کی بیعت میں (جب ان کو احادیث میں بیان کردہ علامات کے مطابق پائے) جلدی کرے۔

پہلے بتایا جا چکا ہے کہ جو بدنصیب لشکر حضرت مہدی کے ساتھ لڑنے کے لیے پہلے پہلے بھیجا جائے گا وہ کفار کا نہیں، مسلمانوں کا لشکر ہوگا۔ ان میں سے کچھ تو ایسے ہوں گے جن

کو لڑائی پر مجبور کیا ہوگا لیکن کچھ ارادتاً سوچ سمجھ کر لڑنے کے لیے آئیں گے۔ یہ وہ نام نہاد مسلمان ہوں گے جو ''فکری ارتداد'' کا شکار ہو چکے ہوں گے اور ان کو حضرت مہدی کے رفقاء دہشت گرد، شدت پسند، بنیاد پرست وغیرہ نظر آ رہے ہوں گے۔ ان سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا۔ پھر اُن کا حشر اپنی اپنی نیتوں کے مطابق ہوگا۔ ہر مسلمان اس کی احتیاط کرے کہ اس کا خاتمہ اس منحوس طریقے سے نہیں ہونا چاہیے۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''پناہ لینے والا [یعنی حضرت مہدی] بیت اللہ میں پناہ لے گا، اس کی طرف فوج بھیجی جائے گی۔ جب وہ بیابان (کھلے میدان) میں پہنچے گی تو زمین میں دھنس جائے گی۔''

حضرت مہدی کی مخالفت کے بجائے جب ان کے ظہور کا اعلان ہو اور ان میں سچے مہدی کی علامات پائی جائیں جو پیچھے بیان ہو چکی ہیں تو ان کے ہاتھ پر جہاد کی بیعت میں سبقت لے جانے کی کوشش کی جائے۔ اس زمانے میں ہر مسلمان پر واجب ہوگا کہ حضرت مہدی کے حلقۂ مجاہدین میں شامل ہو کر اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے اللہ کے راستے میں اپنی جان و مال پیش کرے۔ حضرت مہدی کی پہچان کا ایک ذریعہ تو وہ علامات ہیں جو احادیث میں بیان ہوئیں۔ دوسرا ذریعہ امیر جہاد کی سچی طلب ہے۔ اس کی برکت سے بھی اللہ مدد کرے گا، دل میں خیر کا القاء کرے گا اور سچے مہدی اور ان کے اعوان و انصار کی پہچان ہو جائے گی ورنہ جن کو طلب نہ ہوگی وہ علامات دیکھ کر بھی ان کا ساتھ نہ دیں گے بلکہ گھروں میں بیٹھے علماء، طالبان اور مجاہدین پر تبصرے کرتے رہیں گے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے امیر جہاد کی سچی طلب اور جستجو آخری زمانے کے لوگوں کے لیے سعادت کی علامت اور آخرت کا سرمایہ ثابت ہوگی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''جب تم اسے دیکھو تو اس کی بیعت کرو، خواہ

تمھیں برف پر سے گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے، کیونکہ وہ اللہ کا خلیفہ مہدی ہوگا۔''

پانچویں ہدایت:

امریکا اور مغربی ممالک کے گناہوں بھرے شہروں کے بجائے حرمین، ارضِ شام، بیت المقدس وغیرہ میں رہنے کی امکانی حد تک کوشش کرنا۔ خونی معرکوں میں زمین کے یہ خطے اہل ایمان کی جائے پناہ ہیں۔ دجال ان میں داخل نہ ہو سکے گا۔

نعیم بن حماد نے کتاب الفتن میں روایت کی ہے کہ اللہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بے شک دجال چار مسجدوں، مسجد حرام، مسجدی نبوی، مسجد طور سینا اور مسجد اقصیٰ کے سوا ہر گھاٹ پر پہنچے گا۔''

چھٹی ہدایت:

پابندی سے تسبیح وتحمید اور تہلیل وتکبیر کی عادت ڈالی جائے۔ جس کو ذکر کی لذت سے آشنائی ہوگی، ان کو ذکر سے ایسی حلاوت نصیب ہوگی کہ کھانے پینے سے بے نیاز ہو جائیں گے۔ دجال کے فتنے کے عروج کے دنوں میں جب وہ مخالفین پر غذائی پابندیاں لگائے گا، ان دنوں ذکر و تسبیح غذا کا کام دے گی لہٰذا ہر مسلمان صبح شام مسنون تسبیحات (درود شریف، تیسرا یا چوتھا کلمہ اور استغفار) کی عادت ڈالے اور سورۂ کہف کی ابتدائی یا آخری دس آیتیں یاد کر کے ان کے ورد کا معمول بنائے۔ دجال کے فتنوں کے دنوں میں یہ چیز نہایت برکت والی اور روحانی دوا کے ساتھ جسمانی غذا بھی ثابت ہوگی۔

ایک عظیم الشان حدیث میں جسے ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ہمارے لیے روایت کیا ہے، اس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں سکھاتے ہیں کہ دجال کے زمانہ میں ہم بھوک اور پیاس کا کیسے سامنا کریں؟ روای کہتا ہے پوچھا گیا: ''اے اللہ کے رسول! (صلی اللہ علیہ وسلم) ان دنوں کون سی چیز لوگوں کے لیے حیات بخش ہوگی؟'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: ''تسبیح (سبحان اللہ کہنا)، تحمید (الحمد للہ کہنا)، تکبیر (اللہ اکبر کہنا) کھانے پینے کی جگہ ان کے اندر سرایت کر جائے گی۔''

یہ حدیث لوگوں کو ذہن نشین کر لینی چاہیے اور اسے اپنے عمل کی بنیاد بنانا چاہیے۔ دجال کے زمانہ میں اس حدیث سے بھوک اور پیاس کے فتنے کا سامنا کیا جا سکتا ہے۔ پس اللہ کے ذکر اور قرآن مجید کی تلاوت میں لگے رہیں۔ ابھی سے ''قیام اللیل'' (رات کو اُٹھ کر نماز پڑھنے اور ذکر و وظائف) کی عادت ڈالیں۔ دجال کے زمانہ میں یہ عادت ایسے خوش نصیبوں کے لیے آبِ حیات ثابت ہوگی۔

ساتویں ہدایت:

سورۂ کہف کی تلاوت۔

ایک مشہور حدیث جو ابوداؤد، مسلم، ترمذی، نسائی، احمد، بیہقی وغیرہ جیسے عظیم محدثین کی کتابوں میں پائی جاتی ہے، میں بیان کیا گیا ہے کہ دجال کے فتنے سے جو محفوظ رہنا چاہتا ہو اس کو چاہیے کہ سورۂ کہف کی ابتدائی یا آخری دس آیتوں کی تلاوت کرے۔ اس کی تلاوت دجال کے فتنے میں مبتلا ہونے سے بچا لیتی ہے۔ اس میں کچھ ایسی تاثیر اور برکت ہے کہ جب ساری دنیا دجال کی دھوکا بازیوں اور شعبدہ طرازیوں سے متاثر ہو کر اس کی خدائی تک تسلیم کر چکی ہوگی، اس سورت کی تلاوت کرنے والا اللہ کی طرف سے خصوصی حصار میں ہوگا اور یہ دجالی فتنہ اس کے دل و دماغ کو متاثر نہ کر سکے گا۔ مستند روایتوں میں یہ بھی ہے کہ جو بندہ جمعہ کے دن سورۂ کہف پڑھتا ہے وہ اگلے جمعہ تک نور اور روشنی میں رہتا ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ اس جمعہ سے آیندہ جمعہ تک اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے۔ یہ بھی ہے کہ سورۂ کہف جس گھر میں پڑھی جاتی ہے، اس میں شیطان داخل نہیں ہوتا۔ دجالیات کے محقق مولانا مناظر احسن گیلانی صاحب اپنی کتاب ''فتنہ دجال کے نمایاں خدوخال'' میں فرماتے ہیں: ''مسلمانوں کا عام دستور بھی ہے کہ ان میں متقی اور

پرہیزگار لوگ ہر جمعہ کو سورۂ کہف ضرور تلاوت کرتے ہیں۔ مسجدوں میں اسی لیے اس سورت کے متعدد نسخوں کے رکھنے کا عام رواج ہے۔ صاحب خیر لوگوں کو یہ بھی کرنا چاہیے۔ سورۂ یٰسین کی طرح سورۂ کہف کے مستند نسخے بھی چھپوا کر مساجد میں رکھوائے جائیں۔'' (ص:15)

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی صاحب سورۂ کہف اور دجال کے تعلق پر لکھی جانے والی اپنی تحقیقی کتاب ''معرکۂ ایمان ومادیت'' میں فرماتے ہیں: ''جمعہ کے روز جن سورتوں کے پڑھنے کا شروع سے میرا معمول ہے، ان میں سورۂ کہف بھی شامل ہے۔ حدیث نبوی کے مطالعہ کے دوران مجھے علم ہوا کہ اس روز سورۂ کہف پڑھنے اور اس کو یاد کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ اس کو دجال سے حفاظت کا ذریعہ بتایا گیا ہے۔ میں نے اپنے دل میں سوچا کہ کیا اس سورہ میں واقعی ایسے معانی وحقائق اور ایسی تنبیہیں یا تدبیریں ہیں جو اس فتنہ سے بچا سکتی ہیں جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بار بار پناہ مانگی ہے اور اپنی اُمت کو بھی اس سے پناہ مانگنے کی سخت تاکید فرمائی ہے، اور جو وہ سب سے بڑا آخری فتنہ ہے جس کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد یہ ہے: ''مَابَیْنَ خَلْقِ آدَمَ اِلٰی قِیَامِ السَّاعَةِ اَمْرٌ اَکْبَرُ مِنَ الدَّجَّالِ۔'' (آدم کی پیدائش سے قیامت تک دجال سے بڑا کوئی واقعہ نہیں ہے۔) میں نے سوچا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (جو کتاب اللہ اور اس کے اسرار وعلوم سے سب سے زیادہ واقف تھے) قرآن کی ساری سورتوں میں آخر اسی سورہ کا انتخاب کیوں فرمایا ہے؟ مجھے محسوس ہوا کہ میرا دل اس راز تک پہنچنے کے لیے بے تاب ہے۔ میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ اس خصوصیت کا سبب کیا ہے اور اس حفاظت اور بچاؤ کا جس کی خبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، سورہ سے کیا معنوی تعلق ہے؟ قرآن مجید میں چھوٹی بڑی (قصار مفصل اور طوال مفصل) ہر طرح کی سورتیں موجود تھیں۔ کیا وجہ ہے کہ ان سب کو چھوڑ کر اس سورہ کا انتخاب کیا گیا اور یہ زبردست خاصیت اسی سورہ میں رکھی گئی۔

مجملاً مجھے اس کا یقین ہوگیا کہ یہ سورہ قرآن کی ضرور ایسی منفرد سورہ ہے جس میں عہد آخر کے ان تمام فتنوں سے بچاؤ کا سب سے زیادہ سامان ہے جس کا سب سے بڑا علمبردار دجال ہوگا۔ اس میں اس تریاق کا سب سے بڑا ذخیرہ ہے جو دجال کے پیدا کردہ زہریلے اثرات کا توڑ کرسکتا ہے اور اس کے بیمار کو مکمل طور پر شفایاب کرسکتا ہے۔ اگر کوئی اس سورہ سے پورا تعلق پیدا کرلے اور اس کے معانی کو اپنے دل وجان میں اُتار لے (جس کا راستہ اس سورہ کا حفظ اور کثرت تلاوت ہے) تو وہ اس عظیم اور قیامت خیز فتنہ سے محفوظ رہے گا اور اس کے جال میں ہرگز گرفتار نہ ہوگا۔

اس سورہ میں ایسی رہنمائی، واضح اشارے بلکہ ایسی مثالیں اور تصویریں موجود ہیں جو ہر عہد میں اور ہر جگہ دجال کو نامزد کرسکتی ہیں اور اس بنیاد سے آگاہ کرسکتی ہیں جس پر اس فتنہ اور اس کی دعوت وتحریک قائم ہے۔ مزید برآں یہ کہ یہ سورہ ذہن ودماغ کو اس فتنہ کے مقابلہ کے لیے تیار کرتی ہے۔ اس کے خلاف بغاوت پر اُکساتی ہے۔ اس میں ایک ایسی روح اور اسپرٹ ہے جو دجالیت اور اس کے علمبرداروں کے طرز فکر اور طریقہ زندگی کی بڑی وضاحت اور قوت کے ساتھ نفی کرتی ہے اور اس پر سخت ضرب لگاتی ہے۔''

لہٰذا اہل ایمان کو چاہیے کہ یا تو پوری سورۂ کہف حفظ کرلیں یا کم ازکم اس کی پہلی دس یا آخری دس آیات یاد کرلیں تاکہ دجال کے خروج کے وقت ان کی تلاوت ہر ایک کے لیے ممکن ہو۔ ان آیات میں ایسی قدرتی تاثیر ہے کہ ایسے لوگوں کو دجال کوئی نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ اور دجالی فتنے کے ظہور سے پہلے ان آیات کے ورد کا فائدہ یہ ہوگا کہ دجالی قوتوں کے منفی پروپیگنڈے کا اثر انسان کے دل ودماغ اور ایمان وعمل پر کم سے کم ہوگا۔

ابن خزیمہ کا قول ہے: ''میں نے ابوالحسن الطنافسی کو کہتے سنا فرمارہے تھے، میں نے عبدالرحمن المحاربی کو کہتے سنا ہے کہ: ''اس حدیث کو | یعنی جس میں جمعہ کے دن سورۂ کہف

پڑھنے کی ترغیب دی گئی ہے] ہر استاد کے تربیتی نصاب میں شامل کرنا چاہیے تاکہ وہ مکتب کے تمام بچوں کو سکھادے۔" اندازہ کیجیے اتنے زمانہ پہلے ہمارے اکابر کو فتنوں سے بچنے کا اس قدر اہتمام تھا۔ آج ہم فتنوں کے بھنور میں پھنسے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں اور مزید عظیم فتنے ہمارے سر پر کھڑے ہیں...... ہمیں تو ان چیزوں کا بہت اہتمام کرنا چاہیے۔ بالفرض اگر حقیقی عظیم فتنے ہمارے دور میں ظاہر نہ ہوئے تو چھوٹے دجالوں کے جھوٹے پروپیگنڈے اور میڈیا وارسے تو ان آیات کی برکت ہمیں ضرور محفوظ رکھے گی۔

آٹھویں ہدایت:

عراق میں دریائے فرات کا پانی رکنے سے اس کی تہہ سے جو سونا برآمد ہوگا، اس کی لالچ کوئی مسلمان نہ کرے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے: "قریب ہے کہ فرات سونے کے پہاڑ سے پیچھے ہٹ جائے۔ چنانچہ جو بھی اس وقت موجود ہو اس میں سے کچھ بھی نہ لے۔" ایک اور روایت میں ہے: "اس پہاڑ پر مسلمان ایک دوسرے سے دست و گریبان ہوں گے تو سو میں سے ننانوے قتل ہو جائیں گے اور ان میں سے ہر آدمی کہے گا: ہوسکتا ہے کہ میں بچ جاؤں!"

لہٰذا ہر مسلمان حرص و ہوس اور طمع و لالچ کے بجائے انفاق فی سبیل اللہ کا مزاج بنائے اور لینے اور لوٹنے کے بجائے دینے اور لٹانے کی عادت ڈالے...... ورنہ دنیاوی حرص کہیں کا نہ چھوڑے گی۔

تزویراتی تدابیر

روحانی تدابیر کے بعد اب ہم ظاہری اسباب کے تحت کی جانے والی عملی تدابیر کی طرف آتے ہیں۔ فتنۂ دجال اکبر اور دجالی نظام کا مقابلہ کرنے کی تدابیر اور حضرت مہدی

وحضرت عیسیٰ علیہما السلام کا استقبال کرنے کے لیے کی جانے والی تیاری کے بنیادی خطوط کار درج ذیل ہوں گے:

(1) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جیسے ملکوتی اخلاق پھیلانا

(2) جہاد کو نقطۂ کمال پر لے جانا یعنی جہاد کو علمی و عملی، داخلی و خارجی اعتبار سے عمیق تر اور وسیع تر کرنا۔

(3) مال اور اولاد کے فتنہ میں پڑنے سے بچنے کی پوری پوری کوشش کرنا

(4) جنسی بے راہ روی کو ممکنہ حد تک کم سے کم کرنے کے لیے پوری کوشش صرف کرنا

(5) غذا، لباس اور رہائش کو قدرتی، فطری اور مسنون سطح پر لے جانا

ان پانچ تدابیر کو اختیار کیے بغیر نہ دجالی میکانزم سے بچا جا سکتا ہے نہ اس کو توڑا جا سکتا ہے اور نہ اس کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ جو شخص ان پانچ میں سے کسی ایک چیز پر عمل سے محروم ہے وہ اتنا ہی دجالی میکانزم کا شکار یا شریک کار ہے اور جو مؤمن فرد، معاشرہ، تنظیم، تحریک اور حکومت دجالی میکانزم کا جتنا شکار یا شریک کار ہے، اس کی بحیثیت مؤمن ختم ہو جانے کے اندیشے اسی قدر زیادہ ہیں۔ سورۃ البقرہ میں مذکور حضرت طالوت کی جالوت کے ساتھ جنگ کے واقعہ کی عمدہ مثال سامنے رکھ لیجیے۔ بنی اسرائیل کے لشکر کے کم حوصلہ اور بے صبرے سپاہیوں کی طرح دجالی نظام کے بہتے دریا سے جو جتنا پانی پیے گا اس کے اندر دجال سے لڑنے کی طاقت اسی قدر کم ہو جائے گی اور جو جتنا تقویٰ وطہارت اختیار کر کے عیش پرستی سے دور رہے گا اس پر دجالی حربے اتنے ہی کم اثر انداز ہوں گے۔

پہلی تدبیر: اتباع صحابہ:

نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے روئے ارض پر ایک عظیم الشان فکری، ذہنی، علمی اور تخلیقی اصلاح پر مشتمل بے مثال انقلاب برپا کیا۔ اور وہ انقلاب تھا

''سنت اللہ'' کو ''سنت نبوی'' کی شکل میں روئے ارض پر عملاً جاری، ساری اور نافذ کر دینا۔

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین روئے ارض کے وہ اعلیٰ ترین، ارفع ترین اور جامع ترین اشخاص ہیں جو روئے ارض پر برپا ہونے والے اس عظیم الشان فکری، ذہنی، علمی اور تخلیقی رحمانی انقلاب کے شاہکار نمونہ، اس کے دست و بازو اور اس کی بے مثال نشانی تھے۔ روئے ارض پر برپا اس عظیم الشان انقلاب کا جو نمونہ صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے پیش کیا وہ یہود اور ان کے برپا کردہ دجالی نظام کے مقابلہ اور اس پر فتح پانے کے لیے ہمارے پاس موجود ''واحد حل'' ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تین صفات ایسی ہیں جنہیں اپنانے والے ہی مستقبل قریب میں برپا ہونے والے عظیم رحمانی انقلاب کے لیے کار آمد عنصر ثابت ہو سکتے ہیں۔ یہ تینوں صفات ایک روایت میں بیان کی گئی ہیں۔ ان کے مطابق صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دلوں کی پاکیزگی، علم کی حقیقت اور تکلف سے اجتناب میں تمام امت سے زیادہ بلند مقام پر تھے۔ ان تینوں صفات کی تفصیل کچھ یوں ہے:

(1) اَبَرُّھَا قُلُوبًا (صحابہ کرام کے دل ''بِرّ'' کے اعلیٰ ترین مقام پر پہنچ گئے تھے)

''بِرّ'' سے مراد ہے انسانی دل کا خالص و مخلص حالت و صورت میں آ جانا، باطنی بیماریوں اور روحانی آلائشوں سے بالکل پاک صاف ہو جانا۔ ''آدمیت'' کا ایسی حالت کو بازیافت کر لینا جو ہر طرح کی آلودگی اور خرابی سے پاک ہو۔

(2) اَعۡمَقُھَا عِلۡمًا (وہ علم کے اعتبار سے اس عالم امکان میں علمیت اور حقیقت شناسی کی آخری گہرائیوں تک پہنچ گئے تھے۔) علم کی حقیقت حاصل کرنے، اور کائنات یعنی آفاق و انفس کی حقیقت کو جان لینے کے اعتبار سے عالم امکان میں جو آخری درجہ ہو سکتا ہے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اس تک پہنچ گئے تھے۔ وہ اس علمی مقام اور بلند روحانی مرتبے تک پہنچ گئے تھے جہاں تک ان سے پہلے انبیاء کو چھوڑ کر کوئی انسان پہنچ سکا اور نہ آئندہ پہنچ

سکتا ہے۔ یاد رکھیے! اصل علم اشیاء کی حقیقت کا علم ہے۔ یہ علم سائنسی لیبارٹریوں میں پیشاب اور خون کے تجزیے، چوہے اور مینڈک پر تجربات سے نہیں، نورِ معرفت سے حاصل ہوتا ہے اور یہ چیز صفہ کے چبوترے پر بٹتی تھی۔ لہٰذا جو مزاج نبوی سے جتنا قریب ہوگا اسے کائنات اور اس میں موجود اشیاء وعناصر کی حقیقت کا علم اتنا ہی زیادہ نصیب ہوگا۔ مغرب کے مادہ پرست سائنس دانوں کو اس کی ہوا بھی نہیں لگی۔

(3) اَقَلُّهَا تَكَلُّفًا (وہ روئے ارض پر کم ترین تکلف کے حامل بننے میں کامیاب ہوگئے۔) اس سے مراد ہے کہ صحابۂ کرام اس نکتہ کو پاگئے کہ روئے ارض پر مقصد ربانی کی تکمیل کرنے، نہایت آسانی سے یہاں کی آزمائشوں اور ابتلا سے گزرنے اور ابلیس اور دجال اکبر کے مکروکید کو ناکام کرنے کے لیے ''بہترین راہ'' یہ ہے کہ انسان حلال میں تکلف نہ کرے اور حرام میں ملوث نہ ہو۔ ایسا اس وقت ہوگا جب وہ اپنی انفرادی واجتماعی سہولیات و تعیشات کو کم سے کم سطح پر لے آئے۔ سہولیات کا عادی نہ بنے، جفاکشی اختیار کرے۔ عیش پرست نہ ہو، سخت جان اور ایثار وقربانی کا عادی ہو۔

الغرض...... فتنۂ دجال اکبر کا مقابلہ کرنے کی اہل ایک ایسی ''صالح اُمت'' بننے کے لیے...... جو ایک جانب اپنی توانائیوں کو یکسو کر کے غلبۂ اسلام کی ایسی طلب گار اور سراپا طلب بن جائے کہ اللہ تعالیٰ اس کے اندر حضرت مہدی علیہ السلام جیسی قیادت پیدا کریں اور اس کی حضرت عیسیٰ ابن مریم سے نصرت کریں...... اور دوسری جانب وہ حضرت مہدی اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کو اپنے قائد کی طرح قبول اور جذب کر سکے...... لازم ہے کہ اُمت مسلمہ ان تین صفات کو پھر سے زندہ کر کے صحابۂ کرام جیسے فکری، ذہنی، علمی اور تخلیقی اصلاح وارتقا کو پھر سے حاصل کرے۔ اس کے بغیر نہ عروج پر پہنچی ہوئی مغربی مادیت کا مقابلہ ہوسکتا ہے نہ اس کے سحر انگیز سسٹم کی مرعوبیت سے نکلا جا سکتا ہے۔

لہٰذا فتنۂ دجال اکبر کا مقابلہ کرنے کے لیے لازم ہے کہ اہلِ ایمان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی مبارک سنت پر عمل کرتے ہوئے:

☆......اپنے دل و دماغ اور زبان و عمل کی مکمل اصلاح کی فکر کریں۔ ظاہر کو سنت کے مطابق بنانے اور باطن کو نفس کی خباثتوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ یہ دولت مدارس اور خانقاہوں میں علمائے کرام اور مشائخ عظام کی صحبت کی برکت سے ملتی ہے۔ کسی سچے اللہ والے متبع سنت بزرگ کی خدمت میں اپنے آپ کو پامال کیے بغیر انسان کے اندر کا اندھیرا ختم نہیں ہوتا اور مرتے دم تک اسے نفس کی گندگیوں اور باطن کی آلائشوں سے نجات نصیب نہیں ہوتی۔

☆......روحانی اور رحمانی علم کی جستجو کریں۔ یہ علم سچے اللہ والوں کی صحبت کے بغیر حاصل نہیں ہوتا اور اس علم کے بغیر کائنات اور اس میں موجود اشیاء کی حقیقت سمجھ نہیں آ سکتی۔

☆......بے تکلفی، سادگی اور جفاکشی اختیار کریں۔ مغرب کی ایجاد کردہ طرح طرح کی سہولیات اور تعیشات سے سختی کے ساتھ بچیں۔ صحرا، پہاڑ، وادی، یخ بستہ علاقوں اور تپتے صحراؤں میں ہر طرح کے حالات میں رہنے، کھانے، پینے اور پہننے کی عادت ڈالیں۔ تیرنے، گھڑ سواری کرنے، پہاڑوں پر چڑھنے اور ورزشوں کے ذریعے خود کو چاق و چوبند رکھنے کا اہتمام کریں۔ تہہ خانوں اور غاروں میں رہنے سے نہ کترائیں۔

مغرب کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کو صحابیانہ صفات سے عاری کر کے گناہوں، سہولت پسندی اور عیش پرستی میں مبتلا کیا جائے۔ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہمیں طرح طرح کی راحتوں، لذتوں اور تعیشات میں مبتلا کرنے کے لیے نت نئی ایجادات کی تشہیر کرتی ہیں۔ دگنا پیسہ بھی کماتی ہیں اور دجال کے خارش زدہ ٹٹو تیار کرنے کے مرحلے پر بھی تیزی سے عمل کر رہی ہیں۔ انسان اپنے جسم کو راحت پہنچانے کے لیے کہاں تک جا سکتا ہے؟ کتنا گر سکتا ہے؟ کتنی

فضول خرچی کرسکتا ہے؟ روح سے توجہ ہٹا کر نفس کے پھندوں میں کتنا گرفتار ہوسکتا ہے؟ ان چیزوں کا جتنا تصور کیا جاسکتا ہے، ملٹی نیشنل کمپنیوں نے اس سے آگے کی لذت پرستیوں کو باقاعدہ منصوبے کے تحت حقیقت کی شکل دے رکھی ہے اور وہ دنیا کو بالخصوص اہلِ اسلام کو کاہل، سست، آرام پسند اور عیش پرست اور اتنا لذت کوش بنانا چاہتے ہیں کہ وہ فارمی مرغیوں کی طرح کسی کام کے نہ رہیں۔ دجال اور دجالی فتنوں کا مقابلہ نہ کرسکیں اور یہود کی منزل آسان ہوجائے۔ آپ سڑکوں کے کنارے لگے بڑے بڑے اشتہارات پر نظر ڈالیے، اشیائے تعیش سے بھرے ہوئے شاپنگ مالز میں چمکدار دکانیں اور چمچماتے شوکیس ملاحظہ کیجیے۔ مراعات یافتہ طبقوں کی لذتوں، شہوتوں اور نوابی نخروں چونچلوں کو بھی دیکھیے۔ دجالی فتنے میں ملوث ہونے کے آثار ہر جگہ واضح نظر آئیں گے۔ ان سے بچ کر سادہ، جفاکش اور بے تکلف زندگی گذارنے والا ہی اپنی صحت، ایمان اور آخرت کو بچا سکے گا۔

دوسری تدبیر، جہاد:

جہاد اسلام کو چوٹی پر لے جانے والی واحد سبیل اور مسلمانوں کی ترقی کا واحد ضامن ہے۔ یہود اس حقیقت کو ہم سے زیادہ جانتے ہیں۔ یہود کی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے اندر از خود پیدا شدہ عزم جہاد کا رُخ پھیر کر انہیں غیر حقیقی میدانِ کار فراہم کردیا جائے۔ یہ میدان کار بظاہر حقیقی اور مفید لیکن درحقیقت فرضی اور قطعاً غیر مفید ہو۔ ریگولر ہو، سیکولر قطعاً نہ ہو۔ یہ Megalothymia مغربی اصطلاح میں تعمیری ہو تخریبی نہ ہو۔ یعنی اس کے نتیجے میں اُمت مسلمہ اپنی مرضی سے ہنسی خوشی فکری اور علمی بحث و مباحث و تبادلۂ خیال کرنے لگے۔ اس کو عظیم کارِ خیر تصور کرے۔ عصری تعلیمی ترقی کے لیے کوشاں ہوجائے۔ مسنون اعمال کو زندگی کا جز بنانے کے بجائے اسلام کو مغربی تہذیب سے زیادہ سودمند اور کارآمد ثابت کرنے کی کوشش میں لگی رہے۔ علمی اداروں، تحقیقی، صنعتی اور فنی اداروں کے قیام کی

طرف متوجہ ہوجائے اور علمی، تحقیقی، صنعتی، فنی اور مالی صلاحیتوں کے بڑھانے میں ایسی مشغول ہوجائے اوران میدانوں میں مغرب کی ترقی تک پہنچنے اوراس سے آگے نکلنے میں اتنی مستغرق ہوجائے کہ اسے جہاد کے ذریعے حاصل ہونے والی بے مثال، تیز رفتار اور ہوش ربا ترقی کا خیال ہی نہ رہے۔ وہ مغرب کا پیچھا کرتے کرتے سرگرداں پھرے اور اللہ رب العالمین نے اس کو مغرب کی ہوش ربا ترقی اور حیران کن مادی طاقت پر غلبے کا جو بے بہا نسخہ دیا ہے اس سے غافل رہے، اس کی تنقیص کرے، تردید کا ارتکاب کرے حتیٰ کہ "فرار من الزحف" یا "تولّی الادبار" [جہاد سے پیٹھ پھیر کر دوسری چیزوں میں فلاح و نجات تلاش کرنا] کی مرتکب ہو کر اللہ تعالیٰ کے غضب وانتقام کا شکار ہوجائے۔

یادرکھیے! بے مقصد اور سطحی علمی تحقیق، سائنس وٹیکنالوجی میں پیش رفت وغیرہ یہ سارے امور یہودیت کی اصطلاح میں ''تعمیری'' ہیں۔ ان سے بلاواسطہ اور بالواسطہ یہودیت کو استحکام نصیب ہوتا ہے اور اس کے خطرے کم ہوتے ہیں یا اگر خطرے پیدا ہوں بھی تو یہودیت اس کے کنٹرول پر پوری طرح قادر ہے۔ لہٰذا وہ اس کے لیے عالمِ اسلام کو مشاورت، تکنیکی معاونت اور فنڈ فراہم کرنے پر بھی تیار ہوں گے۔ نام نہاد اسلامک انسٹیٹیوٹ اور ریسرچ سینٹرز کا قیام ان کے لیے نہایت اطمینان کا باعث ہے۔ البتہ جہاد کا نام لینے والوں کا وہ دانہ پانی بند کرنے سے کم کسی چیز پر اکتفا نہیں کریں گے۔ یہودیت کے نزدیک ''تخریبی امور'' سے مراد جہاد ہے۔ جہاد وہ عمل ہے جس سے یہودیت بدحواس ہوجاتی ہے۔ قوم یہود کے حواس اس سے مختل ہوجاتے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تعمیری امور کو کنٹرول کرنے کے لیے ان کے پاس میکانزم ہے۔ جہاد کو کنٹرول کرنے کے لیے ان کے پاس کوئی میکانزم نہیں۔ سوائے اس کے کہ وہ دشمن کو over kill کریں۔ لیکن وہ جانتے ہیں کہ وہ ایسا نہیں کرسکتے، یہ ان کے بس کی چیز نہیں، مجاہدین ان کے لیے ہمیشہ مشکل بلکہ

ناممکن ہدف ثابت ہوئے ہیں۔ نیز بے تحاشا جان لینا ان کے مسائل میں اضافہ کرتا ہے کمی نہیں...... جبکہ مسلمانوں کو جدید ٹیکنالوجی کے حصول میں مصروف کر کے خود اونچی چوٹی پر کھڑے ہو کر ان کی بے بسی کا تماشا دیکھنا ان کے لیے نہایت فرحت بخش عمل ہے۔ ان کو پتا ہے کہ وہ اس میدان میں اتنے آگے ہیں کہ ساری مسلمان حکومتیں مل کر بھی ان کے پائے کا ایک تعلیمی ادارہ بنا سکی ہیں نہ ان کے تیار کردہ سائنس دانوں جیسے سائنس دان تیار کر سکتی ہیں۔ لہٰذا اس میدان میں ہماری کچھوے کی چال والی ترقی سے انہیں کوئی خطرہ نہیں۔ البتہ یہود اور یہودیت زدہ مغربی دنیا جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت کا کوئی متبادل نہیں رکھتی۔ یہ چیز ربّ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بخشی ہے۔ اور اس کا کوئی توڑ یہودی سائنس دانوں اور مغربی تھنک ٹینکس کے پاس نہیں۔ لہٰذا مسلمانوں کی بقا و فلاح اس میں ہے کہ اپنی نئی نسل میں جذبۂ جہاد کی روح پھونک کر اس دنیا سے جائیں۔ فلسفۂ جہاد کو ان کے اندر کوٹ کوٹ کر بھر دیں اور ان کا ایسا ذہن بنا دیں کہ وہ اس پر کسی قسم کے سمجھوتے کو خارج از مکان قرار دیں، نیز ہر مسلمان اپنے متعلقین اور اپنے نوجوانوں کے دل و دماغ میں یہ بات راسخ کر دے کہ جہاد کے علاوہ کسی اور چیز ...... چاہے وہ جدید تعلیم ہو یا ٹیکنالوجی...... کمپیوٹر سائنس ہو یا خلائی تسخیر ...... گلے میں ٹائی باندھنا ہو یا کمر میں پینٹ کسنا...... کسی چیز کو اپنی ترقی و کامیابی کا ذریعہ نہ سمجھیں۔ جذبۂ جہاد اور شوقِ شہادت میں فنائیت کے بغیر مسلمانوں کی بقا و ترقی کا تصور پہلے تھا نہ آیندہ ہو سکتا ہے۔

تیسری تدبیر: فتنۂ مال و اولاد سے حفاظت:

فتنۂ دجال اکبر کے پانچ ستونوں میں سے ایک ستون ''فتنۂ مال و اولاد'' ہے بلکہ فتنۂ دجال دراصل ہے ہی مال اور مادیت کا فتنہ۔ اس فتنہ کے نتیجے میں پہلے پہل ''نظامِ رزقِ حلال'' منہدم ہوتا ہے پھر ''نظامِ زکوٰۃ'' کا انہدام شروع ہو جاتا ہے اور آخر میں

''نظامِ انفاق فی سبیل اللہ'' ہی کلی طور پر منہدم ہو جاتا ہے۔ان نظاموں کے انہدام سے مال اور رزق طیب نہیں رہتا،خبیث ہو جاتا ہے اور خبیث رزق سے پلنے والے اجسام دجالی فتنہ کا آسان ہدف اور مرغوب شکار ہوں گے۔

''فتنۂ مال واولاد'' سے خود کو نکالے بغیر اہل ایمان کا فتنۂ دجال اکبر سے نکلنا محال ہے۔فتنۂ دجال اکبر سے نکلنے یا اس سے بچنے کی اوّلین شرط ہے ''نظامِ انفاق کا قیام'' اور ''نظام ربا (سود) کا انہدام'' اس کے لیے ضروری ہے کہ مسلمان حلال وحرام کا علم حاصل کریں۔ہر طرح کے حرام سے کلی اجتناب کا اہتمام کریں۔صرف اور صرف حلال مال کمائیں اور پھر اس میں سے اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کی عادت ڈالیں اور بچوں کو اس کی عادت ڈلوانے کے لیے ان کے ہاتھ سے بھی فی سبیل اللہ خرچ کروایا کریں۔بچوں کے دل میں حلال کی اہمیت اور حرام سے نفرت پیدا کریں۔رزق کمانے کے دوران...... چاہے ملازمت ہو یا کاروبار...... شریعت کے احکام پر سختی سے عمل کیا جائے تا کہ حلال طیب حاصل ہو اور جسم و جان میں جو کچھ جائے،خیر اور نیکی کی رغبت اور توفیق کا سبب بنے۔کسبِ حلال کے شرعی احکام اصولی ہوں یا فروعی،داخلی ہوں یا خارجی،ان کا بھرپور اہتمام کیا جائے۔مثلاً ایک فرعی یا خارجی حکم یہ ہے کہ جمعہ کی پہلی اذان سے لے کر جمعہ کی نماز کے ختم ہونے تک تمام مسلمان خرید وفروخت موقوف کر دیں اور اللہ کی یاد کے لیے مسجد چل پڑیں۔ایسا کرنے کے لیے ضروری ہے کہ آبادیوں میں جمعہ کا دن (چوبیس گھنٹے) پوری طرح چھٹی کا ہو۔جمعہ کے دن پہلی اذان تک سارا شہر مسجد میں داخل ہو جائے تا کہ دوسری اذان سے لے کر نماز ختم ہونے تک مسلمان سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہوں۔اس طرح وہ اللہ کی نظر میں مقبول ہو جائیں گے اور ان یہود کا مقابلہ کر کے ان پر غالب ہو سکیں گے جو یہودیوں کے مقدس دن ہفتے کے دن دنیاوی کاموں میں مشغول ہو کر اللہ کے غضب کا شکار ہوئے۔

چوتھی تدبیر: فتنۂ جنس سے حفاظت:

فتنۂ دجال اکبر کے پانچ عناصر میں سے ایک اہم عنصر ''فتنۂ جنس'' ہے۔ دجالی نظام کو دنیا پر غالب کرنے والوں کی کوشش ہے کہ پورے روئے ارض پر جنس کے فطری اور بابرکت نظام یعنی ''نظام ازدواج'' کو درہم برہم کر دیا جائے۔ اس کے بعد روئے ارض پر فطری تولید کے نظام کو درہم برہم کر دینا آسان ہو جائے گا۔

فتنۂ دجال اکبر کا مقابلہ کرنے کی اہم ترین تدبیر ''سنتِ نکاح'' کا قیام اور اکمال ہے یعنی نکاح کی سنت کو درجۂ کمال تک پہنچانا۔ مرد و عورت کے حلال ملاپ کو رواج دینا اور آسان بنانا۔ حرام پر سزا دینا اور اسے مشکل تر بنانا۔ آج کل تقریب نکاح کے حوالے سے کی جانے والی رسومات کی بنا پر حلال مشکل ہے اور حرام آسان۔ ہم جسے مسنون نکاح کہتے ہیں، وہ نکاح تو ہے لیکن ''مسنون'' نہیں۔ اس میں اتنی رسومات، اسراف اور ریاکاری شامل ہو گئی ہے کہ نام تو ''نکاح مسنون'' اور ''ولیمۂ مسنونہ'' کا ہوتا ہے لیکن ان تقریبات میں اکثر کام غیر شرعی اور خلاف سنت ہوتے ہیں جس سے نکاح مشکل اور فحاشی (زنا) آسان ہوتی جا رہی ہے۔

''استکمالِ سنتِ نکاح'' کی کوشش کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

(1) ہمہ جہت جنسی علیحدگی یعنی مرد و عورت کا مکمل طور پر علیحدہ علیحدہ ماحول میں رہنا جو شرعی پردے کے ذریعے ہی ممکن ہے۔

(2) عورتوں کو زیادہ سے زیادہ شرعی مراعات دینا اور ان کی مخصوص ذمہ داریوں کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں سے انہیں سبکدوش کرنا جو ان کی فطرت اور شریعت کے خلاف ہے۔

(3) نکاح کو زیادہ سے زیادہ آسان اور فسخ نکاح کو زیادہ سے زیادہ منضبط

بنانا۔

(4) کسی بھی عمر میں جنسی ونفسیاتی محرومی کو کم سے کم واقع ہونے دینا لہذا بڑی عمروں کے مردوں اور عورتوں کو بھی پاکیزہ گھریلو زندگی گزارنے کے لیے نکاح ثانی کی آسانی فراہم کرنا۔

(5) کثرت نکاح اور کثرت اولاد کو رواج دینا۔ ایک سے زیادہ نکاح اور دو سے زیادہ بچوں کو خوبی اور قابل تعریف بات بنانا۔ ایک نکاح اور دو بچوں پر اکتفا کی ہمت شکنی کرنا۔ ورنہ اُمت سکڑتے سکڑتے دجالی فتنے کے آگے سرنگوں ہو جائے گی۔

''تکمیلِ سنت نکاح'' کے یہ وہ عنوانات تھے جن کو اسلام نے قائم کیا۔ دجال کے زمانے کی قرب کی ایک علامت یہ ہے کہ ان میں سے بیشتر آج درہم برہم ہو چکے ہیں۔ اس کی ناگزیر ضرورت ہے کہ ان تمام امور کو ازسرنو نافذ العمل بنایا جائے۔

فتنۂ دجال اکبر سے بچنے کے اقدامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر قسم کے حرام جنسی عمل اور حرام تولید سے معاشرے کو پاک کیا جائے۔ حرام جنس اور حرام تولید سے فتنۂ دجال اکبر کے زمانے میں فرد اور معاشرے کو بچانا تقریباً محال ہوتا جائے گا۔ اس سے بچنے کی واحد صورت یہ ہے کہ حلال جنس اور حلال تولید کی صورتوں اور سہولتوں کو آسان سے آسان تر بنانا اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا۔ اس کی درج ذیل صورتیں ہو سکتی ہیں جن کو صالح مرد اور خواتین کو زیادہ سے زیادہ قبول اور رائج کرنا ہوگا:

☆...... بالغ ہونے کے بعد مردوں اور عورتوں کی شادی میں دیر نہ کرنا

☆...... مردوں کی ایک سے زیادہ شادی

☆...... بیوگان ومطلقہ خواتین کی فوراً شادی

☆...... مردوں اور عورتوں کی شادی کو خرچ کے اعتبار سے آسان تر بنانا اور ہر

طرح کی معاشرتی پابندیوں کا خاتمہ کرنا

☆...... معاشرے میں آسان نکاح کی ہمت افزائی کرنا اور مشکل نکاح سے ناپسندیدگی کا اظہار کرنا حتی کہ اس کا بائیکاٹ کرنا۔

جو لوگ ہٹ دھرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے رائج غیر شرعی شادی کی رسوم کو جاری رکھیں یا محض نمائش کے لیے آسان اور مسنون نکاح کریں اور در پردہ اسی رائج الوقت رسومات اور فضول خرچی سے بھرپور شادی کو جاری رکھیں، ان کا سخت بائیکاٹ کیا جائے۔ ایسے لوگوں کی مجلس نکاح میں شرکت کرنا اور راہ و رسم رکھنا ایسا ہی ہوگا جیسے "مسجد ضرار" میں نماز پڑھنا۔ فتنہ دجال اکبر کے مقابلے اور جنسی بے راہ روی کے خاتمے کے لیے لازم ہے کہ شرعی طور پر سنت نکاح کی ادائیگی کا اہتمام کیا جائے اور یہ اسی وقت ہوگا جب عقد نکاح کی تقریب کو رسومات، منکرات اور لغویات سے بالکل پاک کیا جائے۔ اس کے نتیجے میں بیہودہ رسموں کا خاتمہ ہوگا، نکاح پر کم سے کم خرچ ہوگا، حرام جنسی ملاپ کا سد باب ہوگا اور مسنون نکاح کے عمل کو زندہ کرنے سے پاکیزہ معاشرہ وجود میں آئے گا۔

فتنہ دجال اکبر سے مقابلہ کے لیے یہ بھی لازم ہے کہ زچگی یا تو ان اداروں اور ہاسپٹلوں میں کرائی جائے جہاں اللہ کے دین کے مطابق زچگی ہوتی ہے۔ مسیحا کے روپ میں منڈلاتے بھیڑیے نما ڈاکٹر اور ڈاکٹرنیاں فیس اور کمیشن کی لالچ میں فطری تولید کو روک کر غیر ضروری آپریشن پر زور دیتے اور امت مسلمہ کی ماؤں کو تولیدی صلاحیت سے بتدریج محروم کرتے ہیں۔ چونکہ اندیشہ اسی بات کا ہے کہ اکثر جگہوں میں ایسا ہی ہوتا ہے، اس لیے امت میں اس کا اہتمام ہو کہ زچگی ماہر اور تجربہ کار روائیوں کی زیر نگرانی گھروں میں ہو۔ زچگی کے لیے Caeserion آپریشن سے حتی الوسع اجتناب کیا جائے۔ اولاد کے حصول کے لیے تغییر خلق کے تمام راستوں سے کلی اجتناب کیا جائے۔ اولاد کے

حصول کے لیے غیر فطری طریقوں کا استعمال قطعاً قطعاً نہ کیا جائے مثلاً: مادہ منویہ کو منجمد طور پر محفوظ رکھنا، مصنوعی طور پر منی کا رحم میں ڈالنا، ٹیسٹ ٹیوب کے ذریعہ افزائش کرنا، رحم کا عاریتاً استعمال کرنا اور کرانا۔

فتنۂ دجال اکبر کے مقابلے کے لیے لازمی ہے کہ اہل ایمان خالص اور مخلص بنیں۔ حلال نسب اور حلال رزق کے علاوہ کسی چیز کو رواج نہ پانے دیں اور روئے ارض پر برسرِ پیکار دجالی افواج کے مقابلے میں اللہ کا سپاہی بننے کی تیاری کریں۔

پانچویں تدبیر: فتنۂ غذا سے حفاظت:

فتنۂ دجال اکبر کا مقابلہ کرنے والی مؤثر تدابیر میں سے غذائی تدابیر بہت اہمیت کی حامل ہیں اور اس کے برخلاف فتنۂ دجال اکبر کے روز بروز بڑھتے طوفان کے مقابلے میں اہلِ ایمان کو کمزور سے کمزور تر حتیٰ کہ بالکل بے بس کر دینے بلکہ آلہ کار بنا دینے والی چیز غذائی سطح پر حرام سے چشم پوشی اور حلال سے انحراف ہے۔

فتنۂ دجال اکبر سے بچنے اور اپنے اہل وعیال کو بچانے کی سب سے مؤثر تدبیر طیب وحلال طریقے سے حاصل کردہ غذا سے جسم کی پرورش ہے۔ فتنۂ دجال اکبر کے سامنے سب سے زیادہ اور آسان شکار (Soft Target) حلال وطیب کے بجائے حرام وخبیث مال اور غذا سے پروردہ جسم ہوتا ہے۔ لہٰذا وہ چیزیں جنہیں قرآن اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام قرار دیا ہے ان سے اپنے آپ کو سختی سے بچایا جائے۔ اپنے جسم میں حرام لقمہ یا حرام گھونٹ داخل نہ ہونے دیا جائے۔ نہ حرام لباس سے خود کو آلودہ کیا جائے۔ نیز مصنوعی طور پر Cross-Pollination اور Hybridization کے ذریعہ پیدا کردہ غذاؤں سے بچا جائے۔ مصنوعی غذائیں تیار کرنے والی یہودی کمپنیاں آہستہ آہستہ پوری دنیا کی خوراک کو دجال کے قبضے میں

دینے کے لیے رفتہ رفتہ آگے بڑھ رہی ہیں۔ یہ دراصل دجال کی مصنوعی خدائی کو منوانے کے لیے ذخیرۂ خوراک کے داروغہ کا کردار ادا کر رہی ہیں۔ ڈبہ بند غذائی اشیا اب قدرتی غذاؤں سے زیادہ قابل اطمینان سمجھی جاتی ہیں اور منفرد مقام کی حامل ہیں۔ کچھ اسلامی شہروں مثلاً دبئی، دوحہ وغیرہ کا تو انحصار ہی ان پر ہے۔ یہ قابل اطمینان نہیں، انتہائی تشویش ناک امر ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ اپنے آپ کو اور اپنی نسلوں کو دشمن کے ہاتھ میں گروی رکھنے کے مترادف ہے۔ مصنوعی طور پر پیدا کردہ غذاؤں سے زیادہ فساد آلودہ وہ غذائیں ہیں جو جینیاتی طور پر پیدا کردہ ہیں۔ اس کے علاوہ کیمیاوی طور پر تیار کردہ غذاؤں سے بھی بچا جائے۔ فتنۂ دجال اکبر سے بچنے کے لیے ان سب طرح کی غذاؤں سے کلی اجتناب لازمی ہے۔

اُمت مسلمہ اپنے علاقوں میں فطری اور قدرتی غذا کے حصول کے لیے زراعت وشجر کاری پر توجہ دے۔ پیڑ پودوں بالخصوص پھل دار پیڑوں کے لگانے، گھاس کی افزائش پر خصوصی دھیان دے۔ اسی طرح جنگلات کی کٹائی کو حتی الوسع روکا جائے بلکہ جنگلات لگائے جائیں۔ اُمت مسلمہ مصنوعی طریقۂ تولید سے جانور پیدا کرنے کے بجائے قدرتی افزائش نسل پر توجہ دے۔ اونٹنیوں، گایوں، بھیڑوں اور بکریوں کی افزائش پر خصوصی دھیان دے۔ مصنوعی طریقے سے پیدا شدہ مویشی اور ان کے بیج عنقریب ان یورپی کمپنیوں کی مرضی کے کلی طور پر تابع ہوں گے جو نباتات کی طرح حیوانات کو بھی اپنے قبضے میں لینے کے لیے نت نئے تجربات کر رہی ہیں۔

☆......☆......☆

یہ وہ تدابیر ہیں جو فتنۂ دجال سے حفاظت اور اس کے خلاف جدوجہد کے لیے کارآمد و مؤثر ہیں۔ ان کی فہرست قرآن وحدیث پر گہرے غور وفکر کے ذریعے ترتیب دی

گئی ہے۔ جو مسلمان چاہتا ہے کہ اس عظیم فتنہ کے خلاف برسرِ پیکار عظیم المرتبت لوگوں کی صف میں شامل ہو جائے، اسے چاہیے کہ ان کو اپنا لے۔ اپنی زندگی میں داخل کرلے اور ان پر سختی سے کاربند ہو کر اپنے اہل وعیال سے بھی ان کی پابندی کروائے۔ دوسرے مسلمانوں میں بھی اس کی دعوت چلاتا رہے۔ فتنۂ دجال سے خدا تعالیٰ کو جتنی نفرت ہے، اس فتنے کے خلاف کسی طرح کی جدوجہد کرنے والے اللہ ربّ العالمین کے ہاں اتنے ہی مقبول، اس کی رحمت کے مستحق اور قابل اجر وثواب ہیں۔

آخری بات

یہاں چونکہ کتاب کا بھی اختتام ہے اور کتاب کے پیغام کا بھی۔ لہٰذا یہاں ہم اپنی بات کا پھر سے خلاصہ کرنا چاہیں گے۔ فتنۂ دجال سے مردانہ وار دفاع اور اس کے خلاف جارحانہ اقدام کے لیے کی جانے والی تدابیر کے آغاز میں عرض کیا تھا کہ یہ ساری تدابیر صرف ایک نکتے کے گرد گھومتی ہیں اور وہ ہے...... جہاد...... جہاد...... جہاد...... مالی جہاد، زبانی جہاد، قلمی جہاد اور عسکری جہاد۔ یعنی اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے قتال فی سبیل اللہ! اللہ کے راستے میں قتل ہونا اور قتل کرنا۔ زبانی اور قلمی جہاد اس وقت جہاد ہوگا جب قتال کے موضوع پر لکھا اور بولا جائے۔ مچھروں بھرے جوہڑ پر دوائی چھڑکنے کی ترغیب کو قلمی جہاد کہنا حماقت کی چوٹی پر چڑھ کر اوندھے منہ لڑھکنے والی بات ہے۔ اب آخر میں ہم فتنۂ دجال سے بچنے کے دو طریقے احادیث کی روشنی میں بیان کر کے اپنے پیغام کا خلاصہ کرنے میں قارئین کی مدد کرتے ہیں۔

فتنۂ دجال سے بچنے کے دو طریقے:

فتنۂ دجال کے زمانے میں جو مسلمان زندہ ہوں گے اور تاریخ انسانی کے اس عظیم

اور ہولناک فتنے کا سامنا کریں گے، ان کو ہمارے اور آپ کے، ساری انسانیت کے محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو ہدایات دی ہیں۔ ایک حدیث شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایمان والوں کو دجال سے علانیہ بغاوت کرتے ہوئے اس کے خلاف اپنی تمام طاقت صرف کرنے کا حکم فرمایا۔ ارشاد ہے: ''تم میں سے جس کسی کے سامنے دجال آجائے تو اس کو چاہیے کہ وہ اس کے منہ پر تھوک دے اور سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے۔'' (طبرانی، حاکم)

دجال جیسی عظیم طاقت کے منہ پر تھوکنا کتنے مضبوط ایمان اور جراءت کا متقاضی ہوگا؟ اس کا اندازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کس کو ہوسکتا ہے؟ اس لیے آپ نے اس کے انتقام سے بچنے کی ڈھال اور حصار اپنے اُمتی کو بتاتے ہوئے فرمایا کہ سورۂ کہف کی ابتدائی آیات پڑھنے میں ایسی تاثیر ہے کہ دجال کا کوئی وار اس صاحب ایمان پر کارگر نہ ہوگا۔

ایک دوسری روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم میں سے جو کوئی دجال کے آنے کی خبر سنے تو اس سے دور بھاگ جائے۔ اللہ کی قسم! ایک شخص اس کے پاس آئے گا...... وہ خود کو مؤمن سمجھ رہا ہوگا۔ [لیکن اس کے من گھڑت دلائل اور شعبدوں سے متاثر ہوکر] اس کی پیروی شروع کردے گا۔'' (ابوداؤد، طبرانی)

ان دو احادیث کو ملا کر پڑھنے سے معلوم ہوا کہ فتنۂ دجال سے بچنے کے دو طریقے ہیں:

(1) ایک یہ کہ اللہ پر توکل کر کے پورے عزم اور حوصلے کے ساتھ دجال سے کھل کر اور علانیہ بغاوت کی جائے۔ اس کے سامنے اس کے منہ پر تھوک دیا جائے اور کمر کس کر اس فتنہ کے خلاف میدان میں اُتر لیا جائے۔ جنت اللہ تعالیٰ نے ایسے ہی لوگوں کے لیے بنائی ہے۔

نعیم بن حماد کی روایت ہے: ''جو لوگ دجال کے یا اس کے لوگوں کے ہاتھوں شہید

ہوں گے، ان کی قبریں تاریک اندھیری راتوں میں چمک رہی ہوں گی۔" ایک اور روایت ہے ان کا شمار افضل ترین شہداء میں کیا جائے گا۔

(2) جو ایسا نہیں کرسکتا وہ دجال کے زیرِ قبضہ ملکوں اور دجالی حکومتوں کے زیر اثر علاقوں سے ہجرت کرجائے۔ دیہاتوں، پہاڑوں اور جدید دنیا کی شیطانی سہولتوں سے ہٹ کر ان علاقوں کی طرف نکل جائے جہاں دجال کی جھوٹی خدائی کا بول بالا نہ ہو۔ اپنے گھر، وطن، کاروبار اور عیش و آرام کو اللہ کی خاطر چھوڑنے والا ہی اللہ کی رحمت اور مغفرت کا مستحق ہوگا۔ ان چیزوں کی محبت میں ان شہروں میں پڑا رہنے والا جہاں دجال کی خدائی تسلیم کی جاتی ہو، اپنے ایمان کی حفاظت نہ کرسکے گا۔

الغرض جہاد یا ہجرت...... ہجرت یا جہاد...... یہ دو ہی چیزیں ہیں جو اس فتنہ آخر الزماں سے حفاظت کی ضامن ہیں۔ ان کے بغیر تو مغربی میڈیا کے روندتے ہوئے بناپتی لوگ جو پہلے سے ارتدادی فکر کا شکار ہوں گے، اس فتنے کے آلہ کار یا اس کے شکار تو بن سکتے ہیں، اس سے بچ نہیں سکتے۔

کتابیات

حضرت مہدی، حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی جدوجہد اور فتنہ، دجال کو سمجھنے کے لیے کار آمد کتابیں

مہدویات:

کتاب	مصنف
کتاب الفتن و الملاحم	علامہ عماد الدین ابن کثیر
کتاب الفتن	علامہ نعیم بن حماد
الاشاعة لا شراط الساعة	سید محمد بن رسول البرزنجی
کتاب البرهان فی علامات مهدی آخر الزمان	شیخ علی متقی ہندی
لقول المختصر فی علامات المهدی المنتظر	علامہ ابن حجر ہیثمی مکی

کتاب	مصنف	ناشر
اختلاف امت اور صراط مستقیم	مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید	
حضرت امام مہدی	علامہ ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید	
عقیدہ ظہور مہدی (احادیث کی روشنی میں)	حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہید	مکتبہ شامزی، کراچی
اسلام میں امام مہدی کا تصور	پروفیسر محمد یوسف خان مولانا ظفر اقبال	بیت العلوم، لاہور
ظہور مہدی	مولانا محمود بن مولانا سلیمان	ادارۂ صدیق، ڈابھیل، سملک
ظہور مہدی ایک اٹل حقیقت	مولانا منیر قمر	

مسیحیات:

کتاب	مصنف	ناشر
علامات قیامت	حضرت شاہ رفیع الدین صاحب	
علامات قیامت اور نزول مسیح	مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی	مکتبہ دار العلوم، کراچی
قیامت سے پہلے کیا ہوگا؟	مختلف مصنفین کی تحریرات کا مجموعہ	المیزان، لاہور

دجالیات:

دجال	امام ابن کثیر (ترجمہ: محمد طیب طاہر)	کتاب سرائے، لاہور
دجالی فتنہ کے نمایاں خدوخال	مولانا سید مناظر احسن گیلانی	المیزان، لاہور
معرکۂ ایمان ومادیت	مولانا سید ابوالحسن علی ندوی	مجلس نشریات اسلام، کراچی
تیسری جنگ عظیم اور دجال	مولانا عاصم عمر	الحجرہ پبلیکیشن، کراچی
دجال (تین جلدیں)	اسرار عالم	ادارہ تحقیقات، لاہور
فتنہ دجال اکبر	اسرار عالم	دارالعلم، نئی دہلی
معرکۂ دجال اکبر	اسرار عالم	دارالعلم، نئی دہلی
ہرمجدون (اردو ترجمہ)	ترجمہ: پروفیسر خورشید عالم تالیف: محمد جمال الدین	صفہ پبلشر، لاہور
فری میسنری اور دجال	کامران رعد	تخلیقات، علی پلازہ، لاہور
خوفناک جدید صلیبی جنگ (اردو ترجمہ)	مصنفہ: گریس ہال سیل مترجم: رضی الدین سید	انٹرنیشنل انسٹیٹیوٹ آف اسلامک ریسرچ کراچی
رسول اللہ صلی اللہ وسلم کی پیش گوئیاں	محمد ذکی الدین شرفی	0332-3728179
معرکۂ عظیم	رضی الدین سید	0300-2397571 021-450039 021-4407821
عالمی حالات اور قیامت کی نشانیاں	ترجمہ: رضی الدین سید	
کرۂ ارض کے آخری ایام	ترجمہ: رضی الدین سید	
جب صور پھونکا جائے گا	مرتب: رضی الدین سید	

رحمانی ریاست بمقابلہ دجّالی ریاست

"کَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِیْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً کَثِیْرَةً بِاِذْنِ اللّٰهِ!"

جب ممولے شہبازوں سے ٹکرا گئے

افغانستان میں برسرِ پیکار دنیا کی ترقی یافتہ دجّالی افواج: مقام اور اعداد و شمار
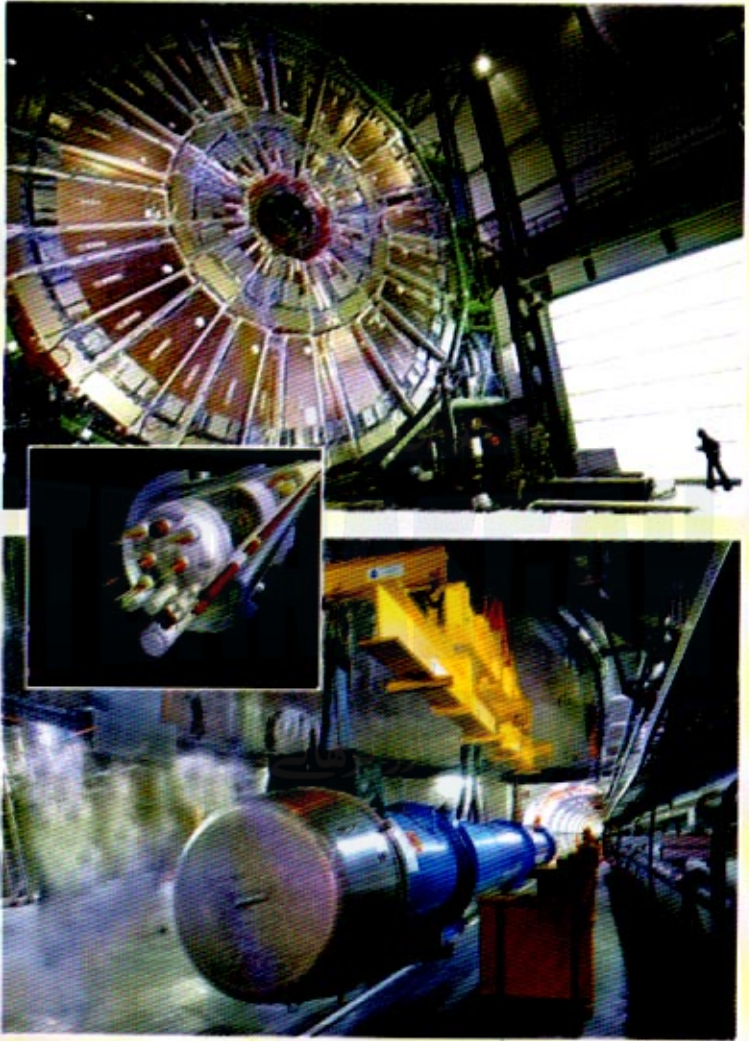
یہودی سائنس دانوں کی سربراہی میں کیا گیا انسانی تاریخ کا سب سے طاقتور تجربہ جسے دجالی روایت کے مطابق ''کائنات کے راز'' جاننے کا نام دیا گیا ہے جبکہ یہ درحقیقت تسخیرِ کائنات کے دجالی منصوبے کا اہم حصہ ہے۔ تصویر میں پانچ ارب پاؤنڈ کی خطیر لاگت سے تیار ہونے والی وہ مشین نظر آرہی ہے جس کے ذریعے سے کیا جانے والا وحشت ناک تجربہ دجال کے ظہور کی ایک خاص علامت کا ذریعہ بنے گا۔ تفصیل کتاب میں ہے۔

بحیرۂ طبریہ

اردن اور اسرائیل کی سرحد پر واقع بحیرہ طبریہ جو آہستہ آہستہ خشک ہوتا جا رہا ہے۔ یہ وہی بحیرہ ہے جس کا دجال کے خروج کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

بیسان کے باغ

بیسان: فلسطین کا ایک علاقہ جس پر 1948ء میں اسرائیل نے قبضہ کر لیا۔ یہاں کھجوروں کے باغ پہلے پھل دیتے تھے۔ اب نہیں دیتے۔ ان باغوں کا خشک ہونا دجال کے خروج کی علامات میں سے ایک علامت ہے۔

دجال ایسی رفتار کے ساتھ سفر کرے گا جو بادلوں کو اُڑا لے جانے والی ہوا کی ہوتی ہے۔ ایسے جہاز کافی پہلے ایجاد ہو چکے ہیں جو آواز سے کئی گنا تیز رفتاری کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔ ایک خلائی شٹل پینتالیس منٹ میں پوری زمین کے گرد چکر لگا لیتی ہے۔ پُر اسرار اُڑن طشتریوں کا ذکر بھی سننے میں آتا رہتا ہے۔ یہ سب دجال کی سواری کی ممکنہ شکلیں ہیں جو ہمیں بتا رہی ہیں کہ دجال کا وقت اب دور نہیں۔ اس کے گدھے کے کانوں کے درمیان 40 ہاتھ کا فاصلہ ہوگا۔ کسی طیارے کے پروں کے درمیان تقریباً اتنا ہی فاصلہ ہوتا ہے۔ حال ہی میں اسرائیلی ماہرین نے ہیرون (Heron) نامی ایک طیارہ ایجاد کیا ہے جو اسرائیل کے Palmahim نامی ایئر پورٹ پر کھڑا ہے۔ اس کے پچھلے حصے پر دو ابھار ہیں جو گدھے کے کانوں سے مشابہت رکھتے ہیں۔

شیطانی مثلث
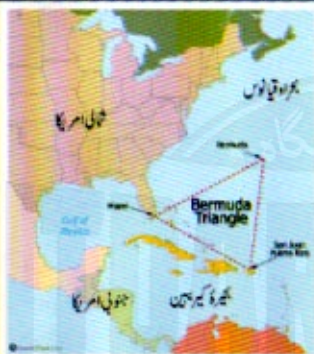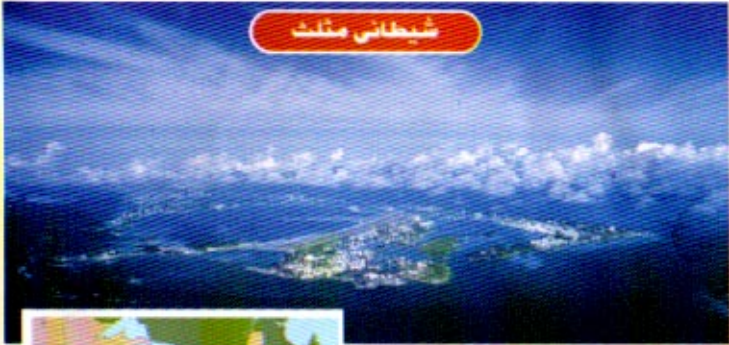
برمودا تکون: بحر اوقیانوس میں واقع پُر اسرار مثلث خطہ...... جس کے بارے میں طرح طرح کی باتیں سننے میں آتی رہتی ہیں...... لیکن شیطان، دجال اور یہود کی قائم کردہ تکونی غلاف کے پار جھانکنے کی کوئی کوشش نہیں کرتا۔

شیطانی سمندر

مشرق بعید میں بحرالکاہل کے ویران اور غیر آباد جزائر آتے ہیں...... ان کے اردگرد کے گہرے اور خوفناک پانیوں کا نام ہی "شیطانی سمندر" (Devils Sea) ہے۔ شیطانی سمندر اور شیطانی تکون میں خاص مناسبت ہے جو کتاب میں بیان کی گئی ہے۔
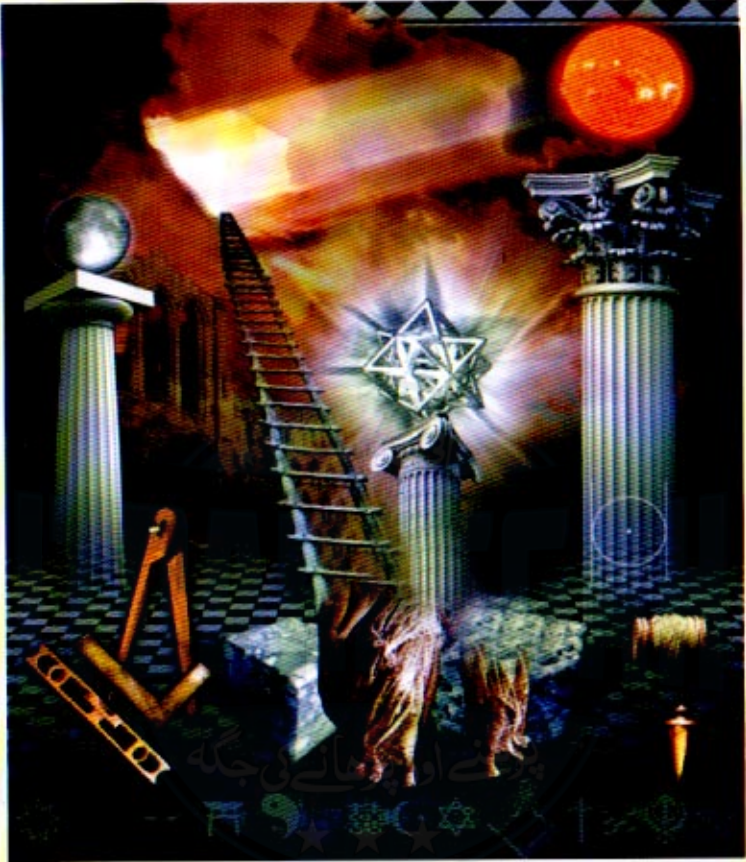
فری میسن کی فرضی داستانوں اور جھوٹی حکایتوں کی علامتی تعبیر پر مشتمل بناوٹی تصاویر جو بلاوجہ کا رُعب اور وہمی عقائد کا اظہار کرتی ہیں۔

اس گمشدہ صندوق کی خیالی تصویر جس میں یہودیوں کے مقدس تبرکات محفوظ ہیں۔ یہودیوں کے خیال کے مطابق اس کو دجال برآمد کرے گا اور ان تبرکات کی مدد سے دنیا پر حکومت کرے گا۔

ایک فری میسن ہال کا وہ کمرہ جہاں دجالی فوج میں شامل ہونے والے رنگروٹ سے وفاداری اور رازداری کا حلف لیا جاتا ہے۔

دجال کی راہ ہموار کرنے والے بدنام زمانہ خفیہ تنظیم فری میسن کی تقریب حلف برداری کے دوران استعمال ہونے والی جادوئی اشیاء۔

فری میسن کے خفیہ اشارات

سینگوں والے دیوتا (شیطان) کے لیے ہاتھ کا اشارہ فری میسن کی خصوصی علامت ہے۔ بل کلنٹن اور جارج بش مصدقہ فری میسن ہیں جس کا ثبوت تصویر میں نظر آ رہا ہے۔

کسی زمانے میں پاکستان میں دجالی تنظیم فری میسن اپنے اصلی نام کے ساتھ سرگرم تھی۔ فری میسن لاج راولپنڈی کے ممبر شپ فارم کا عکس آپ دیکھ رہے ہیں۔

دجال کی نمائندہ تنظیم فری میسن کے مختلف نشانات، علامات اور تمغے